اعلان

اِس کتاب کی آمدنی ایک کارِ خیر میں صرف ہوگی۔ اِس لئے اِ
قیمت اربابِ ہمّت کی اولوالعزمی پر موقوف رکھی گئی۔
غیر مجلّد فی کتاب کے عوض ڈیڑھ روپیہ (عہ) سے کم کسی صاح
نہ لیا جاوے گا۔
بلا معاوضہ پیش کرنے کی گنجایش نہیں۔ مؤلّف نے خود بھی
قیمتاً خریدی ہے۔

خاکسار
سیّد شوکت حسین عفی اللہ

رسید از جانب مہتمم تحفظ آمدنی
رقم عطیۂ عالیجناب
دستخط وصول کنندہ

اعلان بابت مصرف آمدنی

ذکر المعارف

جلد ۵۰۰

(۱) اس کتاب کے طبع کرانے میں جو رقم خرچ ہوئی ہے وہ آیندہ دوسرے ایسے ہی کاموں کے لئے محفوظ رہے گی اس لئے اول اس کتاب کی آمدنی سے وہ رقم وصول ہو کر مؤلف کتاب ہذا کو واپس دیجاویگی بقیہ کل آمدنی عالیجناب ولایت مآب حضرت شیخ اکمل حکیم مولوی حافظ شاہ محمد نعمت اللہ صاحب دام فیوضہٗ کی خدمت میں بطور نذر پیش ہوگی۔ اور حضور ممدوح کی خواہش کے مطابق تعمیر خانقاہ شریف حضرت شیخ رح کے مصارف کے لئے مخصوص سمجھی جاویگی۔

(۲) اس کتاب کا کل نفع جو کچھ بھی حاصل ہو چونکہ میں نے جناب محتشم الیہ کے حضور میں نذر کر دیا ہے اس لئے مجھے یا میرے قائمقامان و وارثان یا کسی دوسرے مسلمان بھائی کو میرے حیات میں یا میرے بعد کسی قسم کا کوئی حساب فہمی وغیرہ حاصل نہو گا۔ نہ اس عمارت پر بہ معاوضہ امداد کسی کو

کوئی خاص حق تصرف حاصل ہوگا جو اس کتاب کی آمدنی سے تعمیر ہو جاوے۔

ایسے کار خیر میں بھی بعض خواہ مخواہ کی مخالفت اور رخنہ اندازی کے کوشش دیکھے گئے صرف اسلئے ایسا لکھا گیا ہے۔ ورنہ جو صاحب بھی اس کام میں نیک مشورہ دینگے۔ حساب کتاب کی جانچ از راہ ہمدردی فرمائینگے ایک قسم کی امداد ہے اور وہ لایق شکریہ۔ اور اسی لئے کہ اسکی ایک کوڑی بیجا نہ صرف ہو یہ یہ کام ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔

(۳) حضور ممدوح بوجہ مصروفیت مشاغل خود حسابات آمدنی مصارف خود مرتب نہیں فرما سکتے لیکن آپ چاہتے ہیں کہ اس کی آمدنی کا ایک حبہ تعمیر خانقاہ و مرمت مسجد کے علاوہ کسی دوسرے کام میں صرف نہو۔ اور اس لئے باضابطہ صحیح حساب مرتب رکھے جانے کے خواہاں ہیں۔

(۴) اس لئے حسب منشاء جناب سجادہ نشین صاحب موصوف ایک کمیٹی قائم کی جاتی ہے جس کے ممبران بتفصیل ذیل مقرر کئے جاتے ہیں۔ یہ کمیٹی نیک مشورہ دینے اور اس کام میں ضروری سعی کرنے کے علاوہ انتظام تحفظ آمدنی اور آمدنی و مصارف کے صحیح و باقاعدہ حسابات مرتب رکھنے کی بھی ذمہ دار ہوگی۔ جس کی جانچ جناب ممدوح خود بھی وقتاً فوقتاً فرماکر اپنے دستخط ثبت فرماوینگے اور بتعمیل ارشاد عالی یہ خاکسار

بھی بشرط موقع جانچ کرتا رہیگا - اسماء مبارک جنھوں نے اپنا
عزیز وقت صرف کرنے کا وعدہ فرماکر ممبری قبول کی ہے یہ حضرات ہیں -
جناب مولوی حکیم ماسٹر محمد رضا خانصاحب - جناب بدرالدین
خانصاحب سوداگر جناب محمود خانصاحب ملازم دفتر سکریٹریٹ -
جناب عزیز احمد خانصاحب ملازم ہائی کورٹ - جناب منور خانصاحب
جناب شاہ محمد رحمت اللہ صاحب - جناب سید رونق علی صاحب
رئیس الہ آباد ملازم ہائی کورٹ - جناب نور الحسن صاحب بی - اے وکیل
ہائی کورٹ - جناب حاجی محمد حسین صاحب بیرسٹر الہ آباد - جناب
رمضان خانصاحب سوداگر اسٹیل ٹرنکس - جناب شیخ ریاض کریم
صاحب الہ آبادی سوداگر -

یہ کارکنان حضرات کی تفصیل ہے ورنہ اس کار خیر میں جناب حاجی
محمد باقی خانصاحب اسپشل مجسٹریٹ ورئیس و جناب نواب
محمد عیسیٰ صاحب آنریری مجسٹریٹ ورئیس و جناب محمد ظہور احمد
صاحب بیرسٹر ممبر کونسل ودیگر حضرات معززین ورؤسائے شہر بھی
انشاء اللہ تعالیٰ معین ومددگار رہیں اور ہونگے -

خاکسار
فقیر سید شوکت حسین عفی اللہ عنہ

التماس ضروری

براہ کرم پڑھنے سے پہلے اس نقشہ سے کتاب صحیح فرما لیجیے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦١	٢	الہ آبادی	الہ آباد	١٧١	١٠	یہ تمام	بتمام
٧٢	٣	عیب	غیب	١٧٧	١١	تشکیک و سکک	تشکیک و تسکک
١٠٤	١	بدالان	ابدالان	١٩٣	٥	بط	بسط
١٠٩	٨	ذکرتے	ذکر کرتے	٢١٤	نمبر صفحہ	١١٤	٢١٤
١٣٣	٦	تغرفہ	تفرقہ	٢١٦	زیر حاشیہ	٢ حضرت	٢ و حضرت
١٣٥	٥	نفقر	تفقر	٢٢٩	١٣	مفوزہ	مفوضہ
١٣٦	١١	پریشاں	پراپشاں	٢٤٧	١٠	مجلہ	بمجلہ
١٤٢	٤	مصور	منصور	٢٥٨	١٤	زیر کمال	زیر کماں
١٤٤	٢	التغفاء	التقاء				
١٥٤	٦	مستغنی	مستسقی				
١٥٨	٨	بنیں	نہیں				
"	٩	علیہ	علیہ				
١٦٩	٨	ادرک	ادراک				
"	١٤	دات	ذات				

فہرست مضامین ذکر المعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

حمد و نعت

برتر ز چند و چوں جبروت جلالِ او   بیروں زگفتگو صفتِ لایزالِ او
گر نیستے شعاعِ جمالش ہمہ جہاں   ناچیز بودے از سطوات جلالِ او
ورنہ نقابِ روی جمالش شدے جلال   عالم بسوختے ز فروغِ جمالِ او

دیدۂ ہر حمد بحکم الا الہ الحمد شیفتہ جمال ایسی ذات کا ہے کہ ہر کمال وجمالِ حقیقت میں اُسی کا کمال وجمال ہے الا کل شی ما خلا اللہ باطل اور گوش ہر شکر فریفتہ صداے احسان ایسے جواد کا ہے کہ ہر جود اور وجود اُسی کے افضال سے ہے۔ وھو المحمود بکل لسان وھو المشکور بکل احسان

بشر سے حمد الٰہی امیر کیا ممکن   پہاڑ اُٹھائے کہاں حوصلہ یہ رائی کا

اور درود نامتناہی نازل ہو قبلہ گاہی رسالت پناہی پر کہ لولاک لما خلقت الافلاک کا چتر آپ کے سر اقدس پر سایہ فگن ہے۔ اور انا ارسلناک رحمۃ للعالمین کا شادیانہ آپ کے در اقدس پر بجایا جاتا ہے۔ اور خاتم النبیین کی انگشتری آپ ہی کے دست مبارک میں ہے اور کتب اور ابواب اولالباب آپ ہی کی فہرست میں داخل ہیں

لایمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ان اللہ وملایکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما وکان اللہ بما تعملون علیما حکیما اور درود و سلام نازل ہو آپ کے آل عظام اور صحاب کرام پر۔

دیباچہ

اما بعد فقیر حقیر سید **شوکت حسین** الہ آبادی حرسہ اللہ عن الشر والشین التماس کرتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان سے جس طرح حمد رب العالمین اور نعت رحمۃ للعالمین سرور کائنات عالم موجودات رسول کریم احمد مجتبٰے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ادا نہیں ہوسکتی اُسی طرح مناقب اولیاء اللہ بھی کہ فرمانبردار اپنے مالک حقیقی کے اور عاشقِ صادق اور سچّے پیرو اُس کے حبیب پاک کے ہوتے ہیں بیان نہیں ہوسکتے۔ مگر بفحوائے اس حدیث کے تنزل الرحمۃ عند ذکر الصالحین۔ اولیاء اللہ کے تذکرہ کے وقت اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ احقر محض بہ نیتِ حصول ثواب و حسنات مختصر حالات سالک حضرت ملکوت شاہد عزّت جبروت امام اہلِ طریقت سرحلقہ واصلانِ حقیقت سلطان الموحدین تاج العارفین مجتہدِ دین آفتابِ جہانی شمعِ ظلمت زندگانی شاہ باز کونین قبلہ دارین مخدوم جہاں قطبِ زماں واقف اسرار قل ہو اللہ مقبول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیخ المشائخ حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی علیہ رحمۃ اللہ صاحب تصانیف کثیرہ و سلسلۂ عالیۂ چشتیہ صابریہ الملقّب بالشیخ الکبیر والمشہور بالشیخ العجم صاحبِ

ولایت صوبہ الہ آباد جمع کرکے ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔ اور سبب تالیف کتاب ہذا رکھا جانا تجدیدی سنگ بُنیاد خانقاہ شریف منہدمہ حضرت شیخ رح ہے (جس کا مفصل ذکر موقع مناسب پر آویگا) جبکہ معتقدین نذریں پیش کر رہے تھے اور بندہ نے بھی حسب حیثیت و توفیق حقیر نذر سجادہ نشین صاحب کے خدمت میں پیش کی جس کو جناب موصوف نے براہ بندہ نوازی قبول فرمایا اِس فقیر کے دل میں القا ہوا کہ اگر حالاتِ حضرت شیخ رح جمع کئے جائیں اور عام فہم اُردو زبان میں حیّز تحریر میں آجائیں تو اس مقولہ کے موافق۔ "چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار" عام و خاص کو بہ چند وجوہ مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔

اولاً یہ کہ اولیاء اللہ کے حالات سُننے اور دیکھنے سے اُن کی پیروی کی خواہش پیدا ہوتی ہے جو کہ ظُلمت زدائی اور تنویر قُلُوب میں ویسا ہی اثر رکھتے ہیں جیسا کہ اُن کی مجالست اور مصاحبت۔

ثانیاً یہ کہ ہر شخص فضائل و مناقب اِن حضرات کے دیکھ کر جان لے کہ باوجود تمادی ایام و گذرنے شہور و اعوام اب تک اُن کا نام اعمالِ صالحہ و سیرتِ حسنہ کی وجہ سے قائم و روشن ہے تاکہ اُس کو اِن کے اتّباع سے

تحصیل سعادتِ ازلی و حیاتِ ابدی کا موقع ملے۔

ثالثاً جیسا وجود با جود اولیاء اللہ ایک رحمت ہے اللہ کی رحمتوں میں سے اور اُن کا ذکر سبب نزول رحمت و برکات و ترویح ارواحِ مقدسہ اُن حضرات کا ہے ویسا ہی لازمی نتیجہ بحکم تخلق باخلاق الٰہی یہ ہے کہ یہ حضرات حالات نگار کو اُس عالم میں بمقتضائے کما تدین تدان یاد فرمائیں گے اور اس کا حشر اُنھیں کے ساتھ ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ ربّ ھب لی حکماً و الحقنی بالصّالحین و اجعل لی لسان صدقٍ فی الاخرین۔

رابعاً یہ کہ جس وقت معتقدین ثمن بخس (کھوٹے دام) و دراہم معدودہ و قطعات کاغذِ فانی (نوٹ) بامید قبول پیش کر رہے تھے میں نے مناسب سمجھا کہ ارباب معنی کے حضور میں کتب معتبرہ سے حالات حضرت شیخ رح کے نقود منتخب کر کے پیش کروں اور بموجب آیتہ کریمہ سلسلہ وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا میرے بعد بھی باقی رہے۔

اِس تالیف سے میری غرض خاص عمارت خانقاہ شریف حضرت

شیخ رحہ کی تعمیر کے لئے ابواب فتوحات کا کھولنا بھی ہے۔ جس میں زر کثیر کی ضرورت درپیش ہے۔ ناظرین والاتمکین سے امید ہے کہ اس امر کو ملحوظ خاطر فرما کر ایک ولی کامل صاحب ولایت قطب وقت کی نسبت سے یہ کتاب مزین ہے۔ اور نیز یہ کہ جو کچھ اس کتاب سے حاصل ہو گا وہ سب یادگار مقدسہ منہدمہ حضرت شیخؒ کی تعمیر میں صرف کیا جائے گا۔ اس ناچیز کی محنت کا صلہ بلالحاظ قیمت کتاب ہذا دریا دلی اور فیاضی سے عنایت فرمائیں گے اور بموجب آیۃ شریفہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ ایک نیکی کے بدلے میں دس گُنا ثواب کے مستحق ہوں گے۔

جو حالات و مضامین اِس کتاب میں درج ہیں۔ خزینۃ الاصفیا۔ مراۃ الاسرار۔ اقتباس الانوار۔ شعبہ سویم از نہر دویم لجہ سویم بحر زخار و دیگر کُتبِ معتبرہ سے بھی جن میں متفرق طور پر بعض بعض حالات درج پائے گئے جمع کئے گئے ہیں۔ اور نیز کُتبِ قلمی تصانیف حضرت شیخ رحہ سے اقتباس کئے گئے ہیں۔ کاغذات زمانہ شاہان مغلیہ و فیصلجات جو کسی نزاع کے پیش آنے پر وقتاً فوقتاً عدالتِ وقت زمانہ شاہی و عہد سرکار دولتِ انگلشیہ ہوئے تھے اُن کے دیکھنے سے بھی بہت واقعات و تاریخ واقعات

مندرجہ کا پتہ چلا ہے۔ جہاں تک ہو سکا پوری کوشش کی گئی ہے کہ بلا مبالغہ صحیح صحیح حالات صاف اور سادہ طور پر صرف بغرض واقفیت ہر خاص و عام درج کتاب ہٰذا کئے جائیں۔ کشف و کرامات کے قصّوں کا تذکرہ قصداً نظر انداز کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک ولی کامل کا پایہ ایسے قصص کے اظہار سے بہت زیادہ بلند ہے۔ مزارِ پُر انوار سے ہر لمحہ فیضان و کرامت کا ظہور برابر ایسا جاری ہے کہ بہ نیّتِ خلوص جو صاحب جس مُراد کے لئے حاضر ہوتے ہیں اللہ جلّ شانہٗ کی نزولِ رحمت سے فیضیاب و بامُراد ہوتے ہیں۔

اِس ناچیز سے اگر اِس کتاب میں کسی جگہ کوئی غلطی ہو گئی ہو تو الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کو ملحوظ خاطر فرما کر ناظرین سے التجا ہے کہ حسبۃً للہ رُسوا نہ فرماویں بلکہ احقر کو مطلع فرماویں تاکہ آیندہ اشاعت میں اُس کی صحت و توضیح کر دی جائے۔

مضامینِ کتابِ ہٰذا کی تقسیم چار بابوں میں بہ تشریح ذیل کی گئی ہے

بابِ اوّل مشتمل بر حالاتِ مختصر از ابتداءِ پیدایش تا وصال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جس کے ضمن میں آپ کے مشہور خلفاء کا بھی

ذکر ہے۔

بابِ دوم مشتمل بر حالات مختصر اولاد شیخ بالخصوص سجادہ نشینان حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہم۔

بابِ سوم مشتمل بر سہ مکتوب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ از مکتوبات۔

باب چہارم مشتمل بر حالات مختصر خاندانِ مؤلّف کتاب ہذا۔

بابِ اوّل

مشتمل بر حالاتِ مختصر از ابتداء پیدائش تا وصال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جس کے ضمن میں آپ کے مشہور خلفاء کا بھی ذکر ہے معہ حالاتِ خانقاہ و مسجد و مزار شریف وغیرہ۔

حالِ ولادت

نام نامی آپ کا محب اللہ ابن شیخ مبارز ابن شیخ پیر رحمہم اللہ الکبیر صدر پوری ہے۔ شیخ کبیر و شیخ عجم لقب ہے۔ آپ کو محی الدّین ثانی بھی کہتے ہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدّین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو ظاہر و باطن میں خاص تعلّق ہے۔ آپ عالم بالکتاب والسنت ہیں تاریخ ولادت آپ کی دوسری صفر ۹۹۶ھ ہجری مطابق ۱۵۸۷ء عیسوی یوم ولادت روز مولد خیر البشرؐ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اکبر بادشاہ ہندوستان جلوہ آرائے تخت سلطنت دہلی تھا۔

شجرۂ نسب

آپ دُرِ دریائے وحدت و تفرید حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد ذکور کے سلسلہ میں بائیسویں پُشت سے ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

شیخ محب اللہ بن شیخ مبارز[1] بن شیخ پیر[2] بن شیخ بڈے[3] بن شیخ مٹھے[4] بن شیخ رضی الدین ملک العلماء بن حاجی الحرمین قاضی شیخ اوحد الدین[5] بن قاضی شیخ مجد الدین[6] فیاض بن شیخ جمیل الدین[8] بن حاجی الحرمین قاضی شیخ رفیع الدین[9] بن شیخ محب اللہ[10] فیاض بن حاجی شیخ رستم اللہ[11] بن حاجی شیخ حبیب اللہ[12] بن حاجی شیخ ابراہیم[13] بن قاضی شیخ علاء الدین[14] فیاض بن حاجی شیخ امام[15] قاسم بن قاضی شیخ عبدالرزاق[16] فیاض بن جامع العلوم شیخ ابو القادر[17] بن حاجی الحرمین شیخ ابوالفتح[18] بن شیخ عبدالسلام[19] ظلوما جہولا بن حضرت شیخ خضر[20] فیاض بن ملک العلماء قاضی شیخ شہاب الدین[21] بن خواجہ شیخ فرید الدین گنجشگر اجودہنی المعروف بہ پاک پٹن شریف

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کا ہندوستان تشریف لانا

مفتاح التواریخ مصنفہ تھامس ولیم بیل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں حضرت قاضی شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ دادا حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہٗ بزمانہ چنگیز خاں لاہور تشریف لائے۔ اور قصبہ قصور میں قیام فرمایا لیکن صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے کہ شیخ جمال الدین سلیمان فاروقی رحمۃ اللہ علیہ پدر بزرگوار حضرت بابا صاحب گنجشکرؒ تشریف لائے تھے۔ شیخ جمال الدین قدس سرہٗ سلطان محمود غزنوی کے بھانجہ تھے۔ فرخ شاہ بادشاہ کابل جد حضرت قاضی شیخ شعیبؒ کے وفات کے بعد سلطنتِ کابل شاہانِ غزنی کے قبضہ میں آئی اُسی زمانہ میں چنگیز خان نے حملہ آور ہو کر مملکت ایران و توران کو غارت کیا حادثہ عظیم پیش آیا اور صاحب موصوف کا کابل سے ہندوستان تشریف لانا ہوا۔ قصبہ قصور سے حضرت بابا صاحبؒ قصبہ اجودھن ضلع منٹگمری واقع پنجاب تشریف

لائے اور حضرت کے قدم فیض توام سے اجودھن پاک پٹن شریف مشہور ہوا۔ اس کا پتہ نہیں چلتا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں کون صاحب صدر پور تشریف لائے اور کب آئے ہاں اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دادا شیخ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر پوری تھے

ذکر اختلاف بعض حالات از مولفان کتب معہ شجرہ نسب حضرت گنجشکرؒ

صاحب اقتباس الانوار نے حضرت شیخؒ کو صدیقی لکھا ہے اور تعجب ہے کہ بعض شجروں میں بھی صدیقی لکھا دیکھا گیا ہے۔ فقیر نے بحکم صاحب البیت ادری بالبیت یعنی گھر والا اپنے گھر کا حال زیادہ جانتا ہے سجادہ نشین صاحب موجودہ سے دریافت کیا اور پشت نامہ بھی دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب اقتباس الانوار وغیرہ سے سہو ہوا ہے۔ دراصل آپ حضرت عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالے عنہ کی اولاد سے ہیں اور حضرت گنجشکرؒ سے آگے نسب نامہ کی تفصیل اس طور پر ہے۔

حضرت خواجہ شیخ فریدالدین گنجشکر بن شیخ جمال الدین سلیمان بن قاضی شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد المعروف بہ فرخ شاہ عادل بادشاہ کابل بن نصیرالدین محمود المعروف بہ نیشماں شاہ سلطان بن سلیمان بن مسعود شاہ سلطان بن شیخ عبداللہ بن شیخ واعظ الاصغر بن شیخ واعظ الاکبر بن شیخ ابوالفتح اسحاق بن حضرت قطب العالمین سلطان ابراہیم بادشاہ بلخ بن ادہم بلخی بن شیخ سلیمان بن شیخ ناصر بن حضرت شیخ عبداللہ بن حضرت امیرالمؤمنین فاروق اعظم عمر ابن خطاب خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بعض کتب میں اس تفصیل پُشت نامہ میں باعتبار درمیانی واسطوں کے کمی بیشی کا اختلاف ہے لیکن آپ کا فاروقی ہونا بالکل صحیح ہے اور اس لئے آپ کو صدیقی کہنا غلط ہے۔

اِسی طرح کا سہو صاحب خزینۃ الاصفیا سے بھی ہوا ہے کہ اُنہوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اکبرآبادی لکھا ہے اور مزار بھی وہیں بتلایا ہے حالانکہ آپ صدرپوری وطناً ثم الٰہ آبادی نزیلاً و مرقداً ہیں۔

ہاں آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا محمدی فیاض رح کا مزار پُر انوار البتہ اکبر آباد میں مرجع خلائق ہے۔

بعض صاحب نے آپ کو بہاری بھی لکھا ہے مگر جانچ سے معلوم ہوا کہ یہ اس اعتبار سے صحیح ہے کہ اُس وقت صدرپور صوبہ بہار میں شامل تھا۔ صاحب کتاب بحرِ زخار نے لکھا ہے کہ آپ صدرپور توابع خیرآباد مضافات اودھ میں پیدا ہوئے۔

زمانہ تعلیم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے والد شیخ مبارز رحمۃ اللہ علیہ سے تلخیص تک و دیگر کُتبِ درسی دوسرے کاملینِ وقت و علماءِ مقامی سے پڑھیں آپ کو شوقِ تحصیل علم اس قدر تھا کہ اپنے وطن صدرپور میں سیری نہوئی تو لاہور تشریف لے گئے یہ زمانہ ۱۰۱۴ھ ہجری مطابق ۱۶۰۵ء کے بعد کا ہے۔ اُس وقت جہانگیر جلوس فرمائے سریر سلطنت تھا جس نے لاہور کو اپنا پایۂ تخت ہونے کی عزت دیکر فردوس بریں بنا رکھا تھا۔ علم وہنر کا چرچا یہاں بھی بخارا۔ بغداد۔ دہلی اور اکبرآباد

کے مثل تھا۔ لاہور کا مدرسہ مشہور تھا۔ آپ نے لاہور پہنچ کر علماء وقت سے تلمذ اختیار کیا۔ آپ مُلّا عبد السلام لاہوری رح کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

طلباء ہم سبق

حضرت میاں میر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ ولایت لاہور جن کے نام سے ایک ریلوے اسٹیشن بھی قریب لاہور موسوم ہے۔ اور نواب سعد اللہ خاں وزیر صاحبقراں ثانی شاہجہاں بادشاہ دہلی آپ کے ہم سبق تھے۔ آپس میں بہت خلوص و محبّت تھی۔ ایک ہی جگہ کھانا پینا اور ہر وقت پڑھنے لکھنے کا باہم چرچا رہتا تھا۔ جملہ کُتبِ تفاسیر حدیث فقہ وغیرہ یہیں آپ نے ختم کیں۔ اس وقت یہ تینوں صاحب معمولی حیثیت کے آدمی تھے۔ زمانہ طالبعلمی میں باہم یہ عہد ہوا تھا کہ ہم میں سے جو کسی بڑے عہدہ پر پہنچے تو دوسرے کو بھی اُسی عہدے پر پہنچاوے۔

حالات از کتاب انفاس الخواص

ذوقِ علمِ ظاہری

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کتاب انفاس الخواص کے دیباچہ میں جو بزبان عربی ہے اور جس میں فصوص الحکم کی طرح آیات واحادیث نبوی سے دلائل توحید استخراج کیے گئے ہیں جو شیخ پر القا ہوئے تھے تحریر فرمایا ہے کہ عنفوان شباب میں مجھ کو علوم ظاہری کی تحصیل کا بہت زیادہ شوق تھا۔ میرے اساتذہ کرام میں سے ایک استاد نے جو عالم و عارف بھی تھے مجھ کو پاس انفاس کی تعلیم دی تھی جس کی وجہ سے حقائق و معارفِ توحید مجھ کو حاصل ہوتے رہتے تھے۔ لیکن علوم ظاہری کا شوق مجھ پر اس قدر غالب تھا کہ علمِ حقیقت کی طرف میں توجہ نہیں کر سکتا تھا۔ اِس درمیان میں میرے والد ماجد نے اِس جہان فانی کو خیرباد کہا اور اسی پریشانی کے زمانہ میں میری شادی بھی ہو گئی تھی۔ مگر تحصیلِ علم کا شوق میرے دِل پر اب بھی ایسا غالب تھا کہ تکمیل تحصیل علم کے لیے میں لاہور آیا

اوراس شہر کے اساتذہ کی خدمت میں اکتساب علوم میں مصروف
رہا۔ لاہور میں میرے دو ماموں زاد بھائی بھی ساتھ تھے جو مجھ سے
پڑھتے تھے جس مکان کو میں نے کرایہ پر لے رکھا تھا اُس کے ایک
گوشہ میں ایک دیوانہ مُقیّد تھا۔ ایک روز آدھی رات کے وقت
وہ مر گیا۔ اُس کی بیوی نے نالہ و فریاد شروع کی۔ مجھے وحشت نے
گھیرا میرے دل میں مبداء و معاد کے متعلّق بحث چھڑ گئی۔

محرّرِ سطور کہتا ہے کہ مبداء و معاد سے شیخ کا مطلب شاید یہ
ہو کہ دُنیا و آخرت کی حقیقت کیا ہے۔ رُوح کیا چیز ہے۔ کہاں سے
آئی اور کہاں جائے گی۔

آگے تحریر فرمایا ہے کہ اس کوچہ کی ناآشنائی کی وجہ سے مَیں
غلطاں و پیچاں و متاسف تھا۔ شیطان میرے دل میں خطرات
و شُبہات پیدا کرتا تھا اور شرعی عقائد کی صورت میں لاکر میرے
سامنے پیش کرتا تھا میں لاحول پڑھا کرتا اور اللہ جلّ شانہٗ سے
استعانت چاہتا یہانتک کہ مَیں نے تفسیر بیضاوی شرُوع کی مگر
اب تک حالتِ سابقہ بدستور رہی۔ میرا کوئی لمحہ تفکّرات سے

خالی نہ گذرتا یا تو قرآن پاک کے ساتھ رہتا یعنی شرعی خیالات
رہتے اور کبھی نفس وشیطان کے ساتھ ہوتا یعنی شرعی خیالات
نہوتے کبھی مومن ہوتا کبھی کافر اسی کشمکش کی حالت میں مَیں نے
حضور رحمۃ اللعالمین دستگیر بیکساں نورمن نور اللہ محمدؐ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو مخاطب فرماکر زبان معجز
بیان سے ارشاد فرماتے ہیں کہ محب اللہ جو کچھ تجھ کو دیا گیا ہے
وہی حق ہے مَیں جاگا تو تمام وسواس وخطرات دفع پائے۔
یا اللہ ہم تمام مسلمانوں کے نفسانی وشیطانی خطرات حضورِ انور
کی نظر فیض اثر سے دفع فرما "انک انت الوھاب"

حضرت شیخؒ کا مقبول رسول اللہ ہونا

واقعہ مذکورہ کے بعد اس مکان کو چھوڑ کر میں نے دوسرا
مکان کرایہ پر لیا اور اس مکان میں آیا تو پھر ایک روز میں نے
خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اس مکان کے داہنی
جانب جو بازار ہے اُس میں حضور رحمۃ اللعالمین رونق افروز ہیں

میں فوراً دوڑا پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمتِ اقدس
میں حاضر ہوا۔ حضورِ سرورِ کائنات عالمِ موجودات احمد مجتبےٰ
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چند قدم آگے بڑھ گئے تھے۔
کچھ آگے بڑھکر میں نظرِ فیض اثر کے سامنے حاضر ہوا حضور نے
بے انتہا بندہ نوازی سے التفات فرمایا اور زبانِ وحی ترجمان سے
ارشاد فرمایا کہ جا تو مقبولوں میں سے ہے۔

"یا اللہ اپنے مظہرِ حسن لایزالی کی نظرِ حسنِ اثر کو ہمارے دلوں
میں تیر و سوزن کی طرح چبھو دی کیونکہ ہم خستہ دلوں کے دل سے
بہتر اس نظرِ حسنِ اثر کا ہدف نہیں۔" انک انت العزیز الحکیم"۔

فکرِ معاش بعد تحصیلِ علمِ ظاہری

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں تحصیلِ علومِ
ظاہری سے فارغ ہوکر اپنے وطن صدر پور اہل و عیال میں آیا
تو فکرِ معاش نے میرے دل کو پریشان کیا۔ تلاشِ معاش میں
احمد آباد گیا وہاں حضور پُرنور کو پھر خواب میں دیکھا۔ اس دفعہ

حضور کی توجہ اپنی طرف کم پائی - کمی التفات کی وجہ کو بھی میں نے
جان لیا - محررِ سطور کے نزدیک شاید کمی التفات کی وجہ یہ قلیل توجہ
الی الدنیا ہو کیونکہ آیندہ جو ذات قطب و صاحبِ ولایت صوبہ
الہ آباد ہونے والی ہو اس قدر قلیل توجہ بھی اُس کی شان توکّل
کے خلاف ہے۔

قیامِ وطن

پھر تحریر فرمایا ہے اِس کمی التفات کی وجہ سے اس قدر حسرت
وافسوس و حزن و ملال مجھ پر غالب ہوا کہ جی چاہتا تھا کہ سب
چھوڑ چھاڑ کر جنگل کی طرف نکل جاؤں لیکن فضلِ ایزدی شاملِ حال
ہوا اور میں اپنے وطن صدر پور واپس ہو کر درس و تدریس میں
مصروف ہوا مگر باوجود تمام تفکرات کے شغل پاس انفاس اور
علم وحدت جو اُستادِ اوّل نے مجھے تعلیم فرمایا تھا میں نے برابر جاری
رکھا اور وہ شغل کسی حالت میں کبھی مجھ سے ترک نہیں ہوا - ایک مدت
تک میں اپنے معاملہ میں حیران تھا - اور یہی جانتا تھا کہ اُستادِ اول
نے جو کچھ مجھے تعلیم فرمایا ہے - مومن ہونے کے لئے اُسی قدر کافی

ہے۔ اور مشائخ طریقت کے انکشافات وغیرہ کے حالات جو لوگ بیان کرتے ہیں محض قصہ کہانی ہے۔ اسی خیال میں رہا کرتا تھا کہ کسی نے مجھ سے میرے پیر مُرشد شیخ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے مطلع کیا۔ میں بہت متعجّب ہوا کیونکہ یہ میرے گمان کے خلاف تھا میں اُن کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔

سفر بشوق زیارتِ اکابر
شیخ کا دہلی پہنچنا

اسی زمانہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو شوق زیارت مزارات مقدسہ اولیاء کرام اور اشتیاق شرف ملازمت کاملین موجودہ وقت کا ہوا اور آپ نے اسی ذوق میں سفر اختیار فرمایا۔ مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔

سعد اللہ خاں کے وزیر ہند ہونے کا ذکر

حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی نے سعد اللہ خاں

کے فارغ التحصیل ہونے کے بعد لاہور سے اپنے وطن موضع
چنیوٹ ضلع جھنگ پہنچے اور تلاشِ معاش میں گزی گاڑھے
کے دو جوڑے کی بقچی بغل میں دبا کر وطن سے پیدل سفر اختیار
کرنے اور دہلی پہنچکر ایک مسجد میں چندے قیام و امامت کرنے
اور اتفاقیہ بادشاہ شاہجہاں کا مغرب کی نماز اس مسجد میں ادا
کرنے اور سعد اللہ خاں کی گفتگو سے خوش ہو کر داروغہ چرم خانہ
مقرر فرمانے پھر سعد اللہ خاں کا اپنی قابلیت سے شاہجہاں
کو خوش کر کے تھوڑی ہی عرصہ میں درجہ وزارت پر فائز ہونے
کے نہایت دلچسپ واقعات کے سلسلے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ
کا تذکرہ اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

وزارت اور اُس کا ترک

ایک روز نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم کشور ہند ہوا دار
میں بیٹھے ہوئے قلعہ شاہی سے اپنے محل کو واپس آ رہے تھے
کہ اتفاقاً راہ میں ایک فقیر گدڑی پوش سے آنکھیں چار ہوئیں

فقیر صاحب وزیر اعظم کو دیکھتے ہی بہت سٹ پٹائے اور
فوراً ہی بھاگ کر ایک دوکان میں جا چھپے مگر وزیر اعظم نے بھی
پہچان لیا اور سمجھ گئے کہ فقیر کے چھپنے کی کیا وجہ ہے۔
ملازمانِ ہمراہی میں سے ایک کو حکم دیا کہ اس فقیر کو جو سامنے
کی دوکان میں ابھی گیا ہے ساتھ لے کر آؤ خوشی سے نہ آوے
تو زبردستی لانا۔ مگر خدا کے لئے کچھ گستاخی نہ کرنا۔ جب فقیر صاحب
باصرار تمام محل پر لائے گئے تو نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم
اِن کے گلے سے لپٹ گئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ محب اللہ
ہیں فوراً حمام میں بھیجا۔ نہلوایا دھلوایا گدڑی اوتار کر کھکوادی
امیرانہ پوشاک پہنائی اور شام کو جاکر بادشاہ شاہجہاں سے
عرض کیا کہ میرے بھائی شاہ محب اللہ صاحب تشریف
لائے ہیں درحقیقت وہ وزارت کے قابل ہیں اُن کو وزیر بنایا
جائے اور فدوی اُن کی نیابت میں کام کرے تو بہت ہی
مناسب ہے۔ بادشاہ سلامت پر نواب سعد اللہ خاں کی
لیاقت و قابلیت کا سکّہ ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ وہ سمجھ گئے کہ

شاہ صاحب جن کی تعریف نواب سعد اللہ خاں کرتے ہیں ضرور اپنے وقت کے ارسطو یا افلاطون ہوں گے۔ بادشاہ کو ایسے آدمیوں کی جستجو ہی رہتی تھی تعریف سُنتے ہی ملنے کے لئے بیتاب ہو گئے۔ اُسی وقت خاصہ کی سواری بھیجی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ دربار میں تشریف لے گئے بادشاہ شاہجہاں آپ کی نورانی صورت دیکھ کر اور پُر مغز گفتگو سُنکر متحیّر و فریفتہ ہو گیا۔ آپ کے لئے اُسی وقت منصب اور جاگیر تجویز کی شاہی دربار سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ رُخصت ہوئے تو ہاتھی سواری کے لئے اور آگے پیچھے فوج اور نقیب و چوبدار تھے عقیدت کے لحاظ سے دہلی میں یہ قاعدہ ہو گیا تھا کہ جب امیر کو کوئی خلعت یا منصب بخشا جاتا تو وہ سلام کے لئے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر حاضر ہوتا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اسی اعزازی حیثیت کے ساتھ مہرولی تشریف جانا پڑا جب قطب کے لاٹ کے نیچے پہنچے تو ہوادار سے اُتر کر اپنے باڈی گاڈ فوج سے فرمایا تم لوگ

یہاں ٹھہرو میں آستانہ تک پیادہ اور اکیلا جاؤں گا۔ فوج کو انتظار کرتے کرتے صبح سے شام ہو گئی تب دو چار آدمی آپ کی تلاش میں درگاہ شریف پہنچے۔ خادموں نے کہا بیشک ایک امیر صبح یہاں تشریف لائے تھے۔ پوشاک اُتار کر ہمیں دے گئے اور ہم سے گزی کا تہ بندلے کر باندھا اور مزارِ اقدس پر کچھ دیر حاضر رہ کر پہاڑی کی طرف چلے گئے۔ فوج نے سارا جنگل اور پہاڑ چھان ڈالا مگر آپ کا پتہ نہ لگا۔ جب نواب سعد اللہ خاں کو خبر ہوئی تو بہت روئے اور کہنے لگے کہ شاہ صاحب مردانِ خدا میں سے ہیں۔ ہم نے اُنھیں دُنیا میں پھنسانا چاہا تھا مگر وہ بھلا کب پھنسنے والے تھے

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کُنند
آیا بُود کہ گوشۂ چشم بما کُنند

صاحب مراۃ الاسرار نے جن کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ سے شرفِ ملازمت بھی حاصل ہوا تھا اپنی کتاب میں واقعہ مذکورہ اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

قطب جہانیاں حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی از نسل شیخ فریدالدین رح گنجشکر بودہ سلسلۂ نسب او تا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی میشود - از وقت حضرت گنجشکر رح تا او کسے از اجدادش رغبتے بدُنیا نکردہ بجز علم صوری و معنوی کارے نداشتند اور اسی سلسلہ میں آگے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ رح بدہلی رسید و خلعت وزارت درجہ دویم پوشید اما بہ مزار حضرت قطب الاقطاب بختیار اوشی قدس سرہٗ رفت و استخارہ کرد از رُوح پُر فتوح حضرت قطب الاقطاب اشارہ شد - اے محب اللہ ترا بدرستی امور ظاہری نہ آفریدہ بل برائے دُرستی کارہائے باطن - دریں وقت سلسلۂ علی صابر گرم است بہ گنگوہ برو - بہ شیخ حضرت ابوسعید گنگوہی نیز اشارہ شد کہ من محب اللہ را بشما سپردم و شما ایشاں را تا ابن برسانید - مجرد دیدن ایں حال بر منصب وزارت پشت پازدہ بہ گنگوہ رفت - صاحب بحر زخار نے بھی اپنی کتاب میں واقعہ مذکورہ یوں ہی لکھا ہے -

بیعت وخلافت

چنانچہ حسب ارشاد روح پر فتوح حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ آپ وزارت کو ٹھکرا کر دہلی سے گنگوہ تشریف لائے۔ شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف آپ کے آنے کی خبر ہو چکی تھی اور خادم کو حکم دیا تھا کہ نماز صبح کے وضو کے لئے بجائے ایک آفتابہ دو آفتابہ گرم پانی حاضر رکھے۔ اور جو حلوا روزمرّہ درویشوں کے لئے پکایا جاتا ہے وہ زیادہ پکا کر تیّار رکھے۔ تھوڑی رات باقی تھی کہ حضرت شیخ محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ پہنچے اور شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ باہر تشریف لائے باہم ملاقات ہوئی اور بعد وضو درمیان سُنّت و فرض نماز فجر حضرت شیخ کو بیعت سے مُشرّف فرمایا اور حاضرین کو حلوا تقسیم کیا۔

اربعین

بعدہٗ حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم سے جس کا

نام مجاہد تھا فرمایا کہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر گوشہ میں بیٹھو اور دیکھو کہ شیخ محب اللہؒ کی استعداد کس نبی کی ولایت سے مناسبت رکھتی ہے تاکہ اُس کے موافق تربیت کی جائے۔ خادم محرم اسرار نے جب شیخؒ کی طرف توجہ کی تو معلوم ہوا کہ استعداد شیخؒ **ولایت موسوی** سے مناسبت رکھتی ہے۔ واقعی کیفیت مُرشد سے عرض کی۔ مُرشد نے حضرت شیخؒ کو شغل نفی و اثبات اور اسم ذات با نگاہداشت برزخ شیخ تلقین فرما کر اربعین کا حکم فرمایا۔ ہنوز چلہ تمام نہ ہوا تھا کہ ایک روز پیر مُرشد نے حجرہ کے دروازہ پر آکر آواز دی۔ اے محب اللہ۔ دیر کے بعد شیخؒ نے جواب دیا۔ محب اللہ کُجا است۔ پیر مُرشد نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا کام ہو چکا اب چلہ پورا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ اس اربعین میں حضرت شیخؒ کے قلب مصفےٰ پر اس قدر صفائی ظاہر ہوئی کہ مشکلات علوم غامضہ جو لاینحل تھے حل ہو گئے اور تجلّیات ملکوتیہ و جبروتیہ کا ورود ہوا۔ لیکن تجلّی ذات لاکیف شیخؒ کو اس چلہ میں حاصل نہ ہوئی تھی اور

شیخؒ جویاں عین تجلّی ذات کے تھے۔

خطرہ وانکشاف

مُرشد نے چاہا کہ خرقۂ خلافت عطا فرمائیں۔ شیخؒ کے دل میں یہ بات گذری کہ جو مقصود اس راہ کے طالبانِ حقیقی کا ہے یعنی شہود ذات لاکیف۔ اُس سے میں اب تک مشرّف نہیں ہوا۔ میرے مُرشد نے مجھ میں کیا دیکھا کہ پیروں کی خلافت کے لئے پسند فرمایا۔ اِس لئے کہ طالب محض تجلّیات صوریہ ومعنویہ کے حصول سے جو ملکوت وجبروت سے تعلّق رکھتی ہیں خلافت کے لائق نہیں ہوتا۔ اس منصبِ جلیل کے سرمایہ کی قابلیت جس چیز سے ہوتی ہے اب تک مجھے حاصل نہیں ہوئی۔

پیر مُرشد کو آپ کے اس خطرہ پر انکشاف ہوا۔ اُسی وقت خرقۂ خلافت آپ کو پہنایا اور توجّہ باطنی آپ کی طرف منعطف فرماکر فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھایا اُس وقت تجلّی لاکیف نے آپ کے دل پر جلوہ فرمایا۔ یہانتک کہ آپ ضبط نہ کرسکے۔ چلّا اُٹھے اور

عرض کی کہ یا حضرت بس کیجئے۔ اس سے زیادہ استعداد اور حوصلہ
اِس مشاہدہ کا نہیں ہے پھر پیر مرشد نے توجہ فرمائی جس سے صحت
اور تمکین کا مرتبہ حاصل ہوا اور آپ مغلوب الحال نہ ہوئے۔

حالاتِ قیامِ گنگوہ

حضرت شیخ محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کتاب
مناظر میں کچھ حالات اپنے زمانہ قیام گنگوہ شریف کے تحریر فرمائے
ہیں جو بغرض آگاہی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔
میں ایک دن بعد نماز فجر لوگوں کے ساتھ ذکر بالجہر کر رہا تھا
اثنائے ذکر میں جو کواکب ثلاثہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ
وسلامہ علیہ پر ظاہر ہوئے تھے عالمِ ملکوت میں مجھ پر منکشف ہوئے
جب میں نے پیر مرشد کی خدمت میں عرض کی کہ کواکب ثلاثہ
کس عالم میں حضرت خلیل اللہ پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آپ نے
فرمایا عالمِ ملکوت میں۔ میں نے اللہ جلّ شانہٗ کا شکر ادا کیا۔ اس سے
پہلے قرآن پاک کی اس آیت میں اس قصہ کو پایا تھا۔ کَذٰلِکَ نُرِیٓ

اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ایک روز اثنائے ذکر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام وارواح کا نزول جس مقام سے ہوتا ہے اُس کا انکشاف مجھ پر ہوا۔

ایک روز اثنائے ذکر میں ایسا معلوم ہوا کہ میں ایک بلند چبوترہ پر بیٹھا ہوں۔ ناگاہ ایک شخص چبوترہ کے نیچے آکر کھڑا ہوا اور سلام کرکے نہایت عاجزی سے کہنے لگا کہ میں تم سے فصوص الحکم (جو اُس کے بغل میں تھی) پڑھوں گا اور تم سے فائدہ حاصل کروں گا جب میں نے پیر مُرشد کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔ حضرت شیخ رح نے اپنی کتاب میں اُس بات کو جو مُرشد نے جواب میں فرمایا تھا ظاہر نہیں کیا۔

ایک رات ذکر کی حالت میں مجھے معلوم ہوا کہ میری طرف اشارہ کرکے ایک شخص کہہ رہا ہے کہ اِس کو پانچ پانچ دو۔ جب میں نے اس واقعہ کو اپنے پیر مُرشد کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا انشاءاللہ تم پر حضرات خمسہ مکشوف ہوں گے حالانکہ اُس وقت میری حالت یہ تھی کہ مجھے ایک کی بھی خبر نہ تھی۔

شرح فصوص فارسی فص اسحاقی میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر
فرمایا ہے کہ میں نے ترجمۃ الکتاب میں حضرات خمسہ کی تفصیل مشرح
بیان کی ہے اور اُن کے اسماء اس طرح تحریر فرمائے ہیں۔ حضرۃ الشہود
حضرۃ المثال۔ حضرۃ الربوبیت۔ حضرۃ الالوہیۃ۔ حضرۃ الغیب المطلق
اِس سے معلوم ہوا کہ حسب ارشاد پیر مُرشد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ
پر حضرات خمسہ بعد کو مکشوف ہوئے۔

ایک رات جبکہ میں ذکر کر رہا تھا نار موسیٰؑ کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہوئی۔
ایک رات نفی و اثبات بالجہر کر رہا تھا کہ مجھ پر اس طرح وقت مستولی
ہوا کہ آکا اللہ کی ضرب بے موقع پڑتی تھی اور فقیر لاحول ولا قوۃ
الا باللہ کہتا تھا۔ اِن واقعات کو بھی حضرت شیخ رح نے اپنے پیر مُرشد
کی خدمت میں عرض کرنا ظاہر فرمایا ہے لیکن جواب اپنے مُرشد کا
تحریر نہیں فرمایا جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ رمز کی باتیں اکثر عوام
پر نہیں ظاہر کی جاتیں جس پر گذرتی ہے وہ خود سمجھ لیتا ہے۔
آگے تحریر فرمایا ہے کہ جب میں اپنے وطن آیا ایک رات مجھے
کچھ انکشافات ہوئے اور اب تک پورا افاقہ نہ ہوا تھا کہ ایک بزرگ

مشائخ سلسلۂ عالیہ چشت سے تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا
کہ فلاں کشف کیسا ہے؟ فقیر نے کہا یہی جو ابھی گذرا اُن بُزرگ نے
فرمایا ٹھیک ہے اور تشریف لے گئے۔ واقعہ نگار کہتا ہے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ حضرات مشائخ سلسلۂ عالیہ چشت کی روحانیت
سے ہمیشہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ مستفید ہوتے رہے ہیں۔ یا اللہ ہماری طرف
بھی اِن حضرات رحمۃ اللہ علیہم کی روحانیت کو متوجّہ فرمادے۔
انک انت الوھاب۔

حضرت شیخ رحمۃ نے اپنی ایک تصنیف میں ایک جگہ پر تحریر فرمایا
ہے کہ جب میں اپنے پیر مُرشد کی خدمت میں حاضر تھا تو میں نے
حضرتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی محویت کے عالم میں
دیکھا کہ مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے پیر مُرشد میرے نائب ہیں۔
ایک روز میں نے دیکھا کہ ایک عورت حسینہ وجمیلہ میرے سامنے
آئی۔ اُس کی خوبصورتی سے میں دنگ ہوگیا کیونکہ میں نے ایسا حُسن و
جمال دلکش کبھی نہ دیکھا تھا۔ سوانح نگار کہتا ہے کہ شاید نفس یا دُنیا
کی صورت مثالی ہو جو اپنی طرف متوجّہ کرنا چاہتی ہو۔ مگر رسول اللہ

کا مقبول اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کا نوجوان حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے متبع سُنّت سے جز زینت رکھنے والا
کب ایسی صورتوں کو خیال میں لاتا۔ **شعر**

حور بر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا ۔۔۔ سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شیونات الٰہی میں سے کسی خاص شان کی
تجلّی ہو جو ارباب معارف پر مخفی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت شیخ رحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب میں چلّہ میں بیٹھایا گیا تو
دن رات میں کئی مرتبہ میرے پیر مرشد دولت خانہ سے میرے حجرہ
میں تشریف لاتے تھے۔ جب چلّہ سے مجھ کو نکالا مجھے خرقہ پہنایا اور
عمامہ سر پر رکھا تو اُن تمام چیزوں کی اجازت عطا فرمائی جو میرے
مُرشد کو اپنے شیخ سے سلاسل اربعہ میں ملی تھیں۔

بعض کتب میں تحریر ہے کہ جب شیخ رح اپنے مُرشد کے یہاں سے
رُخصت کئے گئے تو اکثر مریدین نے جن کا قلب صاف نہ تھا
حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ محب اللہ
کو اِس قدر قلیل مُدّت میں تمام مراتب طے کرا کر خلافت بھی حضور نے

عطا فرمادی۔ ہم لوگ مُدّت سے آستانہ پر جبہ سائی میں مصروف ہیں اور اب تک روزِ اوّل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نہیں جانتے کہ محب اللہ رح کون ہیں۔ میں نے اُن کے ساتھ کچھ نہیں کیا اُن کی تمام تکمیل اور سب استعداد پوری تھیں۔ میں نے صرف یہ کیا کہ دیا سلائی لگا کر اُن کو روشن کر دیا۔

مراجعت بوطن

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ بعد تکمیل مرشد کی اجازت سے میں اپنے وطن صدر پور آیا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے **ترجمۃ الکتاب** کی تالیف کا زمانۂ قیام گنگوہ میں جب کہ عجائب وغرائب واقعات پیش آرہے تھے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مجھ کو حکم ہوا۔ میں نے اپنے مُرشد سے عرض کیا تو میں جو سمجھا تھا وہی شیخ رح نے بھی فرمایا۔

ترجمۃ الکتاب شیخ رح کی پہلی تصنیف ہے جس کو حق تعالیٰ کے حکم سے شیخ رح نے تصنیف کی ہے اُس میں آیاتِ قُرآنی کے مطالب

شیخ رح نے بیان فرمائے ہیں۔ انفاس الخواص بھی شیخ رح کی اعلیٰ تصانیف سے ہے جو فصوص الحکم کے طرز پر شیخ رح نے تصنیف کی ہے۔ قرآن و احادیث سے وحدۃ الوجود کے مسائل آپ نے استنباط فرمائے ہیں اور اسی کتاب میں آپ نے **شجرۂ طریقت** تحریر فرمایا ہے جو بجنسہ حسب ذیل ہے۔

مثال صابریہ چشتیہ

واجازنی بما اجازلہ شیخہ نظام الدین بن عبد الشکور

ولہ شیخہ جلال الدین بن محمود	ولہ شیخہ عبد القدوس بن اسمٰعیل الحنفی
ولہ شیخہ محمد بن عارف	ولہ شیخہ ووالدہ عارف بن احمد عبد الحق
ولہ شیخہ والوہ احمد عبد الحق	ولہ شیخہ جلال الملۃ والدین
ولہ شیخہ شمس الدین الترک	ولہ شیخہ علی الصابر
ولہ شیخہ وخالہ فرید الحق والدین مسعود	ولہ شیخہ قطب الملۃ والدین
ولہ شیخہ معین الملۃ والدین	ولہ شیخہ عثمان الهارونی
ولہ شیخہ حاجی شریف الزندنی	ولہ شیخہ مودود الچشتی

ولہ شیخہ وابوہ ابو یوسف الچشتی ولہ شیخہ وخالہ ابو محمد بن احمد الچشتی
ولہ شیخہ ابی احمد ابدال الچشتی ولہ شیخہ ابو اسحاق الشامی
ولہ شیخہ ممشاد الدینوری ولہ شیخہ ہبیرۃ البصری
ولہ شیخہ حذیفۃ المرعشی ولہ شیخہ ابراہیم بن ادہم
ولہ شیخہ فضیل بن عیاض ولہ شیخہ عبد الواحد بن زید
ولہ شیخہ ابو سعید حسن البصری ولہ شیخہ علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ
ولہ شیخہ ونبیہ المبعوث الی کافۃ الجن والانس افضل الخلق
احمد المجتبے محمد المصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ولہ ربہ الہادی لا الہ الا ھو

مثال چشتیہ نظامیہ بتوسط شیخ احمد شہاب رحمۃ اللہ علیہ

وایضاً اجازنی بما اجازنی الشیخ عبد القدوس الحنفی شیخہ درویش قاسم الاودھی
ولہ شیخہ وعمہ سعد الملۃ والدین ولہ شیخہ وابوہ فتح اللہ النظام بداؤنی
ولہ شیخہ صدر الملۃ والدین احمد شہاب ولہ شیخہ نصیر الملۃ والدین الاودھی
ولہ شیخہ نظام الملۃ والدین البداؤنی المشتہر بسلطان المشائخ والاولیاء
ولہ شیخہ فرید الحق والدین واصلا الی الرب الہادی علی ما عرفت

مثال سہروردیہ بتوسط جلال الدین بخاری

وایضاً اجازنی بما اجازیہ للشیخ درویش القاسم الاودھی
شیخہ بدھن البھسرائچی ولہ شیخہ سید اجمل
ولہ شیخہ سید جلال الحق والدین البخاری ولہ شیخہ نصیر الملۃ والدین الاودھی
واصلا الی الرب الھادی علی ما عرفت

مثال سہروردیہ بتوسط سید جلال الدین بخاری

وایضاً اجازنی بما اجازیہ للشیخ السید البخاری شیخہ رکن الدین ابوالفتح
ولہ شیخہ والدہ صدر الحق والدین محمد ولہ شیخہ والدہ بھاء الحق والدین ابوبکر زکریا الملتانی
ولہ شیخہ شہاب الحق والدین السہروردی المشتہر بشیخ الشیوخ
ولہ شیخہ وعمہ ضیاء الدین ابو النجیب عبدالقاہر ابن عبداللہ السہروردی
ولہ شیخہ وعمہ وجیہ الدین ابوحفص عمر والسہروردی ولہ شیخہ محمد عبداللہ
ولہ شیخہ احمد اسود الدینوری ولہ شیخہ ممشاد الدینوری
ولہ شیخہ ابوالقاسم جنید البغدادی ولہ شیخہ وخالہ سری السقطی

ولہ شیخہ معروف الکرخی ولہ شیخہ داؤد الطائی
ولہ شیخہ حبیب العجمی ولہ شیخہ ابو سعید حسن البصری
واصلا الی الحق الھادی علی ماصر

مثال سہروردیہ بتوسط اخی فرح زنجانی

والیضاً اجازنی بما اجازبہ للشیخ وجیہ الدین ابو حفص عمر والسہروردی
ولہ شیخہ اخی فرح الزنجانی ولہ شیخہ ابو العباس النہاوندی
ولہ شیخہ ابو عبد اللہ بن خفیف ولہ شیخہ ابو محمد رویم
ولہ شیخہ ابو القاسم جنید بغدادی واصلا الی الحق الھادی علی ما مضی

مثال سہروردیہ وقادریہ بتوسط حضرت عبیدہ غیثی

والیضاً اجازنی بما اجازبہ للشیخ جلال البخاری شیخہ محمد ابن عبید الغیثی
ولہ شیخہ وابوہ شمس الدین عبید بن فاضل ولہ شیخہ وابوہ ابو المکارم فاضل ابن عبیدہ الغیثی
ولہ شیخہ قطب الدین ابو الغیث بن جمیل ولہ شیخہ شمس الدین علی ابن افلح
ولہ شیخہ شمس الدین علی الحدّاد ولہ شیخہ قطب العالم محی الحق

والشرع والدین عبد القادر بن ابی صالح موسےٰ بن یحیےٰ
الزاهد الحسنی والحسینی الجیلانی وله شیخه علی بن مبارک المخزومی
وله شیخه ابو الحسن علی بن محمد المقدسی الهکاری وله شیخه ابو الفرح
الطرطوسی وله شیخه ابو الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز الیمنی
وله شیخه والبوه عبد العزیز وله شیخه ابوبکر محمد الشبلی وله شیخه ابو القاسم
جنید البغدادی واصلا الی الحق الهادی

مثال جمیع سلاسل متداولہ بین المشائخ

وایضاً اجازنی بما اجازبه للشیخ العارف البخاری مشائخ الطبقات
کلهم رضی الله تعالےٰ عنهم واصلا الی الحق الهادی بواسطة النبی
القرشی الهادی الامی المکی المدنی محمد صلی الله علیه وسلم

مرشد کا الہ آبادی فرمانا

شعبۂ سویم نہر دویم لجۂ سوم کتاب بحر زخار میں تحریر ہے کہ چلہ سے نکلنے
کے بعد شیخ رح اپنے پیر مرشد کے خدمت میں چند روز حاضر رہے تو

پیر مُرشد کی زبانِ اقدس سے اکثر شیخ محب اللہ الہ آبادی نکلا کرتا تھا۔ اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ خود پیر مرشد نے حضرت شیخ کو الہ آباد کے صوبہ کا صاحب ولایت فرما کر الہ آباد جانے کی ہدایت بھی فرمائی تھی۔

شیخ رح کا صدر پور سے سفر

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن صدر پور پہونچ کر کچھ روز بعد وہاں اپنا قیام مناسب حال نہ جان کر توکّل و تجرید کی بنا پر حسبِ ہدایت اپنے مُرشد کے سفر اختیار فرمایا۔ قصبہ رُدولی میں حضرت مخدوم عالم شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہو کر اُن کی رُوحانیت سے بشارت و نوازش حاصل کی۔ یہاں سے بھی آپ کے قطب و صاحب ولایت الہ آباد کئے جانے کا اشارہ ہوا۔

صاحب مراۃ الاسرار سے ملاقات

شیخ عبدالرحمٰن چشتی صاحبِ مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ جس وقت

شیخ محب اللہ رح قطب ابدال شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ
کے مزار پُرانوار سے مشرّف ہوئے فقیر بھی وہاں حاضر تھا حضرت
شیخ رح میں نہایت عمدہ خصلتیں دیکھ کر میں اُن کا شیفتہ ہوگیا۔ دربار
قطب ابدال سے حصول اجازت کے بعد میں بھی شیخ رح کے ہمراہ ہولیا حضرت
شیخ رح نے میری درخواست پر انتہای شفقت و مہربانی فرماکر فقیر
خانہ پر تشریف لانے سے انکار نہیں فرمایا۔ سید عبدالحکیم ٹپنوی بھی
اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

صاحب سجادہ مانکپور کا نذر پیش کرنا

حضرت شیخ رح جب مانکپور پہونچے تو مزارِ اقدس حضرت شیخ حسام الدین
اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے۔ شاہ جلال الدین سجادہ نشین کو
بہ اشارہ باطن مزارِ اقدس سے ارشاد ہوا کہ شیخ محب اللہ رح کے سر پر
عمامہ باندھو اور نقد مبلغ دو روپیہ بطور نذر پیش کرو۔ چنانچہ سجادہ نشین
صاحب نے تعمیلِ ارشاد کی شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے عمامہ زیب سر فرماکر
روپیہ قبول کر لئے اور وہاں سے جانب الہ آباد روانہ ہوئے۔

حالات قیام الٰہ آباد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہ آباد پہونچ کر حضرت شیخ رح نے شہر کی پرانی و نئی آبادی کے درمیان
ب دریائے جمنا بلند، وصاف جگہ پسند فرما کر قیام فرمایا اور ہدایت
لق میں مصروف ہوئے۔ پہلے فقر و فاقہ اور نہایت عسرت کی
لت پیش آئی مگر آپ نے بہت استقامت وصبر اختیار فرمایا
ماں تک کہ ایک عالم آپ کا گرویدہ ہوگیا اور فتوحات کا دروازہ
ل گیا حقائق و معارف کے بیان میں آپ کو پوری دستگاہ حاصل
ی جو لوگوں کے دلوں میں نہایت اثر کرنے والی تھی۔ اکثر علماء جو
شرب ارباب توحید سے منکر تھے آپ کے فیض صحبت سے آپ
کے ہم مشرب ہوگئے اور جس طرح حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ اکبر کہتے ہیں اسی طرح حضرت شیخ رح کا لقب شیخ کبیر ہوا۔

معاصرین حضرت شیخ رح

علامۂ محمود جونپوری مصنف شمس بازغہ (منطق و فلسفہ کی درسی کتاب)

اور حضرت علامہ مولانا عبدالرشید صاحب خانقاہ رشیدیہ جونپور و
مصنف کتاب رشیدیہ (علم مناظرہ کی درسی کتاب) حضرت شیخ احمد
سرہندی عرف مجدد الف ثانی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
حضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی گنگوہی۔ حضرت شیخ کبیر عرف بالا پیر
حضرت شیخ جلال بخاری۔ میر نعمان اکبر آبادی۔ حضرت سید ناصر ابوالعلا
اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ وغیرہ آپ کے ہم زمانہ تھے۔ ملا محمود جونپوری
اور مولانا عبدالرشید صاحب وغیرہ سے دربارۂ مسائل کلی طبعی اور
وجود مطلق حضرت شیخ رح سے بحث و مباحثہ بھی ہوا ہے جس کا تذکرہ
مکتوبات شیخ رح اور دیگر کتب میں پایا جاتا ہے۔

وجہ لقب شیخ کبیر

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ قائلین وحدۃ الوجود کے امام و مقتدا
اور علم شریعت و حقیقت کے ماہر شیخ محی الدین ابن عربی تھے جن کا
لقب شیخ اکبر رح تھا۔ اسی طرح حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی جامع علوم
ظاہری و باطنی و ماہر آیات و احادیث و واقف اسرار شریعت و حقیقت

تھے۔ شیخ اکبر کی ذات سے آپ کو بلحاظ انکشافات و مناظر اور ملاحظ
گانیت و اتحاد تھا۔ جیسا کہ شیخ اکبرؒ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ذات عالی سے ہمیشہ فیضانِ علوم ہوتا تھا ویسا ہی حضرت شیخؒ
بھی۔ اور شیخ اکبرؒ کی طرح آپ بھی عامل بالکتاب والسنّت تھے۔ جن
ن مضامین میں شیخ اکبرؒ کی تصانیف ہیں اُنھیں مضامین میں حضرت
یخ کبیرؒ کی بھی تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً فصوص الحکم کی طرز پر آپ
کتاب انفاس الخواص اور فتوحات کے ڈھنگ پر آپ کی کتاب
بادات الخواص ہے جس میں آپ نے ارکان اسلام کے ظاہری و
طنی احکام و اسرار و دقائق بطرز جدید بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح بہت سی
نا بیں شیخ اکبرؒ کی تصانیف کے مماثل مضمون میں حضرت شیخ کبیرؒ کی بھی
ئی جاتی ہیں۔ بعض بعض جگہ آپ نے کسی تصوّف کے مسئلہ کو لکھنے کے
د تحریر فرمایا ہے کہ میں نے اِس مضمون کو اس طرح لکھا لیکن جب فصوص الحکم
توحات میری نظر سے گذریں تو اِن مطالب کو باہم متحد پایا۔ اِس سے
اہر ہے کہ شیخ کبیرؒ و شیخ اکبرؒ کے ملہمات باہم متماثل ہیں۔ اکثر دلائل
ید جو شیخ اکبرؒ نے بیان فرمائے ہیں آپ نے اُن کے علاوہ نئے دلائل

قرآن واحادیث سے استخراج فرمائے ہیں جو ضخیم جلدوں میں موجود ہیں
اِن خصوصیات کے علاوہ بہت سی خصوصیتیں اور بھی ہیں جن کو
بوجہ طوالت تحریر نہیں کیا جاتا۔ انھیں وجوہات سے آپ کا لقب
شیخ کبیرؒ ہوا ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار وغیرہ لکھتے ہیں کہ آپ کی تصانیف حقائق و
توحید میں بہت ہیں اور دقائق کا خزانہ اور حقائق الٰہی کا گنجینہ ہیں جن کے
دیکھنے سے آپ کا صریح اجتہاد مشرب صوفیہ اہلِ صفا میں ثابت ہے
اسی سبب سے شیخ محی الدین ابن عربی کو شیخ اکبرؒ اور آپ کو شیخ کبیرؒ
کہتے ہیں۔ یہ بھی صاحب مراۃ الاسرار نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کبیرؒ کا قول
ہے کہ اِس قدر کثیر تصانیف جو علم تصوّف میں میں نے لکھی ہیں سب
بغیر مطالعہ کسی کتاب کے میں نے تحریر کی ہیں۔ یہ فیض میرے
مُرشد کا ہے کہ پہلے ہی دن جب کہ میرے مُرشد نے کلمۃ الحق لا الٰہ
الا اللہ محمد الرسول اللہ مجھ کو تلقین فرمایا اُس کی برکت سے
انشراح صدر ہو گیا اور اتنی کتابیں میں نے لکھ
ڈالیں۔

معترضین شیخؒ پر صاحب اقتباس الانوار کی رائے

صاحب اقتباس الانوار وغیرہ نے لکھا ہے کہ شیخ محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ
عارف ۔صاحبِ اسرار۔ اور فارغ خواطر اغیار۔ ومحافظ دقائق طریقت۔
و آدابِ شریعت تھے۔ جو شخص آپ پر معترض ہوتا ہے اور آپ کے
طریقہ کو پسند نہیں کرتا دراصل وہ خود علمِ حقائق سے بے بہرہ ہے کیونکہ
آپ کی باریک باتیں جب اُس کے سمجھ میں نہیں آتیں تو مجبوراً انکار
کرتا ہے اور اپنی جہالت وخطا کو نہیں سمجھتا۔ آپ کے کمالات سے
اظہر من الشمس ہیں انکار کرنا چمگادڑ کی طرح آفتاب کی نورانیت
سے انکار کرنا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

صاحب خزینۃ الاصفیاء کی رائے

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ شیخ محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ
کار بروقت خود بود بغایت بزرگ و باخدا۔ و توجہ وے بر بیماران

بغایت موثر بودے۔ و در علوم ظاہری گوے سبقت از علماء وقت
بردہ و تصانیف بسیار داشت و کتاب شرح فصوص از عمدہ تصانیف
وے است۔

ذکر مریدین حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے علم وفضل کا شہرہ تمام عالم میں ایسا پھیلا کہ ہر چہار طرف
سے لوگ مشتاقِ زیارت ہو کر دور دراز سے سفر اختیار کر کے حاضر
ہوتے تھے اور آپ کے صحبت بابرکت سے فیض حاصل کرتے تھے۔
اور آپ کے مریدیں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں مشہور خلیفہ و مریدین
کا ذکر ذیل میں درج کتاب ہذا کیا جاتا ہے۔

ذکر مختصر حضرت مولانا قاضی گھاسی رحمۃ اللہ علیہ

مرید و خلیفہ

سب سے پہلے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے جن صاحب نے بیعت
کی وہ عالم صوری و معنوی حضرت مولانا قاضی گھاسی علیہ رحمۃ اللہ

الحسیب الحصنی ہیں۔ آپ بڑے بزرگ صاحب نجستہ شمائل اور حمیدہ خصائل وعلماء وقت سے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار قاضی داؤد علیہ رحمۃ اللہ الودود الہ آباد کے منصب قضا پر متعین تھے۔ اور بڑے دولتمند تھے۔ مولانا قاضی گھاسی تحصیل علم کے بڑے شائق تھے آپ کی عمر تخمیناً چودہ سال کی تھی اُسی وقت سے آپ راہ معرفت و حقیقت کے جویاں تھے۔ ایک روز کسی مشکل مسئلہ میں اُستاد سے بحث چھڑ گئی مگر آپ کو تسکین خاطر نہ ہوئی۔ جس سے بے انتہا حزن و ملال آپ پر طاری تھا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے یہ مسئلہ اس اُستاد سے حل نہو گا۔ ایک شخص دریاے جمن پر اس صورت و شکل کا مقیم ہے جاکر اُس سے ملو۔ آپ نے یہ خواب اپنے اُستاد سے بیان کیا۔ اُستاد نے کہا اس زمانہ میں جونپور معدنِ علم ہے وہاں جاؤ۔ چنانچہ آپ نے جونپور جانے کا قصد کیا مگر کسی وجہ سے نہ پہونچ سکے۔ واپسی میں اتفاقاً دریاے جمن پر اُس جگہ گذر ہوا جہاں شیخ تشریف فرما تھے۔ آپ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حلیہ خواب میں دیکھا تھا وہ بعینہ شیخ کا پایا۔ اس لئے حضرت کی زیارت سے آپ کو مسرتِ قلبی حاصل ہوئی

اپنا سر مبارک آپ کے قدموں پر رکھا اور بعد قدمبوسی وہ مسئلہ پیش کیا
آپ نے اس خوبی سے سمجھایا کہ قاضی صاحب کو پوری تسکین ہو گئی
اور آپ نے حضرت شیخؒ سے مرید ہو کر بہت ریاضت و مجاہدہ فرمایا یہاں تک
کہ مشاہدہ کے مرتبہ تک پہونچ گئے۔

قاضی صاحب پر اکثر استغراق غالب رہتا تھا۔ لوگوں سے اکثر فرمادیا
کرتے تھے کہ تین روز تک فقیر کو سکتہ ہوگا مردہ سمجھ کر تجہیز و تکفین نہ کردینا
ایک دفعہ اکیس روز تک آپ استغراقی حالت میں رہے اور لوگوں نے
آپ کو اسی کیفیت پر حسب ارشاد رہنے دیا۔ ایک دفعہ آپ نے ارشاد
فرمایا اس دفعہ اگر ایسی حالت ہو تو مجھ کو دفن کر دینا۔ چنانچہ جب آپ
پر ایسی حالت طاری ہوئی تو لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ کا وصال ہو گیا
اور آپ کی تجہیز و تکفین کردی گئی۔ آپ نے علمِ طب نہیں پڑھا تھا مگر جس
مریض کو جو دوا ارشاد فرماتے تھے اُس سے شفا حاصل ہو جاتی تھی لیکن
جس شخص کے لئے آپ شہد و انار تجویز فرماتے وہ جان بر نہ ہو سکتا۔ آپ کے
کشف و کرامات اس قدر ہیں کہ اس موقع پر اُن کا مفصل بیان خالی از
طوالت نہیں۔ اب تک آپ کا فیض اس قدر جاری ہے کہ بڑے بڑے

مشکلات دینی و دنیاوی آپ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہونے سے بفضل خدا حل اور حسب منشاء پورے ہوتے ہیں۔ آپ کا مزار پُرانوار متصل محلہ اٹالہ بی مالیت کا باغ واقع الٰہ آباد مرجع خلائق ہے۔

حضرت مولانا قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا شیخ محی الدینؒ بھی دُرِ یکتاء مثل اپنے والد ماجد کے تھے آپ بھی عالم صوری و معنوی تھے۔ آپ کی ایک صاحبزادی بھی تھیں جو ولیۂ وقت گذری ہیں۔ حسب روایت صاحبِ اقتباس الانوار وغیرہ معلوم ہوا کہ حضرت ملا قطب الدینؒ انصاری شہید سہالوی مورث اعلیٰ علماء فرنگی محل لکھنؤ اولاد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے مکان پر حضور فخر انبیاء جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہونچ کر اول قیام فرما ہوئے تھے مرید حضرت مولانا محی الدین پسر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہما تھے اور اکثر شجروں میں بھی ایسا ہی دیکھا گیا ہے لیکن حضرت مولانا حاجی حافظ صوفی محمد قیام الدین عبدالباری لکھنوی فرنگی محلی انصاری امام الوقت دام فیوضہ نے اپنی کتاب

الباقیات الصالحات فی المسانید والاوائل والمسلسلات میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مولانا قطب الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا قاضی گھاسیؒ سے بیعت تھی واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا محی الدینؒ کا مزار اقدس عثمان پور کنگھر ضلع الٰہ آباد لب دریائے جمن واقع ہے۔ ۲۷ رمضان المبارک کو سالانہ عرس آپ کا ہوتا ہے آپ کے مزار پُرانوار سے بھی لوگ فیضیاب ہوتے رہتے ہیں۔

حال مختصر میر سیّد محمدؒ کبیر قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

مرید و خلیفہ ثانی

کتاب بحر زخار کے شعبہ سویم میں تحریر ہے کہ دوسرے خلیفہ حضرت شیخؒ کے حضرت میر سیّد محمدؒ کبیرؒ قنوجی ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا لقب رسول دار ہے۔ قنوج کے رہنے والے ہیں عالم متبحّر تھے۔ بہت ہی عبادت گذار تھے اور آپ کو تصوّف میں دستگاہ کامل حاصل تھی۔ علماء وقت میں ممتاز تھے۔ بادشاہ عالمگیر کے اُستاد تھے۔ جس وقت شاہجہاں بادشاہ دہلی

قید میں تھے عالمگیر نے اپنے والد ماجد کی دلبستگی کے لئے آپ کو منتخب
کر کے مامور کیا تھا۔ احادیث و تفاسیر و تصوّف میں باہم مذاکرہ اور
ہر وقت علمی مشغلہ رہتا تھا۔ بادشاہ شاہجہاں کو آپ کی صحبت سے
دلچسپی خاص حاصل تھی اور نہایت خوش رہتے تھے۔ چند روز بعد ایک
دفعہ فرمایا کہ میں تم سے بہت خوش ہوں مجھ سے کسی چیز کی خواہش کرو
جہانتک میرے امکان میں ہے تم کو دوں گا اگرچہ اب میرے قبضہ
میں کچھ نہیں ہے۔ آپ نے تین مرتبہ بادشاہ سے قول و قرار لے لیا
اس کے بعد فرمایا عالمگیر کا قصور آپ معاف فرماویں۔ بادشاہ کی
آنکھوں میں آنسو بھر آئے عالمگیر کے عفو تقصیرات کے لئے خدا اور رسولؐ
کو حاضر و ناظر جان کر معافی نامہ لکھ دیا۔ آپ کا مذہب ایثاریہ تھا جو
اپنے نفعوں پر دوسروں کا نفع مقدم رکھتے ہیں۔ لہذا آپ نے عالمگیر
کے نفع کو اپنے ذاتی فائدہ پر مقدم جان کر عالمگیر کو مواخذہ اخروی
سے چھوڑایا۔ جب عالمگیر نے **حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ** کو
قتل کرا ڈالا تو اُس کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ میں نے ایک ولی اللہ
کو قتل کرا دیا ہے دُنیا و آخرت میں کیسے امان پاؤں گا۔ اپنے جرائم گذشتہ

جو پیشِ نظر اور تکلیف دہ ہو رہے تھے اُن کی معافی کے لیے اور اطمینان قلب حاصل ہونے کے واسطے حضرت سیّد صاحبؒ کی خدمت میں درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی کے فُلاں محلّہ میں ایک بھڑبھوجہ ہے جس کے گھر میں ایک مزدور ہے جو بھاڑ جھونکا کرتا ہے اگر وہ دعا کرے تو انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ آدھی رات کو بادشاہ عالمگیر نے اُس کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت گریہ و زاری سے اپنا مطلب ظاہر کیا۔ اُس مزدور ولی کامل نے فرمایا کہ میر صاحبؒ میرے اس پیشۂ مزدوری کو بھی نہ دیکھ سکے۔ خیر انجام کا مالک اللہ ہے۔ اگر تم دہلی میں نہ رہو گے تو باقی تمام عمر تمہاری سلطنت میں گذر جائیگی۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنی تمام عُمر دکن میں بسر کی۔

آپ نے بادشاہ شاہجہاں کا تحریری معافی نامہ بھی اُس وقت عالمگیر کو دے دیا جس سے بادشاہ عالمگیر کو بہت کچھ اطمینانِ قلب حاصل ہوا۔ اور خوش ہو کر چاہا کہ حضرت سید صاحبؒ کچھ سوال کریں۔ بادشاہ کے زیادہ اصرار پر حضرت سید صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے اپنی ذات کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ بادشاہ سلامت کا اصرار ہے تو میرے

شیخ حضرت شیخ محب اللہ آلہ آبادیؒ کی اولاد کے لئے معافی عطاء فرمائی جائے چنانچہ اُس معافی میں جو بعقیدت مندی دارا شکوہ حضرت شیخؒ کی حیات میں اور بعد وصال حضرت شیخؒ اولاد شیخؒ کے لئے بحکم شاہجہاں بادشاہ تفویض ہو چکی تھی اضافہ معافی کیا گیا۔ آپ کے کمالات بہت ہیں جس کے ذکر کی گنجایش اس جگہ نہیں ہے۔ آپ کا مزار پُر انوار قنوج ضلع فرخ آباد میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخؒ کے سجادہ نشینان کا سلسلۂ بیعت حسب ارشاد و وصیت شیخؒ آپ ہی کے توسّل سے جاری و ساری ہے جس کا ذکر مفصّل آیندہ آئے گا اللہم زد فزد۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ حاجی احمدؒ سالج نے تمام عالم کی سیر و سیاحت کرنے کے بعد خرقۂ خلافت پیرانِ چشت حضرت میر سید محمد کبیر قنوجیؒ سے بیعت کر کے حاصل کیا۔ یہ بھی بہت بڑے صاحبِ کمال تھے مُرید ہونے کے بعد قصبۂ سہالی پرگنہ سیلک اودھ میں سکونت اختیار کی۔ آپ سے جڑی بوٹیاں باتیں کرتی تھیں کہ میں فلاں مرض کی دوا و شفاء ہوں۔ اِس بنا پر جو مریض آپ کے پاس

حاضر ہوتا تھا بفضل اللہ جلّ شانہ، صحتیاب ہوتا تھا۔ قصبہ ملاوہ میں ایک مرتبہ آپ نے ایک مُردہ کو زندہ کردیا تھا۔ آپ کا مزار پُرانوار قصبہ سہالی میں ہے۔ اور آپ کی اولاد بھی موجود ہیں۔

سیّد محمدؒ طاہر جو حضرت میر سیّد اجمل صدر جہاں کی اولاد سے ہیں حضرت سید صاحبؒ کے بلا واسطہ مُرید ہیں۔ آپ بھی بڑے بُزرگ و صاحب کمال تھے۔ ایک جلسہ میں قصّہ معراج کی بحث میں نفوذ و عدم نفوذ جسم لطیف و کثیف کے متعلّق گفتگو تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میری کمر میں چادر باندھ کر دونوں سرے ہاتھ میں لے کر کھینچو تو تم کو بلاکسی دلیل کے مشاہدہ ہوجائے گا اور کسی طرح قصۂ معراج میں شک و شُبہ باقی نہ رہ جائے گا۔ چُنانچہ آپ کی کمر میں چادر باندھی گئی اور دونوں سِروں کو پکڑ کر ایک شخص نے کھینچا۔ چادر پوست و استخواں سے گذرتی ہوئی بِلا ضرر باسانی نکل آئی۔ حضرت شاہ سید عبدالرزّاق بانسویؒ کے بعد آپ سے ایسی کرامت سرزد ہوئی۔ آپ کی والدہ میر سیّد علی عاشقاں کی اولاد سے تھیں۔ اور قصبہ سراے میر میں رہتی تھیں آپ کے صاحبزادہ بھی وہیں انتقال کے بعد مدفون ہوئے۔

حال مختصر حضرت مولانا محمدی فیاض رحمۃ اللہ علیہ

مرید و خلیفہ سوم

حضرت مولانا محمدی فیاضؒ بھی عالم ظاہر و باطن اور عارف باللہ فانی فی اللہ تھے۔ طالب علمی کی حالت میں آپ الہ آباد تشریف لائے طبیعت میں ذکاوت نہ تھی اس وجہ سے آپ کے ساتھی طلباء آپ سے مضحکہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے اُستاد نے پڑھانا موقوف کر دیا تھا روتے ہوئے حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے حالات رنج و غم ظاہر کر کے وطن واپس جانے کی اجازت چاہی حضرت شیخؒ نے فرمایا میں تم کو پڑھاؤں گا۔ چند گھنٹے آپ نے نہایت محنت سے پڑھایا مگر مولانا موصوف کی سمجھ میں مضامین نہ آئے رات کو حضور سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی سے آپ پر مراحم ہوئے اور حضور پُر نور نے اپنا لعاب دہنِ مبارک آپ کے دہنِ مبارک میں ڈال دیا۔ پھر کیا تھا تمام علوم آپ کو حاصل ہو گئے۔

آپ نے ایک مسجد پختہ محلہ داراگنج بسکی خورد میں لب دریائے گنگ تعمیر کرائی ہے جو بالکل اسی نمونہ کی ہے البتہ خالی از نقش و نگار ہے اور ایک کنواں پختہ بھی آپ نے موضع بسکی کلاں میں تعمیر کرایا۔ جو کثرت استعمال اور بُعد زمانہ سے اب ڈِلبّہ کنواں کہلاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کا مزارِ اقدس اُسی احاطہ میں حضرت شیخ رح کے مزارِ مبارک کے گوشۂ شرق و جنوب میں ہے مگر نشانِ مزار باقی نہ رہنے سے اس کا صحیح پتہ نہیں چلتا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عقب مسجد بسکی جو مزار پختہ ہے وہی آپ کا مزار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میرے ایک مہربان نے مجھ سے بیان کیا کہ شہزادہ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ دِلرُبا شاہ شہزادہ موصوف کے پیر بھائی تھے اور اپنے پیر مُرشد کے حُکم سے حضرت شیخ رح کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس روایت کی تصدیق کے لئے میں نے کتاب مذکور تلاش کر کے شروع سے آخر تک دیکھا لیکن حضرت دِلرُباشاہ کا تذکرہ جیسا کہ میرے مہربان نے فرمایا تھا کہیں ایک حرف بھی اُس کتاب میں میری نظر سے نہ گذرا ممکن ہے کہ کسی دوسری تاریخی کتابوں

میں ہو۔ بہر حال حضرت موصوف شیخؒ کے معتقد اور خادم آستانۂ فیض کاشانہ تھے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا آبادی میں سکونت اختیار فرمانا

حضرت شیخؒ نے اپنے الہ آباد پہونچنے کے تخمیناً تین سال بعد اپنے اہل وعیال کو صدر پور سے الہ آباد بلوالیا۔ حضرت قاضی گھاسیؒ مُرید و خلیفہ اوّل حضرت شیخؒ نے وہ مقام جہاں حضرت شیخؒ نے لب دریائے جمن سکونت اختیار فرمائی تھی اور جو موضع قریشی پور نئی بستی حال محلہ کیٹ گنج کے نام سے مشہور ہے اُس وقت بوجہ نخلستان ہونے کے وہاں مع متعلقین حضرت کا قیام مناسب حال نہ سمجھا اور حسب تحریک قاضی صاحبؒ حضرت شیخؒ نے محلہ بہادر گنج میں سکونت اختیار فرمائی جو دائرہ حضرت شیخؒ کے نام سے موسوم ہے جس کا مفصّل حال آگے مع وجوہ تغیرات نام دائرہ انشاءاللہ لکھا جائے گا۔

معلوم ہوا ہے کہ آپ کا یہ مکان بالکل اُسی مقام پر تھا جہاں اس وقت سجادہ نشین صاحب موجودہ کی نشست گاہ ہے حضرت شیخؒ

کے الہ آباد میں تین چار سال ہی کے قیام میں آپ کا شہرہ تمام عالم میں پھیل گیا تھا۔ طالبانِ حق دور دراز سے سفر کر کے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ شائقین علوم ظاہری کو درس وتدریس قرآن واحادیث و طالبانِ حق کی تعلیم باطنی اور علماء و فضلاء وقت کی ملاقات اور بحث و مباحثہ کے علاوہ حضرت شیخؒ کا وقت سب عبادتِ الٰہی میں بسر ہوتا تھا۔

خانقاہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

طالبانِ حق و مریدین کی کثرت دیکھ کر اور ضرورت کا احساس فرما کر قاضی داؤدؒ پدر قاضی گھاسیؒ صاحب نے اپنا ایک غیر آباد پختہ مکان حضرت شیخؒ کے نذر کیا جو شیخؒ کی خانقاہ کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ یہ عمارت بالکل اسی مقام پر تھی جہاں اس وقت خانقاہ منہدمہ واقع دائرہ حضرت شیخؒ محلہ بہادر گنج میں ہے اس مکان کے تحت میں آنے سے طالبانِ حق و مریدین اور متوسلین حضرت شیخؒ کے قیام و راحت اور آرام کا کافی سہارا ہو گیا مگر حضرت شیخؒ نے

تاحیات اپنے اُس عمارت میں کوئی ترمیم نہیں کرائی۔ خانقاہ بحیثیت مکان رہی۔

مسجد خام وصدور حکم شاہی

اِس جگہ پر کوئی مسجد نہ تھی اس لئے ایک مسجد خام بنائی گئی تھی جہاں حضرت شیخؒ نماز پنجگانہ باجماعت ادا فرماتے تھے۔ مرزا باقی بیگ اثرؔ منجانب بادشاہ گورنر صوبہ الٰہ آباد ہو کر آیا تو حسب ہدایت دارا شکوہ حضرت شیخؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور حضرت کی فیض صحبت سے مُتاثر ہو کر معتقد و خادم آستانہ فیض کاشانہ بنا رہا ضرورت کا احساس کر کے گورنر مذکور نے از خود تحریک کی جس پر شاہزادہ دارا شکوہ کا فرمان صادر ہوا کہ حضرت شیخؒ کے لئے مسجد پختہ تعمیر کرادی جاوے اور لب دریائے جمن سے قیام گاہ حضرت شیخؒ محلہ بہادر گنج تک وسیع آراضی کا ایک چک بھی حضرت کے نام سے بحکم شاہی تفویض ہوا۔ اور از قسم نقد بطور نذر ماہانہ دارا شکوہ کی طرف سے بذریعہ گورنر صوبہ حضرت شیخؒ کے سامنے پیش ہونے لگا۔

تعمیر مسجد پختہ کا انتظام باہتمام شاہی شروع ہی ہوا تھا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اور لوگ دور دراز ہر دیار و امصار سے جوق جوق آنا شروع ہوئے تو یہ جگہ بھی ناکافی ثابت ہوئی شہنشاہ دہلی بادشاہ شاہجہاں اور شہزادہ ولیعہد داراشکوہ کو جب آپ کے وصال کی خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے براہ عقیدتمندی و ارادت تحریکیں حاکم صوبہ الہ آباد کو فرمان بھیجا کہ حضرت شیخؒ کے پسماندگان کی پرورش کی جاوے۔ اور روضہ حضرت شیخ رح کا تعمیر کیا جاوے۔ روضہ کی تعمیر کے لئے بہت سامان دہلی سے بھی الہ آباد بھیج دیا گیا۔ قبل اس کے کہ آپ کے مزار اقدس پر گنبد یا روضہ تعمیر کرنے کی ڈالی جائے۔ حضرت میر سید محمد کبیرؒ قنوجی و حضرت سید دلرؒ باشاہ قدس سرہٗ مریدین کو بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رح روضہ بنانے کی ممانعت فرماتے ہیں۔ اسی کشمش و پنج میں تھے کہ شب کو خواب میں دیکھا کہ ہر دو حضرات شیخ رح کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ میری قبر علیٰ حالہ رہنے دو۔ چنانچہ محض چبوترہ پختہ بنا کر چھوڑ دیا گیا اور روضہ شریف کی تعمیر ملتوی رہی۔

تعمیر مسجد سنگین اور وسعت عمارت خانقاہ

جو سامان عمارت روضہ کے لئے فراہم ہوا تھا ہر دو حضرات کی رائے کے موافق تعمیر مسجد و خانقاہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں صرف کیا گیا اور باہتمام حضرت دِلرُبا شاہ قدس سرہٗ تکمیل تعمیراتِ مذکورہ عمل میں آئی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پانچ سال کے اندر شاہی مصارف سے مسجد موجودہ اور وسیع عمارت خانقاہ شریف سہ منزلہ بنکر تیار ہوئی - دیوار مسجد پر اشعارِ ذیل ہنوز کندہ ہیں جس کے آخر شعر میں تاریخ تعمیر مسجد ہے۔

یا فتاح

شاہ درویش دوست دار اشاہ ۱ کہ درش قبلۂ دعا آمد

مسجدے ساخت بہر عارف وقت ۲ کاں بنا فخر ہر بنا آمد

دِلرُبا شاہ بود در عرفاں ۳

بحسب ہر کسے باو نرسد ۴ زانکہ فرزند مرتضےٰ آمد

چوں دلِ طالبان ربودہٗ اوست ۵ نام او شاہ دلربا آمد

بظہور آید از کرامت او ۶ آنچہ از جملہ اولیا آمد

در طریقِ ہدایت وارشاد ۷ آں محمدؐ کہ حق نما آمد

چوں ز وارا ے صورت ومعنی ۸ امر خیرے چنیں بجا آمد

سال تاریخ ایں خجستہ مقام ۹ مسجدِ عارفِ خدا آمد

۱۰۹۳ ہجری

شعر نمبر ۲ کا مصرعِ ثانی بوجہ بُعدِ زمانہ مٹ گیا ہے کہ پڑھنے میں نہیں آتا۔ یہ مسجد پتھر کی ہے اور اُس کی شان تعمیر باہتمام شاہی اپنے تعمیر ہونے کا پتہ بزبان حال بھی دے رہی ہے۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے بعض بعض جگہ مرمت طلب ہوگئی ہے۔

مسجد و خانقاہ کی حالت موجودہ

ہر دو عمارت اُس وقت سے برابر بہ تولیت سجادہ نشینان چلی آتی ہے مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت و نمازِ جمعہ و نمازِ عیدین ہوتی ہیں۔ سجادہ نشین صاحب پیش امام ہیں اور محمدؐ یوسف عرف شیخ بُلاقی صاحب خدمت موذنی ادا کرتے ہیں۔ رمضان المبارک میں

نماز تراویح بھی با جماعت ہوتی ہے۔ سجادہ نشین صاحب خود نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن پاک سناتے ہیں۔ ہر چار رکعت نماز کے بعد امام صاحب کا معہ مقتدیان ذکر بالجہر لاالہ الا اللہ کرنا عجب لطف دیتا ہے۔ اور قلوب میں نزولِ انوار کا باعث ہوتا ہے۔ مسجد کی عمارت اسی حیثیت سے ہنوز قائم ہے البتہ جابجا سے اب بہت مرمّت طلب ہوگئی ہے مگر خانقاہ شریف عرصہ تخمیناً سو برس سے بالکل منہدم ہوگئی ہے جس کے انحطاط کے اسباب کا ذکر مفصل حضرت شاہ حبیب اللہؒ اول سجادہ نشین حضرت شیخؒ کے حالات میں آیندہ آوے گا۔

سجادہ نشین صاحب کی عالی ہمتی بابتہ تجدید تعمیر عمارت خانقاہ

خانقاہ شریف جو عرصہ دراز سے ویران اور اینٹ و مٹی و کوڑے کے انبار سے ایک ٹیلہ کی شکل میں ہوگئی تھی۔ مولوی حکیم حافظ شاہ نعمت اللہ صاحب سجادہ نشین نے بصرف کثیر صاف کرایا اور اپنی عہد سجادگی کا پہلا عرس حضرت شیخؒ بحصول برکات اسی منہدمہ خانقاہ میں منعقد کیا اور

بلا خیال امداد غیرے محض بتوکل علی اللہ از سر نو اُس کی تعمیر کرانے کا عزم بالجزم اپنی عالی ہمتی سے فرمایا۔

جلسۂ عرس میں اکثر معتقدان نے از خود کہا کہ اتنی بڑی عمارت کی تعمیر کے لئے صرف کثیر کی ضرورت ہوگی اور عمارتِ مقدسہ کی جلد سے جلد تعمیر ہو جانے کی ہم لوگوں کو آرزو ہے اور یہ بھی تمنّا ہے کہ سجادہ نشین صاحب ہم معتقدان کو محض بغرض حصول ثواب اس کی تعمیر کے صرف میں بطور نذر رقمیں پیش کرنے کی اجازت عطا فرمائیں جناب احمد حسن صاحب تحصیلدار پنشنر نے بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے محض ازراہ عقیدتمندی سو روپیہ سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں بطور نذر پیش کرنے کا ارادہ اُسی جلسۂ عرس میں ظاہر فرمایا۔ سجادہ نشین صاحب نے سب کی اس درخواست پر اُس وقت سکوت فرمایا اور بعد کو جب معتقدان کا اس بارہ میں اصرار زیادہ ہوا تو آپ نے فرمایا مجھ کو کسی سے چندہ لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اللہ میری مدد کرے گا اور انشاء اللہ میں اپنے ذاتی روپیہ سے بلا دوسروں کو تکلیف دئے اس کی تعمیر کراؤں گا جلد تعمیر ہو یا دیر لگے مگر انشاء اللہ حضرت غنچ رہ کی

یہ مقدس یادگار اب تعمیر ہوگی۔ سجادہ نشین صاحب کے اس تامل پر
معتقدان نہایت سرگرمی سے متقاضی رہے کہ بغرض حصول ثواب جو
اپنی خوشی سے شرکت کرے اُس کی دل آزاری نہ کی جائے۔ چنانچہ
سب کے لگاتار اصرار سے تعمیر خانقاہ کے سنگ بنیاد تجدیدی جلسۂ
عام میں رکھے جانے پر سجادہ نشین صاحب رضامند ہوئے۔ اور بذریعہ
اشتہار مطبوعہ تاریخ ۲۴؍ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۱ فروری سنہ ۱۹۲۳ء
روز یکشنبہ کو بوقت ۹ بجے دن جلسہ عام میں تجدیدی سنگ بنیاد رکھے
جانے کا اعلان کیا گیا اور تاریخ و وقت مقررہ پر حضرت مولانا نذیر احمد
صاحب۔ مولوی قاری ولی محمد صاحب۔ مولوی حکیم عبدالحمید صاحب۔
مولوی حکیم سید احسن صاحب سجادہ نشین دائرہ شاہ رفیع الزمانؒ۔ خاں
صاحب ڈاکٹر سید زاہد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ مولوی فریدالدین
صاحب سب جج۔ احمد حسین صاحب تحصیلدار پنشنر۔ مولوی بدرالدین
صاحب ممبر بورڈ۔ محمد خلیل احمد صاحب گرداور اور قانونگوے۔ نواب حمید اللہ خاں
صاحب سربلند جنگ بیرسٹر۔ نواب محمد اللہ خاں صاحب بیرسٹر اور بہت اصحاب معتقدان
سلسلہ و غیر سلسلہ تشریف لائے۔ اوّل قاری صاحب نے باآواز بلند قرآن مجید

کی تلاوت فرمائی بعدہٗ عزیزی سید بشیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
بی۔اے۔انکم ٹکس افسر اور مولانا محمد علی صاحب نامی پروفیسر
میور سنٹرل کالج الہ آباد نے تقریر فرمائی۔جس میں مختصر حال حضرت شیخ
بیان کر کے غرض جلسہ ظاہر کی۔جس پر مولوی حافظ حکیم شاہ نعمت اللہ
صاحب سجادہ نشین نے اپنی مختصر تقریر میں محض بتوکّل علی اللہ عمارت
خانقاہ کی تعمیر کا قصد ظاہر فرمایا اور پھر مجمع عام میں اُسی وقت خان بہادر
حاجی عبدالباقی خاں صاحب و سجادہ نشین صاحب اور مولوی
حاجی محی الدّین صاحب قبلہ مدظلہٗ کے دستِ مبارک سے بُنیاد
تعمیر عمارت مذکورہ رکھی گئی۔

حاضرین جلسہ میں سے جن حضرات نے اپنی خوشی سے عقیدتمندانہ
محض بامید فلاح دارین بطور نذر بمد تعمیر جو کچھ پیش کیا وہ قبول کر لیا گیا
مبلغ دو سو تینتالیس روپیہ بارہ آنے اس جلسہ میں نقد وصول ہوئے
اور مبلغ چار سو سولہ روپیہ کا وعدہ کیا گیا جس میں سے کچھ رقم وصول ہو گئی
اور کچھ ہنوز باقی ہے۔اس کار خیر کے آغاز پر مخالفت بھی ہوئی جس کا
تذکرہ اِس جگہ ناگفتہ بہ اور خالی از طوالت نہیں ہے۔حضرت سعدی علیہ الرحمۃ

نے سچ فرمایا ہے۔ **شعر**

ہُنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است　　گل است سعدیؔ و در چشم دشمناں خار است

دیگر

نور گیتی فروز چشمہ ہور　　زشت باشد بچشم موشک کور

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے خانقاہ شریف کی دیواریں پختہ تعمیر ہو کر اب اس حد تک پہونچ گئی ہیں کہ اگر اُس پر چھت ہو جائے تو اُس کا ایک حصّہ جلد کارآمد ہو سکتا ہے مگر رمضان شریف سے کام تعمیر بوجہ عدم گنجایش سرمایہ بند ہے۔ معتقدان کوشاں ہیں کہ بذریعہ چک رسید سعی وصول زر چندہ کی جاوے مگر وصول چندہ کا باب کھولنا سجادہ نشین صاحب نے ابتدا سے پسند نہیں فرمایا۔ ہاں جن صاحب نے ازراہ عقیدتمندی جو کچھ پیش کیا وہ باندراج چک رسید دے کر لیا گیا ہے اور لیا جائے گا۔

اس وقت تک بمدِّ تعمیر تخمیناً ڈیڑھ ہزار روپیے نقد صرف ہو چکے ہیں اور تخمیناً ایک ہزار روپیہ بابت قیمت اینٹ وغیرہ قرض ہو گئے ہیں اور اس عمارت خانقاہ کی تعمیر کے لئے خرچ کا تخمینہ دس ہزار روپیے

کیا گیا ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ چاہیں گے تو اس کا انتظام کیا دُشوار ہے ۔

مشکلے نیست کہ آساں نشود مرد باید کہ ہراساں نشود

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند کا مضمون انشاءاللہ ہو گا۔ عزم بالجزم اور اُس پر سچا بھروسہ ہونا چاہیئے۔ انشاءاللہ دیر آید درست آید۔ چونکہ یہ ناچیز بھی دل سے کوشاں اور دست بدعا ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ کی یہ مقدّس یادگار جلد تعمیر ہو جائے اِس لیئے سر دست اِس فقیر نے اجراء کام تعمیر کے لئے برائے آمدنی ظاہری یہ خیال کیا کہ یہ کتاب حالاتِ زندگی حضرت شیخ رح طبع کر کے اربابِ ہمّت کے سامنے پیش کرے اور اِس کتاب سے جو نفع ہو وہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ تعمیر ہونے میں صرف ہو اور اپنی اس حقیر محنت کا صلہ سوائے اجرِ آخرت دوسرا ہرگز مقصود نہیں۔

مزار شریف اور احاطۂ مزارِ مبارک

حضرت شیخ رح کے ارشاد کے موافق تعمیر عمارت روضہ ملتوی رہی اور صرف ایک وسیع چبوترہ پختہ بنوا دیا گیا جو اُس وقت سے اب تک ویسی

حیثیت سے موجود ہے - یہ وہی مقام ہے جہاں صدر پور سے حضرت
شیخؒ تشریف لاکر اوّل اوّل کئی سال تک قیام پذیر ہوئے تھے -
اُس وقت یہ جگہ غیر آباد اور نخلستان تھی مگراب آباد ہے - اور مُتّصل
جمنا برج شہر الٰہ آباد کے گوشۂ شرق وجنوب میں بہ محلّہ کیٹ گنج نئی بستی
واقع ہے اور موضع قریشی پور کے نام سے موسوم ہے - ایک وسیع
احاطہ متعلّق مزار مبارک ہے جہاں اولاد شیخؒ جس کو سجادہ نشین صاحب
کی طرف سے اجازت ملتی ہے اب دفن بھی ہوتے ہیں - مگر حضرت شیخؒ
کے وصال کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کو قبرستان عام بنانا منظور نہ تھا
اسی وجہ سے چار پُشت تک اولاد شیخؒ میں یہاں کوئی دفن نہیں کیا گیا -
حضرت شاہ سیف اللہ رحؒ شیخ قدس سرہٗ کے پوتے کا وصال تو دہلی
میں ہوا اس لئے وہاں دفن ہوئے مگر حضرت شاہ تاج الدّین
حضرت شیخؒ کے صاحبزادے کا مزار مبارک محلہ یحییٰ پور میں اور حضرت
شاہ حبیب اللہ اوّل پر پوتے اور اُن کے بیٹے حضرت شاہ غلام محب اللہ
سجادہ نشینان کا مزار اقدس خاص دائرہ واقع محلّہ بہادر گنج میں ہے
اِس سے ظاہر ہے کہ اُس وقت یہ احتیاط مدِ نظر تھی کہ احاطہ مقدسہ

عام قبرستان ہو ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرات موصوف یہاں دفن نہ کئے جاتے اولادِ شیخ رح میں سب سے پہلے حضرت شاہ خلیل اللہ سجادہ نشین شیخ رح کے پائنتی دفن ہوئے ہیں۔ آپ کے بعد خاندان و غیر خاندان کے اور لوگ بھی از راہ عقیدتمندی مزار حضرت شیخ رح کے پائنتی دفن ہونے کے متمنی ہوئے اور منجانب سجادہ نشین جن کو اجازت ملی دفن بھی کئے گئے ۱۸۶۱ء میں سوائے معینہ قبرستان کے ہر جگہ متفرق طور پر مُردوں کے دفن کی ممانعت کی گئی جس کی رو سے قریشی پور کے اس احاطہ میں بھی ممانعت ہو گئی یہ آخر زمانہ حضرت شاہ حبیب اللہ رح دوم سجادہ نشین کا تھا اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے اس احاطہ میں دفن کرنے کے لئے خاص طور پر کوشش کر کے اجازت لی گئی جس میں بڑی طوالت پیش آئی شاہ محمد فضل اللہ رح سجادہ نشین نے اس طوالت کو محسوس فرما کر اس احاطہ کو قید ممانعت سے مستثنیٰ ہونے کی درخواست گذرانی جس میں خاندان و غیر خاندان اصحاب کے بہت سے نام لکھ کر ایک فہرست بھی شامل کر دی جس پر چند عرصہ کی کوشش کے بعد صرف خاندان شاہ حبیب اللہ قدس سرہٗ کے واسطے اجازت دفن سجادہ نشین

صاحب موصوف کو مل گئی جس کا ذکر ایکٹ ۱۵ سنہ ۱۸۸۳ء میونسپلٹی بابتہ
میں بصراحت موجود ہے۔ بعد حصول اجازت اُن لوگوں نے جن کے
نام فہرست مدخلہ میونسپلٹی میں محض حصول اجازت اور اپنا اختیار قائم
رکھنے کی غرض سے درج کردئے تھے اپنے مُردے یہاں دفن کرنے
کا حق سمجھنے لگے مگر حضرت شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ سجادہ نشین نے
تاحیات اپنے اس احاطہ میں کسی کو دفن ہونے کی اجازت مشکل سے
دی اور اگرچہ اس بارہ میں بدنام بھی کئے گئے اور اکثر جھگڑے و
قضیے بھی پیش آئے مگر حضرت موصوف نے بہت سختی سے احتیاط سابق
کو ملحوظ خاطر رکھ کر بدنامی کی کچھ پرواہ نہ کی۔

مزارِ اقدس پر جاروب کشی و اہتمام روشنی وغیرہ بعد وصال حضرت شیخؒ کچھ روز حضرت
سید دُربا شاہؒ خادم خاص حضرت میر سید محمد کبیرؒ قنوجی خلیفہ حضرت شیخؒ نے کیا۔ اور اولاد
شیخؒ جب بالغ ہوئی تو اولاد شیخؒ میں سجادہ نشین کے زیر اہتمام ہوا اور جب
سے برابر سجادہ نشینان کے زیر اہتمام چلا آتا ہے۔ منجانب سجادہ نشین
وہاں سابق میں کوئی مامور نہ تھا اراضی احاطہ روضہ منورہ پراگ والوں کی
کاشت میں دے دی گئی تھی جس پر اُن لوگوں نے مخالفانہ قبضہ

کر لیا تھا۔ حضرت شاہ فضل اللہ رح صاحب نے اپنی عہد سجادگی میں اس کو محسوس کر کے عدالت مجاز سے قبضہ مخالفانہ دور کرا کے اُن کو بیدخل کیا۔ احاطہ روضہ منورہ میں ایک مسجد خام قدیم تھی جو منہدم ہو گئی تھی اُس کو پختہ تعمیر کرایا۔ جس میں شبراتی چوڑی فروش ساکن دارا گنج نے بھی بغرض حصول ثواب روپیے خرچ کئے۔ یہ مسجد ۱۸۷۳ء میں از سرِ نَو پختہ تعمیر ہوئی ہے۔

بوجہ غیر آموری کسی شخص کے احاطہ میں جابجا پر اگوال اور اُن کے جاری غلاظت پھیلاتے تھے اور مویشی پھرا کرتے تھے اس لئے بعد تعمیر مسجد حضرت شاہ فضل اللہ صاحب قدس سرہٗ نے اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ مولوی عظیم الدین صاحب کو خادمانہ حیثیت سے روضہ پر مامور کیا تا کہ مولوی صاحب کے قیام سے مسجد بھی آباد رہے اور ہر قسم کی نگرانی احاطہ و محافظت روضۂ اقدس کی ہوتی رہے۔

مولوی عظیم الدین صاحب نے سجادہ نشین صاحب موصوف کی طرف سے مسجد پختہ سے ملحق ایک مکان پختہ دو منزلہ تعمیر کرایا اور بحیثیت جاروب کشی روضۂ منورہ و امام مسجد تا حیات اسی مکان

میں سجادہ نشین صاحب کی اجازت سے اپنی زندگی بسر کی۔ اس مسجد کے پختہ ہوجانے اور مکان کی تعمیر سے اور نیز بوجہ ماموری خادم کے روضہ شریف پر حاضر ہونے والوں کے لئے ہر قسم کی راحت کا سامان مہیا ہوگیا۔

مولوی عظیم الدین صاحب بڑے متقی و پرہیزگار تھے اور اپنی ساری عمر عبادت الٰہی میں گذاری۔ طالبانِ حق کو درس و تدریس و تعلیم باطنی بھی دیا کرتے تھے بعد وصال سجادہ نشین صاحب کی اجازت سے آپ احاطۂ روضۂ منوّرہ میں مُتّصل مسجد دفن کئے گئے۔

حضرت شاہ فضل اللہ صاحب نے بعد وصال مولوی صاحب موصوف کے طاہر میاں کو بحیثیت خادم مزار اقدس پر مامور کیا جو اُسی مکان دو منزلہ میں رہتے ہیں۔ مزارِ اقدس۔ مسجد اور اُس مکان میں روشنی صفائی اور ہر قسم کا انتظام طاہر میاں کے سپرد ہے اور طاہر میاں مسجد کے امام بھی ہیں۔ نمازِ پنجگانہ و نماز جمعہ و نماز عیدین بھی ہوتی ہے۔

طاہر میاں بھی ذی علم اور صوم صلواۃ کے پابند اور نیک مزاج آدمی ہیں۔ سجادہ نشین صاحب موجودہ نے بھی بوجہ اطاعت و

حُسن خدمات طاہر میاں کی ماموری کو بحال رکھا ہے۔

نام دائرہ پر نیک رائے

یہ جگہ جہاں اس وقت دائرہ ہے ابتدائے زمانہ شیخ رح میں بالکل غیر آباد مقام تھا جہاں قاضی داؤد صاحب رح کا ایک ویران پختہ مکان تھا جو بطور خانقاہ قاضی صاحب موصوف کی طرف سے حضرت شیخ رح کے قبضہ میں آیا جس کا مُفصّل ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے اس مقام کے مُتصل ایک جدید بستی بہادر گنج کے نام سے آباد ہوئی تھی جس کو خانجہاں بہادر لودی افسر فوج شاہی نے آباد کیا تھا مگر ابتدائے حکومت شاہجہاں میں بادشاہ سے بغاوت کر کے افواج سرکاری سے تین سال تک نہایت بہادری اور استقلال سے لڑتا رہا۔ بالآخر مارا گیا۔ لہذا حضرت شیخ رح کے اس مقام پر قیام فرما ہونے سے منجانب داراشکوہ محلہ بہادر گنج اور قرب و جوار کی آراضی حضرت شیخ رح کو بطور معافی تفویض ہوئی اور یہ جگہ دائرہ شاہ محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئی اور بعد وصال حضرت موصوف کے نام نامی کی نسبت میر سید محمد کبیر قنوجی

وسید دلربا شاہؒ و شاہ تاج الدینؒ و شاہ سیف اللہؒ کے زمانہ تک برقرار
رہی۔ شاہ حبیب اللہ اوّل سجادہ نشین کے زمانہ میں اُن کے مریدین
نے دائرہ **شاہ حبیب اللہ** کہنا شروع کیا اور جب سے دائرہ کا نام
تبدیل ہو کر سجادہ نشین وقت کے نام سے موسوم ہوتا رہا۔ یہاں تک
کہ حضرت شاہ خلیل اللہؒ سجادہ نشین کے وقت میں اس بنا پر کہ شاہ
خلیل اللہؒ صرف عبادت الٰہی میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے اور کارکن
دائرہ اُن کے چھوٹے بھائی **شاہ حجت اللہؒ** تھے حتّٰی کہ شاہ خلیل اللہؒ
سجادہ نشین سے بھی کسی کا کوئی کام ہوتا وہ بھی بلاوساطت شاہ
حجت اللہؒ ممکن نہ تھا بدیں وجہ دائرہ **شاہ حجت اللہؒ** کے نام
سے مشہور رہوا۔ بعد وصال شاہ حجت اللہؒ اگرچہ دائرہ کا نام دوسرے
سجادہ نشینان کے نام سے بھی لیا گیا جیسا کہ شاہ فضل اللہؒ صاحب
کے زمانہ سجادگی میں الہ آباد و اضلاع غیر کے اکثر اصحاب سے بسبیل
تذکرہ **فضل میاںؒ کا دائرہ** خود اس فقیر نے سنا ہے مگر شاہ
حجت اللہؒ صاحب کے نام کی نسبت اس دائرہ کے ساتھ دو وجوں
سے ہنوز قائم ہے۔ اوّل میونسپلٹی میں اس نام سے دائرہ درج ہو گیا

دوم یہ کہ بعض حضرات نے جو حضرت شاہ حجت اللہؒ کے سلسلے اولاد سے ہیں۔ شاہ حجت اللہؒ کے نام سے دائرہ کے موسوم رہنے کی مضبوط گرفت کی۔ اور اس نام کے بحال رہنے کی اب بھی ایسی کوشش ہے کہ خانقاہ منہدمہ حضرت شیخؒ کے تجدیدی سنگ بنیاد رکھے جانے پر بایں خیال کہ حضرت شیخؒ کی خانقاہ تیار ہو جانے پر دائرہ کا نام بھی دائرہ شیخ محب اللہؒ پھر نہ مشہور ہو جائے کسی نے جابجا در و دیوار پر بخوب قلم دائرہ شاہ حجت اللہؒ لکھا اور یہ بھی مشتہر کیا گیا کہ یہ خانقاہ شاہ سیف اللہؒ کی ہے بیشک یہ خانقاہ شاہ سیف اللہؒ کی اسی طرح ہے جیسا کہ یہ دائرہ شاہ حجت اللہؒ کہا جاتا ہے۔

مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ حضرت شیخؒ اولیاء اللہ اور مقبول بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت کے نام نامی کی اصل نسبت ضرور باعث خیر و برکت تھی لہذا ذاتی اغراض و نام و نمود کی کوشش کے بجائے اصل نسبت کے برقرار رکھنے میں سعی کی جاوے یعنی بانی دائرہ حضرت شیخ محب اللہؒ کے نام نامی سے دائرہ موسوم رہے۔

اگر ایسا کیا گیا تو سرزمین دائرہ میں جو انوار الٰہی و برکات کا ظہور تھا انشاء اللہ ویسا ہی اب بھی نزول رحمت ہو گا۔ فقیر کی یہ ایک ناچیز رائے ہے جس پر سجادہ نشین صاحب موجودہ اور خاندان و متوسلین حضرت شیخؒ کی توجہ خاص کی ضرورت ہے۔

تصانیف حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کی تصانیف کثرت سے ہیں۔ اِس فقیر کو جو معلوم ہوئی ہیں اُس کی تفصیل اسماء حسب ذیل ہے۔

شرح[۱] فصوص الحکم عربی مسمی بہ تجلیۃ الفصوص۔ انفاس[۲] الخواص عربی۔ ترجمۃ[۳] الکتاب عربی۔ منہیات[۴] ترجمۃ الکتاب عربی۔ رسالہ[۵] تسویہ عربی۔ عقائد[۶] الخواص عربی۔ مغالیط[۷] عامہ۔ مراتب[۸] الوجود۔ رسالہ[۹] سیر الٰہی۔ رسالہ[۱۰] اعانۃ الاخوان۔ شرح[۱۱] تسویہ فارسی۔ شرح[۱۲] فصوص الحکم فارسی۔ طرق[۱۳] الخواص فارسی۔ عبادات[۱۴] الخواص فارسی۔ عبادت[۱۵] اخص الخواص فارسی۔ مناظر[۱۶] اخص الخواص فارسی۔ رسالہ[۱۷] مقدمۃ المعارف مشہور بہفت احکام فارسی۔ غایۃ[۱۸] الغایات فارسی۔ اوراد[۱۹] مجیبی مشہور بہ رسالہ سہ رکنی فارسی۔ رسالہ[۲۰] وجود

مطلق فارسی در تحقیق وجود مطلق۔ [۲۱] رسالہ توحید۔ [۲۲] امالتہ القلوب فارسی۔
[۲۳] مجموعۂ مکاتیب فارسی۔

معلوم ہوا ہے کہ ان کے علاوہ حضرت شیخؒ کی تصانیف اور بھی ہیں جن کا علم فقیر کو نہیں ہے اگر کوئی صاحب براہِ کرم مطلع فرمائیں گے تو آیندہ اشاعت کتاب ہذا میں شکریہ کے ساتھ فہرست تصانیف میں باندراج نام اضافہ ممکن ہے۔

وصال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخؒ نے ۹ رجب المرجب سنہ ۱۰۵۸ ہجری مطابق سنہ ۱۶۴۸ء یوم پنجشنبہ قریب غروبِ آفتاب اِس دار فانی سے عالم جاودانی کو کوچ فرمایا۔ صاحب مخبر الواصلین نے اُس آفتابِ معرفت کی تاریخِ وصال لکھی ہے۔ جو ذیل میں درج ہے۔

قطعہ تاریخ

شیخ عرفان پناہ عالی جاہ   مظہرِ فیض حق محب اللہ

گوہر معدنِ حقائق بود | اخترِ دُرجۂ دقائق بود
سال ترحیل او بہ نیک نسق | گفت قطب الشیوخ مظہرِ حق
۱۰۵۸ھ
مرقدِ اوست در الٓہ آباد | موقعِ فیض منزلِ ارشاد

عُرس شریف

حضرت شیخ رح کے وصال کے بعد سے ہر سال آپ کا عُرس تاریخ ۹ر رجب المرجّب کو دائرہ واقع محلہ بہادر گنج میں منعقد ہوتا ہے جس کا سلسلہ فاتحہ خوانی وغیرہ کا چوتھی رجب المرجّب سے بہ ترتیب ذیل شروع ہوکر ۹ر رجب المرجّب کو ختم ہوتا ہے۔

۴ر رجب المرجّب۔ شب کو روشنی اور حضرت شاہ محمد فضل اللہ رح صاحب کا فاتحہ۔

۵ر رجب المرجّب۔ شب کو روشنی اور فاتحہ حضرت جلال الدین تھانیسری رح

۶ر رجب المرجّب۔ شب کو روشنی اور فاتحہ حضرت خواجہ غریب نواز رح

۷ر رجب المرجّب۔ شب کو روشنی اور فاتحہ حضرت نظام الدین عبد الشکور بلخی رح

۸ رجب المرجب۔ حضرت شیخؒ کے مزارِ اقدس پر بعد نمازِ مغرب روشنی کی جاتی ہے اور فاتحہ ہوتا ہے جس میں معتقدانِ سلسلہ و غیر سلسلہ کا اجتماع ہوا کرتا ہے اور پھر وہاں سے واپسی پر خانقاہ دائرہ میں روشنی اور حضرت ابو سعید گنگوہیؒ پیر و مرشد حضرت شیخؒ کا فاتحہ ہوتا ہے۔

۹ رجب المرجب۔ اوّل وقت افضل العبادت قرآن خوانی و فاتحہ حضرت شیخؒ و بعد نماز ظہر محفلِ سماع اور بعد نماز عصر فاتحہ حضرت شیخؒ اور بعد نماز مغرب درود خوانی اور بعد نماز عشاء پھر فاتحہ حضرت شیخؒ ہوتا ہے۔

علاوہ اِس کے ہر مہینہ کی ۹ رتاریخ قمری کو بعد نماز مغرب درود خوانی نماز عشاء تک ہوتی ہے اور بعد نماز فاتحہ حضرت شیخؒ ہوا کرتا ہے۔
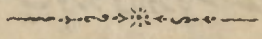
باب دوم

مشتمل بر حالاتِ مختصر اولاد حضرت شیخؒ بالخصوص سجادہ نشینان معہ دستور العمل نسبت سجادگی۔

حالات مختصر اولاد شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخؒ کے حالاتِ زندگی کے سلسلہ میں اولادِ شیخؒ کا مختصر ذکر بالخصوص احوال سجادہ نشینان بھی درج کتاب ہذا کر دینا غالباً بیجا نہ ہوگا بلکہ بغرض واقفیت عامہ اس کی بھی ویسا ہی ضرورت ہے۔ لہذا ذیل میں مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

صاحب اقتباس الانوار نے لکھا ہے کہ بوقت وصال شیخؒ نے ایک لڑکا خورد سال شاہ تاج الدین نامی چھوڑا اور حضرت میر سید محمد کبیرؒ قنوجی اپنے خلیفہ کو وصیت کی کہ شیخ تاج الدینؒ سے جو لڑکا پیدا ہو اُس کا نام سیف اللہ رکھنا اور اُس کو تعلیم ظاہری و باطنی دے کر خرقہ خلافت پیران طریقت پہنانا۔

کاغذات شاہی دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ کی ایک صاحبزادی بھی ہاجرہ بی بی تھیں مگر اس کا پتہ نہیں چلا کہ آپ کہاں منسوب ہوئیں اور آپ کے بطن سے کوئی اولاد ہوئی یا نہیں اور اب اُن سے سلسلہ اولاد باقی ہے یا نہیں۔ اس کی بابت آیندہ اگر کچھ پتہ چلا تو بوقت طبع ثانی مزید حالات بھی درج کتاب کئے جائیں گے۔

حال مختصر شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ تاج الدینؒ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخؒ کے وصال کے وقت تخمیناً دس بارہ سال کے تھے۔ حضرت میر سید محمد کبیر قنوجیؒ وحضرت سید ولربا شاہؒ کے زیرِ نگرانی آپ کی پرورش وتعلیم ظاہری و باطنی ہوئی اور سید صاحبؒ کے آپ مُرید بھی ہوئے تقریباً بیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی اور سال کے اندر ہی ایک اولاد نرینہ پیدا ہوئی جن کا نام حسب وصیت حضرت شیخ سیف اللہؒ رکھا گیا اور بعد تعلیم وتکمیل خرقۂ خلافت پیران طریقت آپ کو عطا ہوا جن کے تفصیلی حالات علیحدہ ہدیۂ ناظرین ہوں گے یہاں

حضرت شیخ تاج الدینؒ کے اور حالات زندگی جو معلوم ہوئے ہیں تحریر کرنا ضروری ہے۔ علاوہ شاہ سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تین اولاد ذکور حضرت شاہ جمال اللہ حضرت شاہ احمد اللہؒ اور حضرت شاہ جعفرؒ اور دو لڑکیاں خوب بی بی اور ملوک جہاں بی بی ہوئیں۔

حضرت شاہ جمال اللہؒ کے اولاد اناث کے سلسلہ سے اس فقیر مصنف کتاب ہذا کو بھی خاندان شیخؒ سے دیرینہ تعلق ہے جس کا مختصر ذکر باب چہارم کتاب ہذا میں کچھ تفصیل کے ساتھ علحدہ لکھا جائیگا۔

حضرت شاہ احمد اللہؒ سے سات پشت تک اولاد کا پتہ چلتا ہے جس کی تفصیل شجرہ میں درج ہے۔ آگے کے حالات کا علم نہیں نہ یہ معلوم کہ اب اس سلسلہ میں کوئی اولاد باقی ہے یا نہیں آیندہ معلوم ہوگا تو طبع ثانی کتاب ہذا کے وقت اضافہ ممکن ہے۔ اسی طرح خوب بی بی کی اولاد کا حال کہ اب بھی کوئی اولاد موجود ہے یا نہیں معلوم نہیں ہوا۔

ملوک جہاں بی بی سے ایک دختر پیدا ہوئی تھیں جن کی شادی حضرت شاہ سیف اللہؒ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ لطف اللہؒ سے ہوئی جن کے سلسلہ اولاد میں مولانا حافظ حکیم حاجی مولوی شاہ محمد حسینؒ

اپنے وقت کے اولیاء کاملین سے گذرے ہیں جن کے حالات اس قابل ہیں کہ اگر لکھے جائیں تو ایک کتاب قابل یادگار مرتب ہو جائے۔ اُمید ہے کہ مولانا حکیم حافظ حاجی شاہ محمدؐ ولایت حسین صاحب خلف الرشید حضرت مولانا موصوفؒ ادھر توجہ فرمائیں گے۔ مگر مولانا موصوف کی ذات ایک انار و صد بیمار کا مضمون ہے۔ آپ بالخصوص مسلمانان الہ آباد کے دُکھ درد میں شریک حال اور معاملہ و مقدمہ مذہبی کی پیروی میں بہ تندہی ایسے مصروف و مشغول رہتے ہیں کہ اکثر اوقات آپ کے آرام و آسائش میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بوجہ عدیم الفرصتی یہ کام کسی دوسرے کے ذمہ فرمائیں گے تو انجام کو پہونچ سکتا ہے۔

حضرت شیخ تاج الدینؒ کی سب اولاد صغیر سن تھیں کہ تخمیناً تیس یا بتیس سال کی عمر میں بعارضہ اسہال عالم جوانی میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار اقدس محلہ یحیٰی پور میں ہے۔ آپ کے بعالم جوانی وفات پانے سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخؒ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا تھا کہ شیخ تاج الدینؒ کی عمر اتنی نہ ہو گی کہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کر سکیں اسی وجہ

سے خرقۂ خلافت اپنے پوتے شاہ سیف اللہؒ اولادِ اکبر کو پہنائے جانے کی وصیت فرمائی تھی۔

دستور العمل خاندان شیخؒ نسبت سجادگی

بوجوہ مذکور الصدر حضرت شیخؒ کے بعد سے اس خاندان کا یہ دستور العمل چلا آتا ہے کہ سجادہ نشین موجودہ اپنی اولاد میں سے اپنے حیات میں ایک کو انتخاب کرکے مرید و خلیفہ کر لیتا ہے اور اجازت طریقت دیدیتا ہے اور بعد وفات سجادہ نشین بروز سیوم مجمع عام میں اُس کی سجادگی کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

حال مختصر حضرت شاہ سیف اللہؒ
سجادہ نشین اوّل حضرت شیخؒ

حضرت شاہ سیف اللہؒ کی عمر شریف تخمیناً دس بارہ سال کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار شاہ تاج الدینؒ کا وصال ہوگیا آپ کی تعلیم ظاہری و باطنی حضرت میر سید محمد کبیرؒ قنوجی نے اپنے پیرومرشد

حضرت شیخ رح کی وصیت کے مطابق خود فرمائی اور بعد تکمیل تعلیم علوم ظاہری و باطنی بیعت سے مشرف فرماکر خرقۂ خلافت پیرانِ طریقت عطا فرمایا آپ بھی مشاہیر علمائے ہندوستان سے ہوئے ہیں آپ کے علم و فضل کا چرچہ تمام عالم میں بہت جلد پھیل گیا تھا۔

کچھ دن مسند ہدایت و طریقت پر آپ جلوہ آرا رہے تھے کہ اسی اثناء میں دہلی میں مسئلہ وَحدۃ الوُجود و شہود علماء و فقرا میں اختلاف پیدا ہوا اور اہل ظاہر و باطن کی باہم کشید گی سے ایسی نازک حالت پیدا ہوگئی کہ شہنشاہ اورنگ زیب نے اطلاع پاکر اس کے تصفیہ کے واسطے واپسی دہلی کا عزم فرمایا اور چونکہ شہنشاہ موصوف بھی شاگرد رشید حضرت میر سید محمد کبیر رح قنوجی کے تھے اور حضرت شاہ سیف اللہ رح کے مرتبہ علم و فضل سے بخوبی واقف تھے اس لئے اس موقع پر بادشاہ سلامت نے آپ سے بہتر صاحب کمال کسی دوسرے آدمی کو نہ تصوّر کرکے مسئلہ مذکورہ میں دفع شکوک کے واسطے آپ کو دہلی طلب کیا آپ نے پہلے کچھ عذر و معذرت کی لیکن بادشاہ اُس مسئلہ کے حل کرنے میں مساعی جمیلہ فرمارہے تھے اس لئے باصرار بلیغ آپ کو طلب فرمایا اور

مجبوراً آپ نے دہلی جانے کا عزم فرمایا۔

خدا جانے آپ کو نور باطن سے کیا معلوم ہوا جس سے آپ نے یہ سمجھ کر کہ اب الٰہ آباد واپس نہ آنا ہوگا۔ بوقت سفر اپنے فرزند اکبر شاہ حبیب اللہ اولؒ کو خلیفہ و سجادہ نشین بنایا اور خرقہ خلافت عطاء کیا پھر وعدہایائے خاندانی سے مشرف فرما کر تقریباً ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ئہ میں آپ دہلی روانہ ہوئے۔ جس وقت آپ دہلی پہونچے ہر چہار طرف آپ کی تشریف آوری کا شہرہ ہوگیا۔ دربار عالمگیری میں آپ تشریف لے گئے اور جلسے کے لئے ایک دن مقرر ہوا جس میں مسئلہ متنازعہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے مسئلہ وحدۃ الوجود و شہود کو ایسے فاضلانہ اور عالمانہ طریق پر مدلل بیان فرمایا کہ علمائے ظاہری و باطنی کے شکوک رفع ہوگئے اور فریقین کو آپ کے بیان سے پوری تسکین ہوگئی۔ عالمگیر کے دل پر آپ کے علم و فضل کا ایسا سکہ بیٹھا اور آپ سے ایسی محبت پیدا ہوگئی کہ جب آپ رخصت چاہتے تو بادشاہ سلامت فرماتے کہ عنقریب میں خود پھر یہاں سے سفر کرنے والا ہوں میری خواہش ہے

کہ میرے قیام تک آپ بھی دہلی تشریف فرما رہیں کیونکہ آپ کے فیض صحبت سے مجھے خاص دلچسپی حاصل ہے بدیں وجہ دہلی میں کچھ عرصہ تک آپ کو قیام کرنا پڑا یہاں تک کہ جو کھٹکا اپنے مکان سے روانگی سفر کے وقت آپ کو پیدا ہوا تھا پیش آیا یعنی چند روز علیل رہ کر اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ دہلی محلہ چوڑی والوں میں متصل مطبع مجتبائی آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔

حال مختصر حضرت شاہ حبیب اللہؒ اول

سجادہ نشین دوم حضرت شیخؒ

آپ بھی عالم صوری و معنوی تھے اپنے پدر بزرگوار حضرت شاہ سیف اللہؒ کی حیات سے ۱۱۱۵ھ میں مسند سجادگی پر متمکن ہو چکے تھے جس کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے آپ تا حیات اپنے طالبان حق کو علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دینے میں مصروف رہے آپ نہایت متقی و پرہیزگار اور عامل قرآن و حدیث تھے کوئی فعل آپ سے خلاف سنت رسول صلعم نہیں ہوا۔

آپ کی آخر عُمر میں ایک انقلاب عظیم پیش آیا یعنی سلطنت دہلی کی کمزوری سے حکومت اودھ کا عروج ہوا اور صوبہ الٰہ آباد حکومت اودھ میں شامل ہو گیا۔ نواب آصف الدّولہ بہادر کے یہاں سے طلبی جاگیرداران و معافیداران ہوئی جس میں آپ کو بھی طلب کیا گیا۔ مگر آپ تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ عذر عدم حاضری لکھ کر بھیج دیا۔ یہ امر نواب آصف الدّولہ بہادر کے خلاف مزاج ہوا اور نواب ممدوح نے بہت سے مواضعات جو بطور جاگیر شاہانِ مغلیہ کی طرف سے اب تک مل چُکے تھے بحق سرکار ضبط کر لئے ۔ اور مواضعات کی ضبطی کے ساتھ خانقاہ شریف بھی ضبط ہو کر آپ کے تصرف سے نکال کر ملازمان شاہی کی سپردگی میں کر دی گئی۔ بعد ضبطی خانقاہ شریف کچھ مدت تک خالی بلا مرمت پڑی رہی اُس کے بعد اس عمارت میں صدر دفتر عساکر نظامت آصفیہ منتقل ہو کر آ گیا۔ جس کی وجہ سے بعض حصّے خانقاہ کے عمداً گراوئے گئے اور عمارت میں حسب ضرورت ترمیم کی گئی۔

اسی زمانہ میں آپ کے حقیقی چھوٹے بھائی نے مذہب شیعہ

اختیار کر لیا تھا۔ وزیر اودھ کی طرف سے اس کی کوشش و تحریک بہت ہوئی کہ آپ کبھی اپنا مذہب تبدیل کر کے مذہب اثنا عشری قبول کر لیں تو جاگیر و خانقاہ کی ضبطی واگذاشت کر دی جائے مگر آپ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اپنے مذہب اور عقیدے پر قائم رہے اور مذہب تبدیل کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اپنی بقیہ عمر عبادت الٰہی میں گوشہ نشین ہو کر بسر کی۔ آپ کی وفات ۲۶ر شوال ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں بعہد شاہ عالم بادشاہ دہلی ہوئی ہے۔ آپ کا مزار مبارک دائرہ حضرت شیخ میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے وصال کے بعد سے ہر سال ۲۶ر شوال کو آپ کا عرس باہتمام سجادہ نشین ہوا کرتا ہے۔

۲۵ر تاریخ قمری کا دن گذر کر شب میں روشنی و فاتحہ اور ۲۶ر شوال کو بعد نماز فجر قرآن خوانی و فاتحہ اور بعد نماز ظہر محفل سماع اور بعد نماز عصر فاتحہ۔

سیدۃ السادات فرد الامت امام الائمہ شیخ الاسلام حضرت شاہ باسط علی قلندر قدس سرہٗ الاطہر الاظہر آپ کے ہمعصر تھے بلکہ سید محمد عسکری

جو اولاد حضرت موصوف سے ہیں اثناء ذکر میں ایک موقع پر فرماتے تھے کہ حضرت شاہ باسط علیؒ نے دائرۂ شاہ حبیب اللہؒ میں بزمانہ طالب علمی ایک عرصہ دراز تک مقیم رہ کر حضرت شاہ حبیب اللہ اولؒ سے تعلیم ظاہری و باطنی بھی حاصل کی ہے اور اس کا ذکر درج کتاب بھی ہے مگر فقیر کی نظر سے یہ مضمون نہیں گذرا البتہ فصول مسعودیہ و کشف الرموز میں بسلسلہ حالات خود حضرت قلندر صاحب موصوف علیہ رحمۃ اللہ کا ارشاد حسب ذیل عبارت میں اس طرح درج کتاب ہے۔

روزے چند چناں اتفاق افتاد کہ در دائرۂ میاں شاہ حبیب اللہ قدس سرہٗ بودم بعد تمام شدن روز عید وقت مغرب مزاج ایں فقیر در وجد و جوش و خروش بود و نماز مغرب را در آں جوش و جذبہ ادا نمود و دوراں وقت ہمہ نور مشاہدہ می کرد تا نماز عشاء ایں حالت رو نمود کہ در خود نبود چوں اذاں نماز عشاء شد و قدرے جوش و خروش طبیعت فرو گردید شاہ حبیب اللہؒ مرا سہ بار گفتند کہ برائے نماز بیائید بعد سہ بار از گفتن او شاں فقیر در ہماں حالت کہ ہنوز طبیعت با فاقہ نہ آمدہ برخاست و شامل نماز گردید شاہ مذکور پیش نماز شدند و پس او شاں

فقیر ایستادہ دراں وقت خیال اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللہ روداده دردل نشست بہ تکبیر تحریمہ بسوے ہر جہت از جہات می بستم چناں حال طاری گردید کہ بتقیدؔ کسے سمت وجہت شعور نداشت پس شاہ مذکور چوں بحالت من مطلع شدند نیت امامت کہ کردہ بودند فسخ نمودند و تحریمہ را شکستہ مرا بحجرہ بُردہ نشانیدند و خود باز بہ جماعت نماز مشغول شدند و من در ہماں حالت بودم کہ بوقت نصف شب افاقت روداده و چوں بریں حالت مطلع شدم روانہ مکان شدم۔

حال مختصر حضرت غلام محب اللہ قدس سرہٗ سجادہ نشین سوم

حضرت غلام محب اللہ قدس سرہٗ اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ حبیب اللہ اوّل رحؒ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے آپ بھی عالم باعمل اور صاحب شریعت وطریقت تھے۔ طالبان حق کو علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دینے اور راہِ ہدایت بتانے میں آپ نے اپنی عمر صرف کی۔ آپ بڑے عبادت گذار اور متقی وپرہیز گار تھے۔

تخمیناً سنہ ۱۲۰۵ھ مطابق سنہ ۱۷۹۰ء میں آپ نے اس دارفانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار پُرانوار دائرہ شاہ حبیب اللہ قدس سرہٗ میں ہے۔

حال مختصر حضرت شاہ خلیل اللہؒ
سجادہ نشین چہارم

آپ اپنے والد ماجد حضرت شاہ غلام محب اللہؒ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ عالم صوری و معنوی تھے اور نہایت متقی و پرہیزگار عبادت الٰہی میں آپ کو اس قدر ذوق و شوق تھا کہ کاروبار دُنیا سے بالکل علاقہ نہ رکھتے تھے۔ سجادہ نشین ہونے کے بعد سے آپ نے لوگوں سے ملنا جُلنا بھی بہت کم کر دیا تھا۔ آپ کا ہر لحظہ عبادت الٰہی میں بسر ہوتا تھا۔ جملہ کاروبار خانہ داری چھوٹے بھائی شاہ حجت اللہؒ کے سپرد تھا۔

آپ کے زمانۂ حیات میں سنہ ۱۲۱۶ھ مطابق سنہ ۱۸۰۱ء میں صوبۂ الٰہ آباد از روئے معاہدہ سرکار انگریزی کے تحت تصرف اور اقتدار میں آ گیا۔ و

آپ کا دعویٰ بابت جاگیر و خانقاہ شریف جو قبل سے دائر تھا اُس
کاغذات سرکار انگریزی کے سامنے پیش ہوئے جس پر خانقاہ شریف
واگذاشت ہو کر علی الدوام کے لئے سجادہ نشین کو واپس کی گئی اور
جاگیر ضبط ہو کر اُس کے معاوضہ میں نقد روپیہ بطور پنشن دو ہزار دو
روپیے سالانہ بعوض اُن مواضعات کے جو ابتدائے شاہان مغلیہ
عطا ہوئے تھے مقرر ہو گئی جس کی چھٹی ۲۳ مئی ۱۸۰۵ء کو ہمیشہ کے
نسلاً بعد نسلاً و استمراراً سرکار انگریزی کے خزانۂ عامرہ سے معافی
ملنے کی بابت بنام شاہ خلیل اللہؒ و شاہ حجت اللہؒ عطا ہوئی۔
آپ کا وصال ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۱۱ء میں ہوا ہے آپ کا مزار
حضرت شیخؒ کے پائیں مزار مبارک احاطہ روضہ مقدسہ قریشی پور میں
اولاد شیخؒ میں احاطہ روضہ منورہ میں سب سے پہلے اول مرتبہ آپ ہی مدفون ہوئے

حال مختصر حضرت مولانا حاجی شاہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین پنجم

بعد وصال اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ خلیل اللہؒ آپ سجادہ نشین

آپ عالم متبحر تھے اور بہت ہی عبادت گذار ریاضت اور مجاہدہ میں اوقات بسر کرتے اور یاد الٰہی میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ جذبۂ شوق محبوب اللہ و زیارتِ حرمین شریفین آپ کے دل پر اس درجہ مستولی ہوا کہ ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء میں آپ نے اپنے بیٹے شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ ثانی کو بیعت و خلافت سے مشرف فرماکر خرقہ پیرانِ عظام عطا فرمایا۔ اور بجائے اپنے مسند سجادگی پر بٹھایا۔ اور دُنیا سے تمام تعلقات قطع کرکے حج بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے۔ مدت تک روضۂ اطہر حضرت سرورِ عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر جاروب کش رہے اور بھی مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوئے یہ مبارک سفر آپ کا بہت زمانہ تک رہا آپ کی کتاب یادداشت سفر ایام غدر میں ضائع ہوگئی صرف اس قدر متحقق ہے کہ آپ ۲۸ سال بعد ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں وطن واپس تشریف لائے اور عبادت الٰہی میں مصروف رہ کر تین برس بعد ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں انتقال فرمایا۔ اور پائیں مزار حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مدفون ہوئے۔

حال مختصر حضرت مولانا شاہ حبیب اللہ ثانی رح

سجادہ نشین ششم

آپ اپنے والد ماجد کے حیات ہی میں ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء میں
سجادہ نشین ہو چکے تھے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے آپ بھی عالم صوری
و معنوی تھے اور علماے وقت میں بہت ممتاز۔ اور تصوف میں دستگاہ
کامل رکھتے تھے اور بڑے عبادت گذار تھے خلق کو ہدایت اور تعلیم
ظاہری و باطنی دینے میں مصروف رہ کر آپ نے اپنی زندگی بسر کی
مُرید بھی بہت تھے۔ جن میں میر صادق علی صاحب جھیو لو خاں
صاحب۔ شیخ قادر بخش عرف شیخ بجا صاحب۔ عظیم خاں صاحب ساکنان
الہ آباد اور صفدر خاں صاحب ساکن مونگیر و مولوی عظیم الدین صاحب
وغیرہ وغیرہ مشہور و معروف گذرے ہیں یہ حضرات بھی بڑے عبادت گذار
اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ علم حکمت میں بھی آپ کو بڑا طول
حاصل تھا آپ کی عہد سجادگی میں تمام ہندوستان میں غدر ۱۸۵۷ء میں
پیش آیا ایک روز قبل غدر چند مسلمان سوار انگریزی رسالہ کے جو آپ کے مرید

تھے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت غدر ہونے والا ہے حضور حفاظت
کا مناسب انتظام فرمالیں اس خبر پر آپ معہ اہل و عیال شہر چھوڑ کر
اسی شب میں روانہ موضع خورشید چمن عرف میلھن ہوئے۔ شدید گرمی
کا زمانہ تھا اور رات کے دو بجے کا وقت دریاے گنگ عبور ہی کیا
تھا کہ قلعہ الٰہ آباد سے توپوں کے سر ہونے کی آواز اور گولے و گولیوں
کی بارش ہونے لگی جس کا ڈھیر محافوں کے ہر چہار طرف ہوتا جاتا تھا
کہار نہایت تیز رفتاری سے بہ محنت شاقّہ اُن کو لئے ہوئے آگے
بڑھتے گئے بفضل ایزدی کسی کو کوئی صدمہ نہیں پہونچا اور آپ معہ ہمراہیان
بخیر و عافیت موضع میلھن پہونچ گئے اور تا ایامِ غدر وہیں قیام پذیر رہے
جب امن ہوا تو شہر واپس آئے اور تا حیات اپنے مکان واقع دائرہ
... کر یادِ الٰہی میں بمشاغلِ علمی مصروف رہے آپ کی مختلف تصانیف
بھی ہیں جو آپ کے سلسلہ والوں کے پاس موجود ہیں چند قصائد نعتیہ
و مدحیہ بھی آپ کے باقیات الصالحات میں سے ہیں دو قصیدے
... کے ایک حضرت شیخ‌ؒ اور دوسرا حضرت شیخ احمدؒ عبدالحق ردولوی
کی شان میں ہیں دونوں قصیدوں کے پانچ پانچ اشعار اس فقیر کو دستیاب

ہوئے ہیں۔ قارئین کرام کے سامنے تبرکاً پیش کئے جاتے ہیں۔

اشعار قصیدہ در شان حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

اے مطلعِ نورِ قدم بہ بہا حضرت شیخ احمد عبد الحقؒ
تو از حق و حق ز تو جلوہ نما حضرت شیخ احمد عبد الحقؒ

تو وارثِ ملک نبی و علی فقرِ تو سزائے کلاہ شہی
اے فیِ تو رشک ظلِّ ہما حضرت شیخ احمد عبد الحقؒ

گشتی بہ ہزاراں کر و فر بر تختِ ولایت جلوہ گر
علمِ تو قدر حکمِ تو قضا حضرت شیخ احمد عبد الحقؒ

اے مظہرِ سرِّ یداللّٰہی ہمہ شاہاں را تو شہنشاہی
اے دستِ تو دستِ جودِ خدا حضرت شیخ احمد عبد الحقؒ

اے بحرِ کرم مے کان سخا اینک بدرِ تو رسید گدا
ہمت فرما ہمت فرما حضرت شیخ احمد عبد الحقؒ

اشعار قصیدہ در شان حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

اے قطبِ جہاں غوثِ دوراں یا حضرت شیخ محب اللہؒ
اے مرکزِ دائرۂ عرفاں یا حضرت شیخ محب اللہؒ

اے گنجِ طلسم ناسوتی رشکِ ملکوتی و جبروتی
لاہوت تو سرِ جانِ جہاں یا حضرت شیخ محب اللہؒ

از ذاتِ تو وحدتِ حق پیدا از صفاتِ تو کثرت جلوہ نما
آیاتِ الٰہی در تو عیاں یا حضرت شیخ محب اللہؒ

شانت محبوب نشانت محب نہاں طالب مطلوب عیاں
اے عالیشاں حق را تو نشاں یا حضرت شیخ محب اللہؒ

ہمہ عالم از تو بہرہ در ملک و ملکوت ترا کشور
لطفِ کن بر منِ خستہ جاں یا حضرت شیخ محب اللہؒ

آپ کو خلق خدا کے نفع رسانی کا بڑا خیال رہتا تھا۔ بلا تفریق قوم
و مذہب لوگ آپ سے فیضیاب ہوا کرتے تھے روحانی و جسمانی علاج
کے علاوہ آپ دامے درمے قدمے بھی ہر شخص کے گاڑھے وقت میں
کام آنے کو تیار رہتے تھے۔ دعاؤں اور تعویذوں سے بھی لوگ آپ سے
نفع حاصل کرتے تھے۔ منجملہ اُن طریقوں کے جو اکثر لوگوں کو مطلب برآری
کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے اشعار ذیل ہیں جن میں آپ
نے ابدالوں کے قیام کی جگہ بقید تاریخ قمری بتائی ہے۔ جس کو کوئی ضرورت
پیش آوے اُن تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں دو رکعت نماز نفل
بہ خشوع و خضوع ادا کرکے تین سو تیرہ مرتبہ یہ درود شریف پڑھے۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَحُلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتَفَرَّجُ بِهَا
الْكُرَبُ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اور ایک سو ایک مرتبہ
سَهِّلْ یَا اِلٰهِیْ كُلَّ صَعْبٍ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْاَبْرَارِ سَهِّلْ پڑھ کر
حضرات ابدال کے قیام کی طرف توجہ کرکے بدرگاہ قاضی الحاجات
بتوسل اُن ابدالوں کے دعا مانگیں انشاءاللہ ضرور قبول ہوگی آزمودہ
ہے اور اس کی عام اجازت ہے۔

اشعار

انتظامِ ہمہ عالم ز خداوند جہاں — ہست بے شبہ مفوض بہ ہمہ ابدال

سیر دارند باطرافِ جہاں در ہر ماہ — بتواریخ معین کہ کنم بر تو عیاں

یکم و شانزدہم بست چہارم و نہم — سیر شاں گوشۂ شرق و جنوب آگنی داں

دہم و ہفت دہم دوم و بست و پنجم — گوشۂ غرب و جنوب آمدہ جانیرت خواں

سوم و یازدہم ہیجدہم بست و ششم — جائے آں سمت جنوب آمدہ کردیم بیاں

چہارم و دوازدہم نوزدہم بست و ہفتم — میل دارند بمغرب ہمہ با عزت و شاں

پنجم و سیزدہم بستم ہر سہ بائب — گوشۂ غرب و شمال آمدہ جائے ایشاں

بست و ہشتم و ششم بست و یکم جا دارند — گوشۂ شرق شمالی کہ بود نام ایساں

ہفتم و چہاردہم بست و دویم بست و نہم — برگزیدند بہ مشرق پئے خود جاو مکاں

سی ام و بست و سویم پانزدہم ہشتم نیز — بشمال آمدہ منزل ز حدودِ امکاں

طالبے گر ز چو از حضرت شاں استمداد — بمددگاریِ شاں مشکل او شد آساں

بطریق دیگر

انتظام ہمہ عالم ز خداوند جہاں — ہست آں جملہ مفوض بہمہ ابدالاں

سیر دارند باطرافِ جہاں در ہر ماہ — بتواریخ معین کہ کنم بر تو عیاں

نام سمت قیام ابدالال	تفصیل تاریخ قیام ابدالال			
پورب و دکھن کا گوشہ	۱	۹	۱۶	۲۴
پچھم و دکھن کا گوشہ	۲	۱۰	۱۷	۲۵
دکھن	۳	۱۱	۱۸	۲۶
پچھم	۴	۱۲	۱۹	۲۷
پچھم اور اُتر کا گوشہ	۵	۱۳	۲۰	۰
پورب اور اُتر کا گوشہ	۶	۰	۲۱	۲۸
پورب	۷	۱۴	۲۲	۲۹
اُتر	۸	۱۵	۲۳	۳۰

آپ کا وصال ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں ہوا اور بائیں مزار حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حال مختصر حضرت شاہ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین ہفتم

آپ ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ کی مولوی شرف احمد صاحبؒ ساکن مہرونڈا پرگنہ سورام سے ہوئی۔ بعدہٗ مولوی عظیم الدین صاحبؒ مرید و خلیفہ حضرت شاہ حبیب اللہؒ ثانی پدر بزرگوار خود سے تکمیل تحصیل علم فرمائی۔ عربی کی درسی کتابیں سب پڑھی تھیں۔ علم فارسی کے ماہر تھے آپ کو اپنے بڑے بھائی شاہ غلام محب اللہ قدس سرہٗ سے بیعت و خلافت حاصل تھی حضرت شاہ غلام محب اللہؒ نے چونکہ ملازمت گورنمنٹ اختیار کرلی تھی اس لئے اپنے والد بزرگوار کے وصال پر بجائے اپنے آپ کو مسند سجادگی پر ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں بٹھایا۔

آپ اتقا۔ پرہیزگاری۔ اور کشف و کرامات میں درجہ کمال رکھتے تھے لیکن اپنی حالت کو حتی الوسع بہت چھپاتے تھے۔ آپ نہایت منکسر مزاج تھے اور بڑی سادگی سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ وعدہ

کے بڑے سچے اور اپنے ارادوں میں بہت پکے۔ نہایت خوش اخلاق اور
پابند وضع تھے مزاج میں تصنع بالکل نہ تھا ہر شخص سے نہایت خندہ
پیشانی سے ملتے تھے۔ آپ کا اخلاق ایسا وسیع تھا کہ مسلمان ہندو عیسائی
ہر قوم کے لوگ نہایت خصوصیت کے ساتھ معتقدانہ حاضر ہوتے تھے
آپ کے وصال کے وقت چند عیسائیوں نے عطر کی شیشیاں پاس
مستدعابیش کیں کہ ہماری طرف سے شاہ صاحب کے کفن میں لگایا
جائے۔ بعض اہلِ ہنود نے حسبِ عقیدہ مذہب خود برہمنوں کو
کھچڑی تقسیم کر کے شاہ صاحب کی روح کو ثواب پہونچایا۔ آپ کی
تجہیز و تکفین میں ہر مذہب و ملت کے لوگ بکثرت شریک تھے اس سے
آپ کے اخلاق اور ہر دل عزیز ہونے کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے
آپ کا وصال حال ہی میں ہوا ہے اس لئے آپ کے اوصاف حمیدہ
سے جس کی تفصیل کی اس مختصر کتاب میں گنجایش نہیں۔ ہر شخص واقف ہے
آپ کے عبادت۔ ریاضت و مجاہدہ کی یہ کیفیت تھی کہ بعض
ایام میں حوائج ضروری کے علاوہ دن رات ورد و وظائف کی مشغولی
میں گذرتا تھا۔ سورہ مزمل شریف۔ یٰسین شریف۔ چہل اسماء۔ حزب البحر اور

دُعاے حیدری وغیرہ وغیرہ کے آپ عامل تھے۔

آخر عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی تھی اور اختلاجِ قلب کی شکایت بھی ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ بعض وقت بڑی پریشانی کی حالت آپ پر طاری ہو جایا کرتی تھی۔ مراد آباد جاکر مشہور ڈاکٹر رام ناتھ صاحب ترویدی سے آپ نے آنکھ قدح کرائی۔ اگرچہ بوجہ مرض اختلاج چوبیس۲۴ گھنٹہ کے اندر ہی آپ نے آنکھ کی پٹی کھول کر پھینک دی اور بھی بہت بے احتیاطیاں ہوئیں لیکن بفضلِ ایزدی آنکھ میں کوئی خرابی نہیں ہوئی اور آنکھوں میں کافی روشنی آگئی تھی۔ قابل ڈاکٹر صاحب موصوف نے نہایت خلوصیت کے ساتھ آپ کے مراتب بزرگی کو پیش نظر رکھ کر بتوجہ خاص آپ کا علاج فرمایا۔

آپ کے آخر زمانۂ حیات میں ایک مرتبہ اس فقیر نے آپ کے تارک صلوٰۃ ہونے کی بابت سُنا اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت حال کیا۔ فرمایا اگر میں نماز نہیں پڑھتا یا پابند جماعت نہیں ہوں تو بیشک خطاوار ہوں۔ اس کے کچھ دیر بعد مغرب کی اذان ہوئی یہ فقیر بغرض ادائے نماز مسجد جانے لگا تو فرمایا کہ مجھ کو بھی ساتھ لے چلو۔ چنانچہ میرے ساتھ

میرے سہارسے پر مسجد تشریف لائے اور نماز باجماعت ادا فرمائی۔ آپ ہر وقت باوضو رہتے تھے اور بڑے ذاکر و شاغل تھے۔ آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ اطہر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوئے لیکن اس نام سے سفر نہیں کیا نہ عوام پر اپنا حاجی ہونا ظاہر فرمایا۔

آپ تخمیناً ۵۲ سال مسند سجادگی پر متمکن رہ کر ۶۹ سال کی عمر میں ۱۵ رذی القعدہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۲ر جولائی ۱۹۲۱ء کو ایک ہفتہ بخار میں مبتلا رہ کر بہ شب جمعہ وقت تہجد نہایت اطمینان کی حالت میں کلمہ شریف اور اسم ذات کا ذکر کرتے ہوئے درجۂ شہادت سے فائز ہو کر جنّت الفردوس میں داخل ہوئے رحمۃ اللہ علیہ موافق فرمان واجب الاذعان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ مَاتَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَوْ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ کُتِبَ لَہٗ اَجْرُ شَہِیْدٍ وَّ وُقِیَ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ۔ جو شخص جمعہ یا شب جمعہ کو مرتا ہے شہید کا ثواب پاتا ہے اور عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قطعہ تاریخ

از نتیجۂ فکر جناب سید ابوالحسن صاحب عرف شاہ اسد اللہ صاحب منجہری

چوں حضرت فضل اللہ واصل بصمد شد — سالش خردم گفت، کہ مغفور احد ش[د]

۱۳۳۹ھ

از نتیجۂ فکر جناب شیخ عنایت علی صاحب ساکن مسرولیا ڈاکخانہ کوپا گنج ضلع اعظم گڈھ

شاہ فضل اللہ رفت زیں عالم — حالتم زار گشت از فرقت

سال تاریخ او چو بر جستم — گفت ہاتف برفت در جنت

۱۳۳۹ھ

از نتیجۂ فکر سیّد ابوالحسن ابن سیّد محمد محسن عرشی متوطن شاہجہاں پور محلہ قاضی خیل

ہادی راہ طریقت ہم ولی — شد بہ جنت روز جمعہ منتقل

سال ترحیلش بحسن خاتمہ — شاہ فضل اللہ - گو - باپاک دل

۱۲۸۲ ۵۷

از نتیجۂ فکر سیّد محمّد نوح صاحب تعلقہ دار و رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور المتخلص بہ شہیر

کرد رحلت شاہ فضل اللہ زین دار فنا — روح پاکش شد رہا از بند و قید آب و گل

خلعت الفقر فخری بود زیب دوش او — صدمۂ درد فراقش چوں نباشد جاں گسل

زد رقم سال وصالش کلک محزونم شہیر — زاہد ازاد فضل اللہ شاہ پاک دل

۱۳۳۹ھ

از نتیجۂ فکر لسان الملک حضرت ریاض خیر آبادی

دار فنا سے خلد گئے — شاہ محمّد فضل اللہ

غم میں اُن کے روئی خلق — سب نے دل سے کھینچی آہ

آگے پیچھے سب ہیں رواں — پیش یہی ہے سب کو راہ

خاک میں ملنا سب کو ہے — چاہے گدا ہو چاہے شاہ

موت کا سال ان کے ریاضؔ — کہہ دو تم با حال تباہ

خالی کل تک تھی یہ زمیں — آج ہے مرقد فضل اللہ

۱۳۳۹ھ

از نتیجۂ فکر جنت حسین بذریعہ منا لعل صاحب
متوطن شہر مونگیر

شاہ فضل اللہ شد واصل بحق	روے پُرانوار از دُنیا بتافت
صوفی کامل ولی و نیک مرد	غمکدہ شہر الہ آباد ساخت
ہاتفِ تاریخ با جنت حسین	گفت جاے جنت الفردوس یافت

۱۳۳۹ھ

از نتیجۂ فکر مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم و مغفور
پھولپور الہ آباد المتخلص بہ کلیم

مَاتَ عَمِّی الْکَرِیْمُ وَاوَیْلَاہ	جَعَلَ الْخُلْدَ رَبُّہٗ مَثْوَاہ
شَہْرِ ذِی الْقَعْدَۃِ بِخَمْسَۃَ عَشَر	کَانَ یَوْمُ الْخَمِیْسِ [illegible]
غَابَ بِاللَّیْلِ ظِلُّہٗ عَنَّا	وَمِنَ اللَّیْلِ اِذْ مَضٰی ثُلُثَاہ
ثُمَّ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ بِالْجُمْعَہ	نَوَّرَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ وَثَرَاہ
هَاتِفٌ یَا کَلِیْمُ اَرَّخَہٗ	قَالَ طُوْبٰی لِشَاہِ فَضْلِ اللّٰہ

۱۳۳۹ھ

حال مختصر واقفِ اسرار صاحب ارشاد حکیم روحانی وطبیب جسمانی

حضرت مولانا حافظ حکیم شاہ نعمت اللہ صاحب

سجادہ نشین ہشتم

آپ تخمیناً ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کو لہو لعب سے فطرتاً زمانہ بچپن ہی سے نفرت رہی۔ حافظ کریم بخش صاحب۔ حافظ اجرالدین صاحب مولوی غلام رسول صاحب پنجابی۔ مولوی حافظ عبید اللہ صاحب مولوی نور محمد صاحب پنجابی سے اوائل عمر میں آپ نے اپنے گھر رہ کر تعلیم حاصل کی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر میں آپ حافظ قرآن ہو گئے تھے اور محراب سنایا جس میں آپ کے والد بزرگوار شاہ فضل اللہ صاحب نے خوش ہو کر اِس تقریب ختم قرآن پاک میں زر کثیر صرف کیا اُستاد کو بھی معقول رقم اور جوڑا نذر کیا بعد ختم قرآن پاک آپ نے عربی شروع کی اور ابتدائی درسی کتابیں مکان پر رہ کر پڑھیں پھر بہ شوق تحصیل علم کانپور تشریف لے گئے اور مولوی عبید اللہ صاحب سے قطبی شرح جامی۔ رشیدیہ وغیرہ پڑھیں اِس کے بعد لکھنؤ پہونچ کر فرنگی محل میں

قیام کرکے مولانا عین القضاۃ صاحب سے میبذی ملا حسن اور مولانا عبد الشکور صاحب سے شرح وقایہ اقلیدس. مولانا عبد الباقی صاحب فرنگی محلی سے تلخیص مختصر المعانی سراجیہ وغیرہ پڑھی- پھر لکھنؤ سے دہلی جاکر مدرسہ عبد الرب و مدرسہ امینیہ سنہری مسجد میں مولانا عبد العلی صاحب مدرس اوّل مدرسہ عبد الرب اور مولانا انور شاہ صاحب کشمیری مدرس اول مدرسہ امینیہ سے تفسیر و حدیث پڑھی- اور ڈپٹی حافظ نذیر احمد صاحب سے حماسہ اور مولوی حکیم عبد الرشید خاں صاحب رام پوری سے بھی مسلم شریف وغیرہ پڑھی پھر مدرسہ طبیہ دوسری جماعت میں داخل ہو کر شرح اسباب و نفیسی پڑھ کر ایک سال کی نصاب تعلیم ختم کی دوسرے سال کلیات قانون شیخ و حمیات قانون حاذق الملک جناب حکیم عبد المجید خاں صاحب مرحوم و مغفور سے پڑھ کر دو سال تک مطب و خواندگی جناب حکیم صاحب موصوف کے یہاں تمام کی اور ۱۳۱۹ھ میں سند و تمغہ حاصل کیا-

بعد فارغ التحصیل ہونے کے آپ اپنے گھر الٰہ آباد واپس آئے اسی درمیان میں گورنمنٹ ہائی اسکول الٰہ آباد میں ہیڈ مولوی کی جگہ خالی ہوئی اور بہ تحریک اپنے بڑے بھائی شاہ رحمت اللہ صاحب آپ نے عہدۂ

ہیڈ مولوی منظور کر کے ملازمت کر لی چھ ماہ بعد جونپور تبدیل ہو گئے۔ یک سال بعد آپ ترک ملازمت کر کے الٰہ آباد چلے آئے اور اپنے والد ماجد حضرت شاہ فضل اللہ رح سے بیعت و خرقۂ خلافت سے فائز ہو کر عبادتِ الٰہی میں اوقات بسر کرنا مشغلہ ٹھہرایا اور بعد وصال اپنے پدر عالی مقام ۱۳۳۹ھ میں حسب وصیت مسند سجادگی پر ممتاز ہوئے۔ آپ نہایت منکسر المزاج اور متواضع ہیں اور مطب کرتے ہیں لیکن طبابت کو ذریعۂ معاش نہیں ٹھہرایا بلکہ نفع رسانی مخلوق مدنظر رہتی ہے۔ آپ عالم باعمل اور پیش امام مسجد دائرہ ہیں۔

آپ نے اپنی عہد سجادگی میں بڑی عالی ہمتی سے مقدس یادگار۔ خانقاہ شریف حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جو سو برس سے منہدم ہو گئی تھی از سر نو اس کی تعمیر کا ارادہ کر کے بتوکل علی اللہ کام شروع کرا دیا ہے مسجد دائرہ تین سو برس کی تعمیر شدہ بھی اب مرمت طلب ہو گئی ہے اسی سلسلہ میں آپ کا قصد مسجد کے مرمت کرانے کا بھی ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ کسی سے مدد کی درخواست و سوال نہ کریں۔ خدا آپ کی مدد کرے اور نیک کاموں میں کامیابی عطا فرمائے۔

آپ کے کوئی اولاد نہیں ہے اپنے بڑے بھائی شاہ رحمت اللہ صاحب کے صاحبزادہ شاہ عبید اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کو مثل اپنی اولاد کے تصور فرما کر اُن کی تعلیم ظاہری و باطنی کے کوشاں ہیں شاہ عبید اللہ صاحب نے قرآن پاک حفظ کر لیا ہے انشاء اللہ اس رمضان المبارک میں محراب سنائیں گے

شجرۂ خاندان چشتیہ صابریہ محبّ اللہیہ کبیریہ

داروغہ شیخ عنایت علی صاحب باشندہ موضع مسرولیا ڈاکخانہ کوپا ضلع اعظم گڈھ مرید حضرت شاہ حبیب اللہ ثانی سجادہ نشین ششم نے اپنا شجرۂ طریقت بطور مناجات صرف اپنے پڑھنے کے لئے منظوم کیا تھا جس کا ذکر بہ سبیل تذکرہ اس فقیر سے فرمایا اور اس حقیر کی استدعا پر اس کی نقل بھیج دی چونکہ حضرت مولانا شیخ شاہ حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی کے شجرہ متبرکہ مندرجہ کتاب ارشاد مرشد کے مضامین سے، یہ شجرۂ منظومہ ملتا جلتا ہے بلکہ حضرت شیخ کے واسطہ سے سلسلہ بیعت ایک ہی ہونے کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے مصرعہ بند بجنسہ داروغہ صاحب موصوف نے

اپنے شجرۂ منظومہ میں داخل کر دیا ہے جس سے شجرۂ مذکورہ نہایت محبوب معلوم ہوا نفس شاعری کو قطع نظر کر کے بایں خیال کہ اہلِ سلسلہ کے لئے مضمون مناجات خالی از دلچسپی نہوگا بلکہ اس کے وِرد سے انشاء اللہ سعادت دارین کے حصول کی اُمید بھی ہے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مناجاتِ عنایت

حمدِ نامحدود ہے ذاتِ خدا کے واسطے
اور درودِ لاتعُد ہے مصطفےٰ کے واسطے

رحمتِ حق چار یارِ باصفا کے واسطے
خرقِ عادت اور کرامت اولیا کے واسطے

طاعتِ حق بندگانِ کبریا کے واسطے

خلق کو پیدا کیا تو نے فنا کے واسطے
ہے فقط اعمال ہی صالح بقا کے واسطے

کوئی فعل اپنا نہیں تیری رضا کے واسطے
صورتِ بخشش ہے کیا روزِ جزا کے واسطے

رحم کر یا رب محمدؐ مصطفےٰ کے واسطے

خاص اپنی نعمتوں سے دل مرا معمور کر
اپنی قربت دے کے مجھ کو ماسوا سے دور کر

اور ضیائے معرفت سے دل مرا پُرنور کر
بندۂ مرضی بنا لے رنج و غم کا فور کر

نعمت اللہ شاہ مُرشدِ بے ریا کے واسطے

ہو گیا ہے درپئے آزار شیطانِ رجیم ‏ ‏ بارِ عصیاں سے ہوا ہے حال میرا رب سقیم
فیض سے مُرشد کے پائی میں نے راہِ مستقیم ‏ ‏ فضل کر مجھ پر الٰہی نام ہے تیرا رحیم

شاہ فضل اللہ صاحب دلربا کے واسطے

دونوں عالم کی مصیبت سے خدایا تو بچا ‏ ‏ فکرِ دُنیا دور ہو جاتی رہی حرص و ہوا
دل میں اک تو ہی رہے اور کچھ نہ تیرے سوا ‏ ‏ حُبِ حق حُبّ حبیب اللہ میں کر دے فنا

شاہ حبیب اللہ پیرِ رہنما کے واسطے

سر جھکا کر تیرے دروازہ پہ آیا ہے عبید ‏ ‏ لاتقنطو پر ہے نظر اس میں نہیں کچھ مکر و کید
نفسِ شیطاں نے بنا رکھا ہے مجھ کو اپنا صید ‏ ‏ دور کر دل سے مرے یا رب خیالِ عمرو زید

شہ عبید اللہ با جود و سخا کے واسطے

کہ کے تو نے نار کو تھی اے مرے ربِ جلیل ‏ ‏ آتشِ نمرود کو گلشن بنایا بر خلیل
ہو رہا ہوں خوف سے دوزخ کے میں زار و علیل ‏ ‏ برد آ سلاماً واسطے میرے بھی کہ گو ہوں ذلیل

شہ خلیل اللہ خلیلِ کبریا کے واسطے

حُبِ زن حُبِ زمیں حُبِ آل و حُبِ زر ‏ ‏ ٹھوکریں مجھ کو کھلاتی ہیں خدایا در بدر
اپنا اب لطف و کرم کر میرے حالِ زار پر ‏ ‏ تا رہوں مصروف طاعت میں تری آٹھوں پہر

شاہ محب اللہ ثانی پیشوا کے واسطے

ہاں مرے مولا مدد کر آگیا مشکل کا وقت | نفس امّارہ کے ہاتھوں پھنس گیا آفت میں سخت
عالم پیری ہے آچکی ہے عمر اے باز گشت | واسطہ عزت کا اپنے اب تجھے میرا تھام دست

شیخ حبیب اللہ مقبولِ خدا کے واسطے

سرکشی نفس سے ابتر ہے حالِ دل مرا | ہو جو تیری مہر آساں کام ہو مشکل مرا
الغرض ہے عرض سے یارب یہی حاصل مرا | اپنی سیفِ عشق سے اب کر دے بسمل دل مرا

شاہ سیف اللہ باصدق وصفا کے واسطے

سر پہ انبارِ گنہ ہے گور کا ہوں راہ گیر | زاد راہِ عاقبت کچھ بھی نہیں ہیں ہوں فقیر
یاالٰہی دست گیر و دستگیر و دست گیر | بخش دے میرے گنہ۔گو ہوں صغیر و یا کبیر

خواجہ سعید کبیر اولیا کے واسطے

بادۂ الفت پلا کر مست و متوالا بنا | ماسوا تیرے بھلاؤں سب عزیز و اقربا
قبض کرنے روح آئیں جب فرشتے اے خدا | اللہ اللہ کہتا جاؤں اور محمد مصطفےٰ

شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے

خنجرِ عشق و محبت سے مجھے کر دے شہید | موت کا دن تا کہ میرے واسطے ہو روز عید
یاالٰہی کر دے مجھ کو اپنے بندوں میں سعید | اور میری چشم دل کو ہو میسر تیری دید

بو سعیدِ اسعدِ اہلِ ورا کے واسطے

عمر اپنی جستجوئے رزق میں گذری تمام　　فکرِ روزی سے نہیں کٹتی ہے کوئی صبح و شام
اپنی رحمت سے کچھ ایسا رزق کا کر انتظام　　تاکہ اطمینانِ دل سے لوں میں یارب تیرا نام

شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے

جز ترے کس سے کہوں یارب میں اپنے دل کا حال　　جس طرح سے ہو رہی ہے زندگی جاں کا وبال
چاہیئے اعزازِ دنیا سے نہ اب کچھ ملک و مال　　دے خدایا عشق کا اپنے فقط عزّ و جلال

شہ جلال الدّین جلیل اصفیا کے واسطے

نفس اور شیطان نے میرا کر دیا خانہ خراب　　فکرِ دنیا سے جگر تفتہ ہے اور ہے دل کباب
کھول دے یارب جنابِ قدس سے اب دل پہ باب　　تاکہ ہووے قدسیوں کے ساتھ میرا بھی حساب

عبدِ قدّوسِ شہِ قدس و صفا کے واسطے

یاالٰہی عشق دے روئے محمدؐ سے مجھے　　قتل کر دے تیغ ابروئے محمدؐ سے مجھے
رات و دن سودا ہو گیسوئے محمدؐ سے مجھے　　اور دے حُبّ و ولا خوئے محمدؐ سے مجھے

خواجۂ شیخِ محمدؐ رہنما کے واسطے

شامتِ اعمال سے ہے اب مری حالت عجیب　　کشمکش سے نفس کے پہونچا ہلاکت کے قریب
کچھ نہیں حاجت دوا کی اور نہ کچھ کارِ طبیب　　شربتِ عرفاں سے اک جرعہ مجھے بھی کر نصیب

شیخ عارف احمد صاحب دُعا کے واسطے

کیسے کیسے مجھ پہ ہیں لاکھوں ترے احسان حق　　اپنی رحمت سے عطا تو نے کیا ایمان حق
کر منوّر دل کو میرے کر دے وہ سلمان حق　　تا نظر آنے لگے ہر شے میں تیری شان حق

احمد عبد الحق شہِ ملکِ بقا کے واسطے

حالِ دل مخفی نہیں ہے تجھ سے میرا ذوالجلال　　جس طرح سے مبتلائے معصیت ہے بال بال
خون محشر ہو رہا ہے سخت اب جی کا زوال　　رحم فرما دور ہوں تا دل سے سب رنج و ملال

شہ جلال الدّین کبیرِ اولیا کے واسطے

فکر میں ایمان کی رہتا ہے شیطانِ لعیں　　پس حفاظت کر مری اور کھول دے چشمِ یقیں
عرض کرتا ہوں تری درگاہ میں رکھ کر جبیں　　اپنے نورِ پاک سے چمکا دے میرا شمس دیں

شیخ شمس الدّین ترکِ باوفا کے واسطے

ناسپاسی ناشکیبائی پہ ہے میرا مدار　　اور نہیں تیری مشیت پر مرے دل کو قرار
کر عطا توفیقِ صبر اور صابروں میں کر شمار　　جس میں ہو تری رضا اُس کو کروں میں اختیار

شیخ علاء الدّین صابر بار خدا کے واسطے

یاالٰہی ایک عالم پر ہے تیرا فیض عام　　جس کو چاہا اُس کو پہونچایا ولایت کو مدام
بادۂ الفت سے میرا بھی لبالب کر دے جام　　لذّتِ شیرینیٔ وحدت سے کر دے شاد کام

شہ فرید الدّین شکر گنج لقا کے واسطے

انبیا کو معجزہ تو نے دیا اے ذوالجلال ‏ ‏ اور بخشا اولیاؤں کو کرامت کا کمال
ہو گئے غوث و قطب تیرے ہی رحمت سے نہال ‏ ‏ مجھ گدائے بینوا پر بھی نگاہِ لطف ڈال

خواجہ قطب الدین مقتولِ ولا کے واسطے

خاص کر جو جو بُرائی میں نے اپنے حق میں کیں ‏ ‏ اُس سے تو واقف ہے میرا دل بھی واقف بالیقیں
حشر میں کوئی کسی کا جب نہ ہو یار و معیں ‏ ‏ فاش میرا کیجیو پردہ نہ رب العالمیں

شہ معین الدین حبیبِ کبریا کے واسطے

بعد مرنے کے جب آویں قبر میں منکر نکیر ‏ ‏ اور کریں اسلام اور ایمان کی بابت داروگیر
ایسے مُشکل وقت میں تو ہو نصیر و دستگیر ‏ ‏ کلمۂ توحید سے کر دے مرا روشن ضمیر

خواجۂ عثمان با شرم و حیا کے واسطے

یا الٰہی مجھ کو وقتِ موت ہو جب جاں کنی ‏ ‏ اور ہو شیطاں لعیں اُس وقت در پے رہزنی
کچھ نہ ہو اُس وقت ذکر و فکر دُنیائے دنی ‏ ‏ ساتھ اپنے نام کے اُس دم اُٹھا لے یا غنی

شہ شریفِ زندنی با التقا کے واسطے

کر لیا دل کو سیہ میں نے پئے جاہ و نمود ‏ ‏ طمعِ دُنیا دین و ایمانم بجائے خود ربود
دل کو آئینہ بنا دے اے مرے ربِّ ودود ‏ ‏ تا نظر آنے لگے تیری تجلّی کا وجود

خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے

کس قدر گردن پہ میری آہ ہیں حق العباد　　اور اُس پر ہے مسرت بھی یہ طرّہ مستزاد

مغفرت کی کون صورت ہے بروزِ عدل و داد　　عفو کر میرے گناہوں کو مرے رب العباد

شاہ بو یوسف شہ شاہ و گدا کے واسطے

جب قیامت میں علم بردار ہوں انبیا　　اور کمر باندھیں شفاعت کو محمد مصطفےٰ

اور لوائے حمد کے پیچھے جمع ہوں اولیا　　مجھ کو خدمت کفش برداری کی دے رب العلا

بو محمد محترم شاہِ ولا کے واسطے

یاالٰہی مجھ کو دینِ احمدی میں کر شمار　　دل میں احمد ہو زباں پر نام احمد آشکار

عشق احمد میں رہوں دل آشفتہ و سینہ فگار　　ہجرِ احمد میں تڑپ ہو اور آنکھیں اشکبار

احمدِ ابدال چشتی باسخا کے واسطے

اے خدا میرے گناہوں کا ہے اک دفتر عظیم　　اور گنہ بھی جو کئے میں نے کئے بے خوف و بیم

کون صورت ہے نجاتِ آخرت کی یا رحیم　　ہاں سوا اس کے کہ دکھلا تو صراط مستقیم

شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کے واسطے

نعمتیں جب دیں کیا میں نے نہ کچھ تیرا سپاس　　اور مصیبت جب پڑی تیری شکایت اور ہراس

بادۂ وحدت پلا اور کر دے بے ہوش و حواس　　ایک تو دل میں رہے اور دل رہے تیرے ہی پاس

خواجۂ ممشاد علوی بو العلا کے واسطے

دل سے جاتی ہی نہیں زنہار طمعِ مال و زر　فکر رہتی ہے یہی روز و گر شام و سحر
مجھ پہ ہو صبر و توکل کا خدایا وہ اثر　تاکہ ہوں معلوم مجھ کو ایک ساں نفع و ضرر
بوہریرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

دل رہا میرا ہمیشہ مائلِ عشقِ مجاز　خوبرویانِ جہاں کا کشتۂ ناز و نیاز
رحم کر رحم اپنا مجھ پر اے مرے بندہ نواز　عشق کا اپنے عنایت کر مجھے سوز و گداز
شہ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے

تو اگر چاہے تو لیلے شہ سے تاج و مملکت　اور جسے چاہے اُسے کونین کی دے سلطنت
تیرے ہاتھوں سے مغفرت بھی ہے اور ہے منفعت　دے گدائی کی مجھے بھی بارگہ میں منزلت
شیخ ابراہیم ادہم بادشا کے واسطے

بادۂ عشق و محبت سے مجھے مخمور کر　نشۂ عرفاں سے یارب دل کو میرے چور کر
دل سے مجھ مہجور کے پردہ دوئی کا دور کر　اپنے فضل و رحم سے یہ التجا منظور کر
شہ فضیل ابن عیاض اہلِ دعا کے واسطے

یا الٰہی تیری طاعت سے رہا میں دور دور　اور نہیں گردن جھکائی بے غرض تیرے حضور
تیرے در پر عجز سے حاضر ہوا ہوں اے غفور　دور کر ظلمت کو دل سے بھر دے اب حدت کا نور
خواجہ عبدالواحد بن زید شا کے واسطے

زندگی گذری ہمیشہ درپئے عیش و نشاط — تیری نعمت پر کیا میں نے نہ شکر و انبساط
طاعت و حرمت سے میں نے کی نہ کچھ بھی احتیاط — فقر و صبر و شکر سے اب کر دے میرا ارتباط

شہ حسن بصری امامِ اولیا کے واسطے

وقت جو طفلی میں گذرے تھا نہ اُس میں کچھ شعور — اور جوانی میں کیا مجھ کو مے غفلت نے چور
ہائے گذری عمر اپنی در رہِ فسق و فجور — بخش دے رحمت سے یارب سب میرے جرم و قصور

ہادیٔ عالم علی مشکلکشا کے واسطے

دل میں ہے حبِ اعزہ حبِ دنیا حبِ جاہ — نفسِ امّارہ نے مجھ کو کر دیا بالکل تباہ
طمع اور حرص و ہوا سے دے مجھے یارب پناہ — کھول دے اپنی محبت سے مرے سینہ میں راہ

سرورِ عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے

دل تنگ ہو ہر سمت سے آیا ترے دربار میں — اِن بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں سرکار میں
عمر گذرے تیرے ہی بس شغل میں اذکار میں — مقبول کر میری دُعا گذرے نہ اب افکار میں

یا الٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے

جو طلب میں نے کیا مجھ کو ملا بے قیل و قال — کی عنایت جاہ و شوکت تو نے مجھ کو ذوالجلال
مجھ کو اس بیجا طلب سے ہے مگر بے حد ملال — آرزو یارب یہی ہے اور یہی ہے اب خیال

بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کے واسطے

اِس مناجات کو سُن کر میرے مخلص دوست حکیم محمّد عبد الحمید صاحب نے جن کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبّت خاص ہے چند اشعار فی البدیہ لکھ کر مجھ کو دئے ہیں۔ میں اپنے مہربان موصوف کا شکریہ ادا کر کے مناجات حمید بجنسہٖ ذیل میں درج کرتا ہوں اُمید ہے کہ اس کا مطالعہ بھی موجب نزولِ برکات و باعث دلچسپی ناظرین ہوگا۔

مناجات حمید

اپنی رحمت سے الٰہی دے مجھے اکلِ حلال　　صدق دل سچّی زباں سچّا بیاں سچّا خیال

اے خدا سائل ہوں میں تجھ سے ہے میرا یہ سوال　　ساتھ صدیقوں کے ہو محشر مرا اے ذوالجلال

حضرتِ صدیق اکبر باصفا کے واسطے

قوتِ ایماں عطا کر یا الٰہی اِس قدر　　راہ پر تیری چلوں دل میں نہ آئے کچھ خطر

عمر بھر قائم رہوں اُس راہ پر اے دادگر　　تجھ سے ایسی لو لگے قرباں کروں لختِ جگر

حضرت فاروق اعظم باخدا کے واسطے

کر عطا علم و حیا اور بے حیائی دُور کر　　حافظِ قرآں بنا کر دل مرا پُر نور کر

اک نظر رحمت کی یا رب جانبِ رنجور کر　　ذات میں اپنے فنا کر اور دوئی کافور کر

جامعِ قرآں عثماں باحیا کے واسطے

حُبِّ دُنیا میں میں پھنسکر ہو گیا بالکل ذلیل   زادِ رہ کچھ بھی نہیں ہے اور سفر طول و طویل
کچھ نہیں پروائے جنّت اور نہ ماءِ سلسبیل   تشنۂ دیدار ہوں اک جرعہ دے ربِّ جلیل

رہنمائے اولیا شیرِ خدا کے واسطے

دونوں عالم سے الٰہی مجھ کو مستغنی بنا   اپنے ہی در کا مجھے محتاج رکھنا تو سدا
چھوڑ جائیں قبر میں تنہا عزیز و اقربا   دستگیری میری فرمائیں محمدؐ مصطفےٰؐ

حضرتِ حسنین اور خیر النسا کے واسطے

چل گئی بادِ مخالف اِن دنوں میرے خدا   ہو رہا ہے ہر طرف سے دین پر حملہ بُرا
کر حفاظت دین کی حاجت روا مشکلکشا   دشمنانِ دین سے اسلام کو تو ہی بچا

سرورِ عالم محمدؐ مصطفےٰؐ کے واسطے

منفعل ہے اپنے کرداروں سے بس عبدالحمید   حیف ہے اب تک نہ کچھ اُس نے کیا کارِ سعید
جانتا ہے وہ گنہگاروں کا تو ربِّ رشید   اُس کے عصیاں کو الٰہی اپنی رحمت سے خرید

یا الٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے

اے خدائے پاک میری ہے تمنّائے دلی   کالبدِ خاکی سے نکلے روح میری جب کبھی
دفن ہوں میں زیرِ پائے شیخ محب اللہ ولی   کر دعا مقبول میری از پئے آلِ نبیؐ

اپنی لطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

باب سوم

مشتمل بر سہ مکتوب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ از مکتوبات

حالاتِ زندگی حضرت شیخؒ کے سلسلہ میں جس طرح اولادِ شیخؒ کا مختصر ذکر درج کتاب ہٰذا کرنا جزوِ کتاب سمجھا گیا اُسی طرح آپ کے کلمات طیبات بھی آپ کی بیش بہا و نادر تصانیف سے انتخاب کرکے بغرض دلچسپی ناظرین والاتمکین پیش کرنا ضروری اور مناسب معلوم ہوا کیونکہ اقوال بھی داخل حالات زندگی ہوا کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے اعمال ظاہری کی طرح خیالات باطنی پر بھی پوری پوری روشنی پڑتی ہے۔ علاوہ اس کے انسان کا کلام اُسی کا ایک جزو سمجھا جاتا ہے۔ بقول حضرت معنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

گفت انسان پارۂ ز انساں بود

پارۂ نان ہم یقیں از ناں بود

مگر حضرت شیخؒ کے اعلیٰ مضامین اور تصوف کے دقیق مسائل کا انتخاب دریا کو کوزہ میں لانا کارے دارد سمجھ کر آسان راہ یہ اختیار کی کہ حضرت شیخؒ کے ضخیم مکتوبات سے **صرف تین مکتوب** تبرکاً ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ **پہلا خط** شہزادۂ ولیعہد داراشکوہ کا جو حضرت شیخؒ کے نام ہے اس وجہ سے لکھا گیا ہے کہ اس میں مسائل تصوف کے باریک و ادق سوالات ہیں۔ اس لئے یہ خط جزو ہے اس خط کا جو **حضرت شیخؒ** نے جواباً تحریر فرمایا تھا علاوہ ازیں شہزادہ موصوف پر الزام الحاد و کفر قائم کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس خط کے پیش کرنے سے یہ فائدہ بھی ملحوظ خاطر ہے کہ ناظرین کو خود شہزادہ کی تحریر اور نیز جواب خط حضرت شیخؒ سے الزام مذکورہ کے خلاف مذہبی رنگ میں بھی **شہزادہ عالیمقام** سے **علوئے مرتبہ** ہونے کا کافی اندازہ ہو گا۔ اصل کتاب مکتوبات بزبانِ فارسی قلمی ہے جس میں بوجہ بُعدِ زمانہ کرم خوردہ ہو کر بعض جگہ پڑھا نہیں جاتا اور بعض جگہ کتابت کی غلطی بھی معلوم ہوتی ہے تاہم حتی الامکان صحتِ مضمون کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اور عام دلچسپی کے لئے ساتھ ہی ساتھ دوسرے کالم میں

سلیس اُردو میں ترجمہ بھی پیش کیا جاتا ہے اور بعض ادق مضمون کی تشریح بھی تصانیف حضرت شیخ رح سے چند جگہ کر دی گئی ہے۔

نمیقہ عالیہ شہزادہ سلطان عالم محمد دارا شکوہ ولیعہد صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ شہنشاہ ہند نور اللہ مرقدہما بحضرت فانی فی اللہ باقی باللہ مقبول رسول اللہ محی الدین ثانی الملقب بالشیخ الکبیر و الشیخ الجم حضرت شیخ محب اللہ بر دا اللہ مضجعہ صاحب ولایت صوبہ الہ آباد۔

اصل خط	ترجمہ
قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ	(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کہے اور ماسوا اللہ کو چھوڑ دیجئے۔
جامع علوم ظاہری و باطنی حاوی مراتب صوری و معنوی میاں شیخ محب اللہ را از محب فقراء دعا و سلام برسد از گرفتن صوبہ الہ آباد بشیر خوشحالی بہ زدہ جود ثمرہا	علوم ظاہری و باطنی کے جامع و مراتب صوری و معنوی کے احاطہ کرنے والے میاں شیخ محب اللہ کو فقیر دوست (محمد دارا شکوہ) کا دعا و سلام پہونچے زیادہ خوشی ہو الہ آباد کے قبضہ میں آنے سے حضرت کے

ایشاں است - ہر کارے ومہمے کہ
داران رفاہیت مومنان باشد
بہ باقی بیگ اثر می نمودہ باشند۔
واخلاص اینجانب را بالفقراء بدرجہ
اعلیٰ شناسند۔
وامید ایں چند سخن را جواب واضح
نویسند کہ حقیقت آنہا مفہوم شود۔

سوال اول۔ چیست اندریں راہ
بدایت کار و نہایت کار۔

سوال دوم۔ چیست معنی قول
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی
رحمۃ اللہ علیہ در جواب مَا النِّهَايَةُ
کہ فرمودہ ہی الرُّجُوعُ اِلَی الْبِدَايَۃِ۔

وجود شریفہ کی وجہ سے ہے جو کام اور مقصد
ضروری کہ جسمیں مسلمانوں کی بہبودی ہو
باقی بیگ اثر (گورنر صوبہ) سے
ارشاد فرماتے رہیں۔
اور ملحوظ خاطر ہو کہ اینجانب کو فقراء و
مساکین سے بدرجہ غایت خلوص وعقیدت ہے
امید کہ ان چند سوالوں کا جواب (آنجناب)
صاف صاف تحریر فرمائیں تاکہ اونکی حقیقت
سمجھ میں آجائے۔

پہلا سوال۔ سلوک کے راستہ کی ابتدا
وانتہا کیا ہے

دوسرا سوال۔ سید الطائفہ حضرت جنید
بغدادی کا قول وہی لوٹنا ابتدا کی جانب
ہے بسوال اس کے کہ انتہائی سلوک کیا ہے
کیا معنی رکھتا ہے۔

سوال سوم - کدام علم است کہ اورا حجاب الاکبر گفتہ اند۔

سوال چہارم - انبیاء سابق را معرفت توحید بود یا نہ۔

سوال پنجم - تصور را اعتبار است یا نہ۔

سوال ششم - ہرگاہ کہ معدوم شدن موجود محال باشد پس اشیاء را چوں معدوم تواں گفت۔

سوال ہفتم - ترقی را نہایت بود یا نہ۔

سوال ہشتم - ظَلُوماً جَھُولاً در مدح انسان ست یا در مذمت۔

سوال نہم - بہ تربیت ارواح معرفت

تیسرا سوال - وہ کون سا علم ہے جس کو حجاب اکبر کہتے ہیں۔

چوتھا سوال - انبیاء سابق کو توحید کی معرفت حاصل تھی یا نہیں۔

پانچواں سوال - تصور قابل بھروسہ ہے یا نہیں۔

چھٹاں سوال - جبکہ موجود کا معدوم ہونا محال ہے تو اشیاء کو کیونکر معدوم کہہ سکتے ہیں۔

ساتواں سوال - ترقی کی انتہا ہے یا نہیں۔

آٹھواں سوال - ظلوما جہولا - (ظالم جاہل) انسان کی تعریف میں ہے یا مذمت میں۔

نواں سوال - ارواح کی تربیت و تعلی

تمام حاصل شود یا نہ۔

سوال دہم۔ طالب را بعد از موت وصل ممکن باشد یا نہ۔

سوال یازدہم۔ طالب فانی گردد یا مطلوب۔

سوال دوازدہم۔ تفرقۂ درد و عشق چیست

سوال سیزدہم۔ کدام شغل باشد کہ بے اختیار شاغل صادر شود۔

سوال چہاردہم۔ نماز بیخطرہ کے حاصل شود

سوال پانزدہم۔ غیر متناہی در متناہی چہ گونہ گنجد۔

سوال شانزدہم۔ در انسان استعداد شناخت برابر بود یا نہ۔

سوال ہفدہم۔ بصر افضل است یا سمع۔

سے پوری معرفت حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔

دسواں سوال۔ طالب کو مرنے کے بعد مطلوب کا وصل ہونا ممکن ہے یا نہیں۔

گیارہواں سوال۔ طالب فانی ہوتا ہے یا مطلوب۔

بارہواں سوال۔ درد اور عشق میں کیا فرق ہے

تیرہواں سوال۔ کون سا شغل ہے جو بے اختیار شاغل کے صادر ہوتا ہے۔

چودہواں سوال۔ نماز بیخطرہ کب ہوتی ہے

پندرہواں سوال۔ جسکی انتہا نہ ہو وہ اوسمیں جسکی انتہا ہو کیسے سما سکتا ہے۔

سوال سولہواں۔ انسان میں حق تعالیٰ کی معرفت کی قابلیت برابر ہی یا نہیں۔

سترہواں سوال۔ قوت بینائی افضل ہے یا شنوائی۔

سوال ہیزدہم - بعد از موت ترقی است یا نہ -	اٹھارہواں سوال - موت کے بعد ترقی ہو سکتی ہے یا نہیں -

صحیفہ نامیہ عارف باللہ فانی فی اللہ شارح فصوص وفتوحات ناقد نصوص احادیث وآیات علامہ شریعت وطریقت واقف اسرار حقیقت حضرت شیخ محب اللہ افاضنا اللہ علینا من برکاتہ وقدس سرہٗ بجواب نامہ گرامی شاہزادہ سلطان عالم محمد دارا شکوہ نور اللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصل	ترجمہ
ملاذ عارفان و معاذ جہانیاں عرفان پناہ حقائق آگاہ ضابط احکام دینی وحادی مراتب کشفی و یقینی - عین الانسان -	عارفوں اور جہان والوں کے پشت پناہ اور عرفاں کے جائے پناہ حقیقتوں کے جاننے والے -
والانسان العین سلطان عالم صوری و معنوی بر سریر سلطانی و منصۂ شہود وحقائق جلوہ گر باشند -	احکام دین کے پابند مراتب شہود ولقین کے گھیرنے والے موصوف بہ صفات انسانی مردمک چشم ظاہر و باطن عالم کے بادشاہ تخت شاہی

اور مسند شہود و حقائق پر رونق افروز ہیں۔

بعد از طے منازل نیازمندی و اخلاص وقطع مراسم واختصاص آنکہ۔

نیازمندی اور اخلاص کی منزلوں کے طے کرنے اور رسموں و خصوصیتوں سے گزرنے کے بعد واضح ہو کہ

فقیر پیش ازیں بہ کمالات انسانی و مراتب عرفانی آن ملاذ عارفان محظوظ وخرسند بود۔

فقیر آپ (عارفوں کے جائے پناہ) کے کمالات انسانی و مراتب عرفانی سے پہلے ہی محظوظ اور خوش تھا۔

دور شکر زمانہ رطب اللسان۔

اور (بہتری) زمانہ کے شکریے میں تر زبان تھا

الحمد للہ کہ شاہزادہ این زمانہ صالح وعارف ربانی اند۔

خدا کا شکر ہے کہ شاہزادہ وقت نیک و خدا شناس ہیں۔

وچوں این صوبہ بنام بندگان آنجناب عالی شد بساط شکر سابق مضاعف گشت۔

اور جب یہ صوبہ بندگان عالی کے نام ہوا شکر کی پونجی پہلے سے دونی ہو گئی۔

الحمد للہ کہ ما محکوم عارف سبحانی شدیم۔

اللہ کا شکر ہے کہ ہم محکوم عارف سبحانی کے ہوئے۔

اگرچہ حکام سابق نیز مشرف بودند
بہ شرف مسلمانی و چون مقبول درگاہ
باقی بیگ اثر داخل شہر شد باستعجال
تمام بہ فقیر ملاقات نمود۔
ظاہر شد کہ اینہمہ گرمی محبت فقراء
از مشارٌ الیہ از کجا است۔
و معلوم گشت کہ تربیت یافتہ آنجناب
عالی است۔
و تا آنکہ در تعلق با فقیر صحبت داشت
بجز بیان مراتب و مدارج معرفت بلند
آنجناب عالی بلسان جاری نبود۔
و دریں زودگی چون عنایت نامۂ
معرفت بنام ایں ذرۂ حقیر رسید
ایں ذرہ را مباہات و امتیاز
بخشید۔

اگرچہ حکام سابق بھی شرف مسلمانی سے مشرف
تھے اور جسوقت مقبول درگاہ باقی بیگ
اثر (گورنر صوبہ) داخل شہر ہوا فوراً ہی
فقیر سے ملا۔
اوسکی اس سرگرمی ملاقات سے ظاہر ہوا کہ
یہ تمام سرگرمی محبت فقراء آپ ہی کے فیض سے ہے
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب ہی کا تربیت
یافتہ ہے۔
اور جب تک فقیر کی صحبت میں رہا آنجناب
کی مدح و علوِ معرفت کے اوسکی زبان پر کچھ
جاری نہ تھا۔
اور انہیں ایام میں عنایت نامۂ معرفت
اس ذرۂ ناچیز کے پاس پہونچا اس حقیر کے لئے
باعث فخر و امتیاز ہوا۔

مصرع

سلیماں با چناں حشمت نظرہا بود با مورش

مصرع

باوجود ایسی حشمت وشان کے حضرت سلیمان
علیہ السلام کو چیونٹی کا بھی خیال تھا۔

بیت

عنایت نامہ را چوں بر کشادم
گہے بر دیدہ گہ بر سر نہادم

واز عنوان آنکہ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ
بود چناں سرور و حضور دست داد کہ
طومار ہا متکفل بیان آن نتوانند
شد۔

ترجمہ بیت

جب میں نے آپ کا عنایت نامہ پایا
کبھی سر پہ رکھا اور کبھی آنکھوں سے لگایا

اوس خط کی ابتداء آیت قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ
سے تھی اوس سے ایسی خوشی اور حضوری
حاصل ہوئی کہ دفتر اوسکے بیان کے لئے
کافی نہیں ہوسکتے۔

وتمامی قول مذکور اشارہ عجب دارد
کہ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِی خَوْضِہِمْ
یَلْعَبُوْنَ باشد۔

اور اس آیت کا پورا مضمون عجیب اشارہ پر
دلالت کرتا ہے (جو یہ ہے) اے محمد اللہ کہئے
اور اونکو چھوڑ دیجئے جو باطل فکروں میں کھیل
رہے ہیں۔

ولعب بر جماعت مقرر و مسجل کردانید

اور کھیل ایک جماعت کے ساتھ معین ومخصوص

وبا ایں ہمہ نظرہا جز بہ وجہ اللہ نباید
کشود واز آیت مذکورہ ہمیں نظر مقصود
است و بجز صاحب عالم ایں ہمہ اشارات
را کیست کہ وے در نظر دارد۔

بیت

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند
نکتہ ہا است بسے محرم اسرار کجاست

ونیز شرف صدور یافتہ بود کہ ہر امرے کہ
دراں رفاہیت مومناں باشد بہ باقی بیگ
میگفتہ باشی جزاک اللہ احسن الجزاء
گفتن [illegible] الیہ تحصیل
حاصل است حاجت نیست کہ با مردماں
وعظ و نصیحت کنم کہ وعظ و نصیحت
آں صاحب برائے ایشاں کافی و شافی
است و فقیر در چہ آں کہ بکسے نصیحت

کر دیا گیا ہے اور اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے
نگاہ بجز ذات اللہ کے اور کسی پر نہ ڈالنا چاہئے
اور اس آیت کا بھی مقصد ہے سوائے شاہزادہ
عالم کے ان اشاروں کو کون جانتا ہے۔

بیت

اہل بشارت وہی ہے جو اشارہ سمجھتا ہے
باریکیاں بہت ہیں مگر اسرار کے سمجھنے والے کہاں ہیں

اور یہ بھی ارشاد تھا کہ جس کام میں مسلمانوں
کی بہبودی ہو باقی بیگ سے کہتے رہیں خدا
آپ کو بہترین جزا دے۔
باقی بیگ کو ایسی باتوں کی ہدایت کرنا بیکار ہے
اس کی ضرورت نہیں ہے کہ لوگوں کو وعظ و
نصیحت کروں اسلئے کہ جناب ہی کی وعظ و
نصیحت لوگوں کے لئے کافی و شافی ہے اور
فقیر کا مرتبہ کسی کو نصیحت کرنے کا نہیں ہے۔

کند بندارد۔

شعر

چہ نسبت است برندی صلاح و تقوی را
سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا

فقیر کجا و نصیحت کجا و حق آنست کہ اندیشہ رفاہیت خلق خدا دامنگیر خاطر حکام باشد چہ مومن و چہ کافر کہ خلق خدا ودیعت خدا است و سند ایں کہ صاحب آں مقام بہر کسے صالح و فاجر و مومن و کافر مترحم باشد ترحم رسول خدا است چنانکہ بیان یافتہ در فتوحات و وارد است در قرآن وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین بر سبیل عموم مثل رب العالمین غالباً افاضۂ رحمت بر ہر کسی تحت

شعر

صلاح و تقوی کو رندی سے کیا مطلب
کہاں وعظ و نصیحت کا سننا کہاں دف و چنگ

کہاں فقیر اور کہاں نصیحت سچ تو یہ ہے کہ حاکموں کا خیال خلق خدا کی نفع رسانی کا ہمیشہ رہتا ہے کیونکہ مخلوق خواہ مومن خواہ کافر خدا کی امانت ہے اور اس بات کی سند کہ اس مقام والا یعنی حکام ہر نیک و بد مومن و کافر پر مہربان رہتا ہے رسول اللہ ہی کی مہربانی ہے جیسا کہ فتوحات میں ذکر ہے اور قرآن میں بھی آیا ہے۔ نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام عالم کے لیے رحمت آپ کا عامۂ خلق پر رحمت ہونا

مرتبہ آں باشد و از حال بعضے ملائک
در قرآن خبر دادہ و گفتہ ویستغفرون
لمن فی الارض و نیز اعلام
بود کہ اخلاص اینجانب را بفقراء
بدرجہ اعلیٰ شناسند۔

بر آں ملاذ فقرا روشن است کہ دوستی
دوستاں حق مطلق دوستی
حق است و باین مقام و منصب
اسم ابراہیم ادہم رح تقدیم یافت
بر اسامی باقی دوستاں چنانچہ
در قرآن است فبما رحمۃ
من اللہ لنت لہم ولو کنت
فظاً غلیظ القلب ۔

ایسا ہی ہے جیسے حق تعالیٰ کا دونوں عالم کا رب
ہونا اور غالباً ہر شخص پر رحمت کرنا ماتحت
اوسی مرتبہ کے ہے اور بعضے فرشتوں کے حال سے
بھی قرآن پاک میں خبر دی ہے اور فرمایا ہے
کہ وہ بندگان خدا کے لئے طلب
مغفرت کرتے ہیں اور یہ بھی تحریر تھا
کہ اینجانب کو فقرا سے بدرجہ غایت خلوص ہے
یہ جناب پر روشن و ظاہر ہے کہ اللہ
کے دوستوںکو دوست رکھنا عین اللہ
کو دوست رکھنا ہے اسی مقام و
مرتبہ کی وجہ سے حضرت ابراہیم ادہم رح کا اسم
گرامی اللہ کے باقی دوستوں پر مقدم ہوا
جیساکہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ اے محمد
اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ اونکے
لئے رحمدل ہیں اور اگر آپ بدمزاج

لانفضوا من حولك۔

پس لبعثت رسول اللہ صلعم ہر مردم را نعمت و رحمت عظیم بر رسول بود و شک نیست کہ در لینت مذکور سرفراز و ہدایت مردم بود۔

و نیز حکم شدہ بود کہ ایں چند کلمہ را جواب واضح نویسند فقیر طالب علم است ایں چیز ہا نداند لیکن فقیر امر صاحب را موافق وما تلك بيمينك يا موسیٰ باجابت شتافت۔

جواب اول۔ اگرچہ من حیث السلوک بدایت کار سیر الی اللہ است و نہایت کار سیر فی اللہ و شرح ایں

اور تخت دل ہوتے تو سب آپ کے پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ اللہ کی بڑی نعمت و رحمت تھی جو آپ لوگوں پر مہربان تھے اس میں شک نہیں کہ آپ کی نرمی لوگوں کے لئے سربلندی اور ہدایت تھی۔

اور یہ بھی حکم ہوا تھا کہ ان چند کلموں کا جواب صاف صاف لکھئے۔ فقیر طالب علم ہے ان چیزوں کو نہیں جانتا۔ لیکن فقیر تعمیل ارشاد کی بجا آوری اوسی طرح کرتا ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام نے بسوال "اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے" کی تھی۔

پہلا جواب۔ اگرچہ سلوک کی حیثیت سے ابتدائے سلوک اللہ کی طرف چلنا ہے اور انتہائے سلوک اللہ میں سیر کرنا ہے اور

ماجرا از غایت اشتہار حکم تحصیل حاصل دارد۔

اما وجہ دیگر آنست کہ نزد صوفیہ مراتب ظہور حضرت وجود مصور بصورت دائرہ گشتہ ونقطہ احدیت کہ ہم مبداء

اس واقعہ کی شرح بوجہ بہت مشہور ہونیکے بیکار ہے۔

لیکن دوسری وجہ یہ ہے کہ صوفیہ کرام کے نزدیک حضرت وجود کے مراتب کا ظہور دائرہ کی صورت میں تصور کیا گیا ہے ۵۱

ذات ہے مطلق جب قیود تعینات وجوبیہ وامکانیہ سے مقید ہو تو بمنزلہ دائرہ تصور کرنا چاہیئے دائرہ کا محیط حق جل شانہ، ہے جیسا کہ حق تعالی نے ارشاد فرمایا ہے الا انہ بکل شئ محیط یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے یہی مرتبہ احدیت ذاتیہ اور غناء ذاتی کا ہے ان اللہ لغنی عن العالمین بے شک اللہ تعالی ضرور تمام عالم سے غنی ہے۔

حضرات صوفیہ کرام نے دائرہ کی مثال سمجھانے کے خیال سے دی ہے ورنہ جہاں حق تعالی ہے وہاں دائرہ کہاں پس معارج ومنازل ومدارج فیض وجودی کے دائرے ہیں جب اصطلاح تصوف وجود کے دائرہ میں دو قوس ہیں ایک نزولی دوسرا عروجی پہلے کا نام سفر الحق دوسرے کا نام سفر العبد ہے سفر حق تعالی کا اعلی سے اسفل میں اور وحدت سے کثرت میں آنے کو کہتے ہیں اور سفر عبد بندہ کا اسفل سے اعلی کی طرف جانے کو کہتے ہیں۔

تصوف بھی اور علوم کی طرح دو جزؤں پر شامل ہے۔ ایک علمی۔ دوسرا عملی۔ اور کتب شریعت

دائرہ است وہم منتہاء بہ بدایت کار
وبہایت کار تعبیر یافتہ است زیرا
کہ نصف دائرہ از نقطہ احدیت
تا نقطہ مقابل کہ مرتبہ جامعہ انسانیہ
است موسوم بقوس نزولی شدہ و
ونصف دیگر از مرتبہ انسانیہ تا ہماں

اور نقطہ احدیت کہ مبداء ومنتہاء دائرہ ہے
بدایت کار ونہایت کار کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے

(بقیہ صفحہ ۱۴۲) میں ہر دو جزو کا مفصل بیان ہے۔ حضرت شیخ رح ودیگر بزرگان دین نے بھی
مشکواۃ نبوت سے اقتباس کرکے اپنی اپنی تصانیف میں اونکا شرح ذکر فرمایا ہے
جزو اول تحصیل علم ومطالعہ کتب موصوفہ سے حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر جزو دویم متعلق کسب
ہے۔ مرشد کامل جو شریعت کا ظاہر وباطن میں جامع ہو اوسکی تلقین۔ صحبت وکفش
برداری سے حاصل ہوتا ہے اور اوس وقت حقیقت کا کماحقہ ظہور وانکشاف ہوتا ہے
کیونکہ مرشد کامل اعرف العرفا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔
لہذا برکات۔ فیوض۔ مراحم جو حضور رحمۃ اللعالمین کی ذات عالی پر فائض ہوتے
رہتے ہیں۔ مرشد کے واسطہ سے اون کا انعکاس وپرتو مریدین پر بھی ہوتا ہے۔

از مؤلف

نقطہ احدیت معبر بقوس عروجی و
بعد از اتصال قوسین والتقاء
نقطتین دائرہ تمام شدہ و مبداء
ومعاد یکے گشتہ ۔

کیونکہ نصف دائرہ نقطہ احدیت سے نقطۂ
مقابل تک مرتبہ جامع انسانیہ ہے جس کو
قوس نزولی کہتے ہیں اور دوسرا نصف
دائرہ مرتبہ انسانیہ سے لیکر اسی نقطہ احدیت
تک قوس عروجی کے نام سے موسوم ہے اور
دونوں قوسوں اور دونوں نقطوں کے ملنے
سے دائرہ پورا ہوجاتا ہے اور مبداء و معاد
ایک ہوجاتا ہے ۔

بدایت کار و نہایت کار را ذوالنونؒ
مصری گفتہ کہ اول گسستن است
و پیوستن و آخر نہ گسستن و نہ پیوستن
**ہوالاول والآخر والظاہر و
الباطن** نہایت کار رفع طلب
است بوجدان مطلوب نہ بعنوان
مطلوب واگر نہ دو پیدا شود طالب

ذوالنون مصریؒ نے بدایت کار و نہایت کار
کے نسبت کہا ہے کہ پہلے ٹوٹنا (فصل) اور
ملنا (وصل) ہے اور آخر میں ٹوٹنا ہے نہ ملنا
ہوالاول والآخر والظاہر والباطن
انتہائے کار طلب کا اوٹھ جانا ہے مطلوب
کے ملنے سے نہ اس طرح کہ مطلوب جدا سمجھا
جاے ورنہ طالب و مطلوب میں دوئی

ومطلوب و در واقع چنین نیست بلکہ
طالب عین مطلوب ست مولوی گفتہ

دو مبین و دو مدان و دو مخوان
خواجہ را در بندۂ خود محو دان
گر جدا بینی از و این خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را
عرش بر آب است و آب اندر ہوا است
بگذر از آب و ہوا جملہ خدا است
عرش اعظم جز طلسم بیش نیست
اوست بس این جملہ اسم بیش نیست
در نگر این عالم و آن عالم اوست
نیست غیر او اگر ہست آن ہم اوست
جملہ یکذات است اما متصف
جملہ یکحرف و عبارت مختلف

پیدا ہوگی اور حقیقت میں ایسا نہیں ہے
بلکہ طالب عین مطلوب ہے مولوی نے فرمایا ہے

نہ دو دیکھو نہ دو سمجھو اور نہ دو پکارو
آقا کو غلام میں بالکل محو سمجھو
اگر غلام سے آقا کو جدا کر رہے ہو تو یاد
رکھو کہ تم کتاب کے مقدمہ اور دیباچہ کو
مع اصل متن کتاب کھو رہے ہو۔
عرش پانی پر ہے اور پانی ہوا کے اندر
آب و ہوا کے خیال کو چھوڑ دو جملہ خدا ہے
عرش اعظم طلسم سے زیادہ نہیں ہے
وہی سب ہے یہ جملہ اشیا نام کے سوا
نہیں ہے دونوں جہاں میں اوسی کو
دیکھو کہ وہی ہے اوسکا غیر نہیں ہے
اگر ہے تو وہ بھی وہی ہے جملہ ایک ہی

وازیں تقریر جواب سوال دوم
نیز گذارش یافتہ۔

جواب سوم۔ مخفی نماند کہ علوم
رسمی کہ نہ موجود باطن باشد حجاب
اکبر است وتا آں علوم درمیان
است صورت ندارد کہ حقِ ظاہر
ومبین بر صاحب آں علوم ہویدا
گردد وفقیر جاے ثبت کردہ کہ علم
نسبت است وناظر در دو امر پس
سالک تا دریں است کہ من دانستم
اورا در حجابِ اکبر است وچوں
فی الحقیقت علم وعالم ومعلوم یکیست
پس ہر علمے کہ مخالفِ تحقیق ایں

ذات ہے لیکن ذات تمام اوصاف سے متعلق ہے
جسطرح سے جملہ یکحرف ہے اور عبارت مختلف
اس تقریر سے **دوسرے سوال** کا جواب
بھی ہوگیا۔

تیسرا جواب۔ پوشیدہ نہ رہے کہ علوم
ظاہری جو باطن میں موجود نہ ہوں حجاب
اکبر ہے اور جبتک وہ علوم درمیان میں
حائل ہیں ممکن نہیں کہ حق تعالیٰ جو صریح
وعیاں ہے اوس علوم کے جاننے والے
پر ظاہر ہو اور فقیر نے ایک جگہ لکھا ہے کہ
علم ایک نسبت ہے جو دو چیزوں میں ہوتی
ہے لہذا سالک کا خیال جبتک یہ رہیگا
کہ میں نے اوسکو جانا اوس وقت تک
حجاب اکبر میں ہے اور چونکہ حقیقت میں
علم اور عالم اور معلوم ایک ہیں پس جو

معنی باشد حجاب اکبر است بلکہ سبب تفرقہ اند و مانع حصول بہ مقصد۔

جواب چہارم۔ نبوت مرتبۂ خاص از مراتب معرفت و ولایت است چنانکہ بیان یافتہ در فص عزیری از فصوص الحکم پس ہر نبی عارف باشد بدوں عکس کلی و دعوت از نبی نہ از راہ نبوت و ولایت است بلکہ آں از طریق رسالت باشد پس در قول حق تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعضٍ رسالت و حال ولایت مسطور است و در ایں امر اہل معرفت و علماء رسوم متوافق اند و در قول حق فضلنا

جو علم کہ اس تحقیق کے مخالف ہو حجاب اکبر ہے بلکہ جدائی کا سبب اور حصول مقصد کا مانع ہے۔

چوتھا جواب۔ نبوت مرتبۂ معرفت و ولایت سے ایک خاص مرتبہ ہے جیسا کہ فصوص الحکم کے فص عزیری میں بیان ہے پس ہر نبی عارف ہوتا ہے بغیر عکس کلی کے (یعنی ہر عارف نبی نہیں ہوتا) اور نبی کی ہدایت خلق کو نبوت اور ولایت کے راہ سے نہیں ہے بلکہ رسالت کے راہ سے ہے پس حق تعالیٰ کے اس قول میں کہ ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے رسالت و ولایت کا بیان ہے اور اس امر میں علماء ظاہر و باطن متفق ہیں اور ارشاد خداوندی ہیں کہ ہم نے بعض

بعض النبیین علی بعض معرفت
وکمالات ایشاں منظور است۔

نزد حضرات صوفیہ مقرر است کہ
نبوت اخبار است از ذات وصفات
واسماء واحکام الٰہی وشیخ ابن عربی
رحمۃ اللہ علیہ در فصوص فرمودہ کہ
نبی کہ از جناب حق مبعوث شدہ
بخلق تا ہدایت ایشاں کند بہ کمالے
کہ در حضرت علمیہ برائے ایشاں
مقرر شدہ است باقتضائے اعیان
ثابتہ ایشاں پس بدیہی عقل است
کہ ایں دولت بانبیاء علیہم السلام
دست ندادہ الا بمعرفت توحید دیگر
آنکہ اتفاق است برانکہ اولیاء

نبیوں کو بعض پر فضیلت دی
اون حضرات کے کمالات ومعرفت کا اظہار
منظور ہے۔

اور حضرات صوفیہ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے
کہ نبوت ذات وصفات واسماء واحکام الٰہی
سے خبر دینا ہے اور شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
نے فصوص میں فرمایا ہے کہ ہر نبی کو خدا تعالیٰ
نے خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا
ہے تاکہ وہ ہدایت اوس کمال کے ساتھ
کرے جو اللہ کے علم میں اون لوگوں کے لئے
مقرر ہو چکا ہے ان کے اعیان ثابتہ (علم
الٰہی کے معلومات) کے لحاظ سے۔ پس صاف
ظاہر ہے کہ یہ دولت انبیاء علیہم السلام کو
حاصل نہیں ہوئی مگر معرفت توحید کی وجہ
سے دوسرے یہ کہ اسپر سب کا اتفاق ہے

سلف وخلف اقتباس نور معرفت از مشکواۃ نبوت نمودہ اند پس در صورتیکہ انبیارا معرفت توحید نبودہ اولیارا چگونہ خواہد بود چوں صفت مذکور باولیا حاصل است پس انبیارا کہ محتاج الیہ ایشان اند بطریق اولی حاصل خواہد بود

جواب پنجم تصوریکہ منسوب باغراض نفسانیہ نیست وجاذب است بسوے حق البتہ اعتبار دارد وانچہ خلاف آنست از درجۂ اعتبار ساقط است وچوں نیک تامل رود ہرچہ زائد بر ذات بحت می نماید اعتبار را نشاید مجمل ایں ست کہ ہر تصور را در موقع خاص واقع شود اعتبار است وآثار چہ آحسن

کہ اگلے وپچھلے اولیا اللہ نے مشکواۃ (محل نور) سے معرفت کا نور حاصل کیا ہے پس جس صورت میں انبیا علیہم السلام کو معرفت توحید حاصل نہ تھی تو اولیا کو کیونکر ہوتی جوکہ انبیا کے محتاج ہیں بدرجہ اولی حاصل ہوگی۔

پانچواں جواب ۔ جو تصور کہ نفسانی خواہشات کی طرف منسوب نہیں ہے اور حق تعالی کی طرف لانے والا ہے ضرور قابل اعتبار ہے اور جو اسکے خلاف ہے اوسکا اعتبار نہیں اور جب خوب غور کیا جاے (تو ظاہر ہوتا ہے) کہ جو کچھ زائد ذات محض پر ہو اوسکو معتبر نہ سمجھنا چاہئے مجمل یہ ہے کہ جو تصور موقع خاص میں ہو اوسکا اثر اور اعتبار ہے

بمجرد تصور عرش بلقیس حاضر
ساخت آں را در خدمت سلیمان
علیہ السلام۔
و بعضے اہل وجد و حال بمجرد
تصور عبور خود در شہرے خود را
دراں شہر می بیند بجسمہ و شخصہ
اگر آں حالت از ایشاں سلخ
کنند در مدت طویل مثل دیگراں
ازاں شہر در جاے خود برسند و
کیفیت آں بر ایشاں ظاہر
و مکشوف نباشد چنانچہ بگویند
کہ ما طریق آں ندانم اینقدر است
کہ عبور در یک شہرے با حصول
امرے در ما مخطور میشود و آں
مخطور را می بینیم کہ واقع شد۔

جیساکہ آصف نے تصور کرتے ہی بلقیس
کے تخت کو سلیمان علیہ السلام کے خدمت
میں حاضر کر دیا۔
اور بعضے اہل وجد و حال تصور کرتے ہی ایک
شہر سے دوسرے شہر میں معہ جسم و بدن کے
پہونچ جاتے ہیں اگر وہ حالت ان سے
لیلیجاے تو دوسروں کی طرح بہت دن میں
اوس شہر سے اپنے مقام پر پہونچ سکتے
ہیں اور اس کیفیت سے وہ بیخبر رہتے ہیں
جیساکہ اون لوگوں کا بیان ہے کہ ہم اس
حقیقت سے ناواقف ہیں ہاں صرف اتنی
بات ہے کہ ہمارے دل میں ایک شہر میں
کسی کام کرنے کا خطرہ پیدا ہوا اوس خیال
کو ہم دیکھتے ہیں کہ ظہور پذیر ہوگیا۔

جواب ششم۔ صور اشیاء کہ
اعتباری و اضافی است متبدل و
محو میگردد اما حقیقت اشیاء کہ
واحد است در جمیع احوال موجود
باشد و معدوم نگردد مثل چوب کہ
بعد از سوختن بہیئت خاکستر برآید
و خاکستر بہیئت عناصر دیگر تا منتہی
گردد بہ نور ذات واجب کہ حامل
جمیع صور اشباح است غرض
مجمل ایں است کہ موجود ہمیشہ
موجود است و صورتِ از نسبت
است نزدیک اکابر اہل اللہ۔
بزوال نسبت صورت موجود
معدوم نشود چنانچہ بزوال محبت

چھٹاں جواب۔ چیزوں کی صورتیں
جو اعتباری و اضافی میں بدلتی اور
مٹتی رہتی ہیں لیکن اشیا کی حقیقت جو
ایک ہے تمام حالات میں موجود رہتی
ہے اور معدوم نہیں ہوتی جیسے لکڑی
کہ جلنے کے بعد راکھ ہو جاتی ہے اور
راکھ دوسرے عناصر کی صورت میں بدلجاتی
ہے یہانتک کہ ذات واجب الوجود کے
نور میں جو کل صورتوں شبیہوں کی
اوٹھانیوالی ہے پہونچتی ہے اجمالاً
خلاصہ یہ ہے کہ موجود ہمیشہ موجود رہتا
ہے اور صورت[1] (با اعتبار) نسبت ہے
اور بڑے بڑے اہل اللہ کے نزدیک
نسبت متجانے سے موجود معدوم

[1] اور صورت نسبتوں میں سے ہے (یعنی ہمیشہ دو چیزوں میں پائی جاتی ہے)

زید مثلاً در حق سلمیٰ زید زائل نشود
ہمچنیں آنچہ موجود است در صورت
زید بزوال صورت زید آں موجود
معدوم نشود پس اشیاء موجودہ
ہرگز معدوم نشوند آرے آنجماعہ
کہ صورت را موجود جوہری یا موجود
عرضی میگویند قائل اند باینکہ موجود
کہ صورت باشد معدوم نشود و اہل اللہ
میگویند کہ عالم معدوم موہوم است
وایں بایں معنی است کہ دوئی
مخیل و موہوم است نہ اعیان عالم۔

جواب ہفتم۔ ترقی سالک بانعدام
وجود موہوم او در وجود حقیقی کہ

نہیں ہوتا۔ جیسا کہ زید کی محبت جو سلمیٰ
کے حق میں تھی اس کے زائل ہو جانے سے
زید نہیں مٹ جاتا ایسا ہی جو چیز صورت
زید میں موجود ہے زید کی صورت مٹ جانے
وہ موجود معدوم نہیں ہوتا نتیجہ یہ کہ
موجود چیزیں ہرگز معدوم نہیں ہوتیں
ہاں جو جماعت کہ صورت کو موجود جوہری
یا عرضی کہتی ہے اس بات کی قائل ہے کہ
کہ جو موجود کہ صورت ہے معدوم نہیں
ہوتا اور اہل اللہ عالم کو معدوم اور
موہوم اس معنی سے کہتے ہیں کہ دوئی وہم
وخیال میں ہے نہ اس معنی سے کہ
حقیقتاً ذوات عالم معدوم ہیں۔

ساتواں جواب۔ سالک کی ترقی
اپنے وجود موہوم کے وجود حقیقی میں

آں رافنافی اللہ گویند ممکن است وچوں دریں مقام سالک راوصول بذات الٰہی حاصل است پس ذات را بہ تجلی نسبت تواں داد نہ بترقی وتجلی ذات لانہایت باشد منطوق کل یوم ھو فی شان موافق است۔

شعر

اے بہ تجلی تو تکرار نیست
وانکہ زحسن تو پدیدار نیست

چہ سیر وسفر الی اللہ را نہایت بود وسیر وسفر فی اللہ را نہایت نبود چنانکہ سیر الی البحر محیط متناہی گردد وسیر فی البحر متناہی نشود اگر فرض کردہ شود کہ بحر متناہی است

معدوم ہونے سے جسکو فنافی اللہ کہتے ہیں ممکن ہے اور جبکہ اس مقام میں سالک کو ذات الٰہی سے وصل حاصل ہے اس لئے ذات کو تجلی سے نسبت دے سکتے ہیں نہ کہ ترقی سے اور تجلی ذات کی انتہا نہیں ہے جیساکہ قرآن کی آیت ناطق ہے کہ ہر آن وہ وہ ایک کام میں رہتا ہے۔

ترجمہ شعر

اے وہ ذات کہ تیری تجلی ہر وقت نئی نئی ہوتی رہتی ہے اے وہ ذات کہ تیرے حسن سے زیادہ ظاہر نہیں ہے کیونکہ سیر وسفر الی اللہ کی انتہا ہے اور سیر وسفر فی اللہ کی انتہا نہیں جیساکہ بحر محیط کی طرف سیر کی انتہا ہے وسیر فی البحر کی انتہا نہیں ہے اگر فرض کیا جاوے کہ بحر متناہی ہے

ودر سیر اول عرفاء کرام گفتہ اند
کہ درینجا سیر تمام شود و بسوے
سیر ثانی اشارہ کرد شیخ سعدی
علیہ الرحمۃ۔

تو سیر اول کی نسبت عرفاء کرام نے کہا
ہے کہ اس مقام میں سیر تمام ہو جاتی ہے
اور دوسری سیر کی طرف شیخ سعدی علیہ الرحمۃ
نے اشارہ کیا ہے۔

نہ حسنش آخرے دارد نہ سعدی را سخن پایان
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

نہ اوسکے حسن کی انتہا اور نہ سعدی کے سخن
کی استسقاء والا پیاس سے مرجاتا ہے اور
اور دریا ویسا ہی باقی رہتا ہے۔

جواب ہشتم۔ اگر انسان را بمقتضاے
انا عرضنا الامانۃ تا حملہا
الانسان انہ کان ظلوما
جہولا اختیارے در قبول امانت
الہی تصور شاید ظلوم و جہول در
مذمت اوست کہ از غایت جہل
بر خود ظلم کرد کہ آرامگاہ اطلاق

آٹھواں جواب۔ اگر اس آیت
کے ترجمہ کے موافق تحقیق کہ ہم نے
امانت پیش کی اور اوسکو اوٹھا
لیا انسان نے بے شک وہ
ظالم و جاہل تھا۔ یہ بات مان لیجائے
کہ انسان کو امانت کے قبول کرنے کا
اختیار تھا تو ظلوم و جہول اوسکی مذمت

خودرا با آشوبگاہ تقید گرفتار ساختہ
لیکن ایں اعتقاد عوام است اگر
چنیں بودے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام نفرمودے یالیت
رب محمد لم یخلق محمدا واگر
انسان را اختیار نبودہ وحق اورا
وقایۂ افعال خودساختہ وقابلیت
قبول امانت بخشیدہ پس ظلوم و
جہول مدح اوست وچوں نسبت
افعال بانسان کہ منسوب بحق
ست آمدہ در حقیقت نسبت
ایں افعال نیز بحق خواہد بود و
آنچہ کند او عدل است نہ
ظلم وایں عقیدہ خواص است
نزد بعضے مدح است چنانکہ

میں ہے کہ نہایت نادانی سے اپنے اوپر
ظلم کیا کہ اپنے آرامگاہ اطلاق سے علیحدہ
ہوکر اپنے کو قید کے دام بلا میں پھنسایا
لیکن یہ عوام کا اعتقاد ہے اگر ایسا ہوتا
تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ فرماتے
اے کاش رب محمدؐ نہ پیدا کرتا
محمدؐ کو اور اگر انسان کو اختیار نہ تھا تو
حق تعالیٰ اوس کو اپنے افعال کی محافظت
اور امانت کے قبول کرنیکی قابلیت نہ بخشتا
پس ظلوم و جہول اوسکی مدح ہے اور
چونکہ افعال کی نسبت انسان کی طرف
کہ حقیقت میں حق کی طرف منسوب ہے
اسلئے واقع میں نسبت افعال کی حق
کی طرف ہوگی اور اللہ جو کچھ کرتا ہے
عدل ہے نہ ظلم اور یہ عقیدہ خواص کا ہے

جامی رح گفتہ۔

شعر

طرفہ ظلمی کہ عین معدلت است

طرفہ جہلے کہ مغز معرفت است

وحافظ رحمۃ اللہ علیہ فرمودہ۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

حق آنست کہ ظلم وجہل محض ہرگز مدح نشود اگرچہ ظلم بر نفس وجہل از نفس باشد بلکہ آں قبیح تر خواہد بود۔

اور بعضوں کے نزدیک تعریف ہے جیسے

جامی رح نے فرمایا ہے۔ **شعر**

عجب وہ ظلم کہ عین انصاف ہے

کیا اچھا جہل کہ مغز معرفت ہے

اور حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

آسماں بار امانت کو نہیں اٹھا سکا

مجھ دیوانہ کے نام قرعۂ فال نکلا

حق یہ ہے کہ محض ظلم وجہل مدح ہرگز نہیں ہو سکتی اگرچہ ظلم نفس پر اور جہل نفس سے ہو بلکہ وہ بہت زیادہ برا ہے

فقیر مؤلف عرض کرتا ہے کہ شیخ رح نے شرح فصوص فارسی فص آدمی میں جہاں ذات آدم کو عین جلاء آئینۂ عالم وعین روح عالم فرمایا ہے اوسی ضمن میں انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا

واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا کے تحت میں ظلوما جہولا کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے یعنی ظلوما علیٰ نفسه ممیتًا ایاها مفنیًا ذاته فی ذاته جهولا لغیره ناسیا لما سواه نافیا لما عداه بقوله لا اله الا اللہ "یعنی ظلم کرنے والا ہے اپنے نفس پر اور اوسکو مارنے والا ہے اپنی ذات کو اوس کی ذات میں فنا کرنے والا ہے (ایسا کہ) اوس کے غیر کو نہیں جانتا غیر خدا کو بہولنے والا ہے خدا کے سوا سب کو اپنے قول لا اله الا اللہ سے نیت کرنے والا ہے اس سے مدح انسان پائی جاتی ہے۔

جواب نہم - آرے حاصل شود اما کیفیت تلقین آں عجب چیزے است چہ ہرچہ مکاشف بکشف بیند از صورت ارواح وغیراں ہمیں مکاشف باشد مثل صورت آئینہ اگرچہ بسا امور بہ تلقین آں صورت معلوم و مکاشف شود غرض ہر صورت در عالم

نواں جواب - ہاں معرفت حاصل ہوتی ہے لیکن اوسکی تلقین کی کیفیت عجیب ہے اس لئے کہ ہر مکاشف (جسکو کشف ہو) جو کچھ کشف سے دیکھتا ہے صورت ارواح وغیرہ وہ ہی چیزیں ہیں جو مکاشف میں موجود ہیں جیسا آئینہ میں صورت - اگرچہ بہت سے کام اوس صورت کی تلقین سے معلوم و

خاص صورت مکاشف است
یا ہیچ سالکے را بے استعداد ذاتی
وقابلیت فطری از تربیت ارواح
معرفت حاصل نشود و چوں ایں
ہر دو جمع شوند شاید کہ مضمون
انک لا تہدی من احببت
مقوی ایں مقولہ است کمال
ونقصان عین ثابتۂ اوست
در حضرت علمیہ الہیہ وان مجعول
بجعل جاعل نیست۔

مکاشف (جو کشف سے معلوم ہوا) ہوتی
ہیں بہر حال ہر صورت عالم خاص میں اوسکی
مکاشف کی صورت ہے غرضکہ کسی سالک
کو بے استعداد ذاتی وقابلیت فطری
کے روحوں کی تعلیم سے معرفت حاصل
نہیں ہوتی اور جب یہ دونوں جمع ہو
شاید کہ اس آیت کا مضمون تحقیق
آپ نہیں ہدایت کرسکتے اوسکو
جسکو دوست رکھتے ہیں
بات کی تائید کرنے والا ہے کمال و
نقصان اوسکے عین ثابتہ کا ہے اور وہ
اللہ کے علم میں ہے اور وہ سوائے خدا
کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

جواب دہم۔ نزد عارفان طالب
وغیر طالب بلکہ کل اشیا معدوم است

دسواں جواب۔ عارفوں کے نزدیک
نزدیک طالب وغیر طالب بلکہ کل ش

وجز ذات بحت چیزے موجود نیست لیکن ازیں جہت کہ جواب ناگزیر است برطبق آیۃ کریمہ کل الینا راجعون گفتہ میشود کہ نہ طالب فقط بل جمیع موجودات را وصول بمرجع اصل است خواہ ازراہ جمال خواہ ازراہ جلال مانند پیوستن آب پاک و پلید بہ بحر محیط و ہمرنگ بحر شدن ہر دو ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد و صفت جمال و جلال نسبت بذات ازلی یک نسبت است چہ وحدت ساذج از تعدد و تکثر منزہ است۔

شعر

معدوم ہیں اور سوائے ذات محض کے کچھ موجود نہیں ہے لیکن اس سبب سے کہ جواب دینا ضروری ہے موافق ترجمہ آیت کریمہ **ہر شے ہم تک لوٹ کر آنے والی ہے** کہا جاتا ہے کہ نہ صرف طالب بلکہ جمیع موجودات کا اپنے اصل کی طرف پہونچنا ضرور ہے خواہ ازراہ جمال خواہ ازراہ جلال۔ جس طرح سے پاک و ناپاک پانی دریائے ناپیدا کنار میں ملکر دونوں ہمرنگ ہو جاتے ہیں جو چیز نمک کے کان میں پہونچی نمک ہو گئی۔ صفت جمال و جلال ذات ازلی کی طرف ایک نسبت ہے اسلئے کہ وحدت محض تعداد و کثرت سے پاک ہے۔

گر گمرہی در ازل شہودی اے دل
یک قطرہ ز دریائے وجودی اے دل
زیں پیش نبود از تو تا دریا فرق
ناگاہ چناں مشو کہ بودی اے دل

خلق ارچہ برہ مختلف اسیار فتند
برخاست تفاوت چو بحق وار فتند
بیشی و کمی بعالم وحدت نیست
چہ رود چہ قطرہ چو بدریا رفتند

مقصود از لفظ وصل انفتاح چشم است بر وجہ اللہ چنانکہ در نفحات است کہ دیدہ ہر کسے بجز بر وجہ اللہ مفتوح نیست پس مدعیان محبت چرا گریہ کنند و در شرح اسم ودود کہ ہر کسے مودت حق دارد بعضے از ما امیدانند آنرا و در دنیا بعضے

اے دل خواہ تو جاہل ہے یا عارف تو دریائے وجود کا یک قطرہ ہے۔ اس سے پہلے (عالم ناسوت میں گرفتار ہونے سے پیشتر) درمیان تیرے اور دریا کے فرق نہ تھا۔ اے دل ناگاہ (عالم ناسوت میں گرفتار رہکر باقی عوالم کی ترقی سے تو باز رہے) ایسا مت ہو

خلق اگرچہ مختلف راستہ پر گئی ہے جب حق سے ملگئی فرق اوٹھ گیا عالم وحدت میں زیادتی اور کمی نہیں ہے جب دریا سے مل گئے نہر اور قطرہ ایک ہوگیا

لفظ وصل سے مراد اللہ کی ذات پر آنکھ پڑنا ہے جیسا کہ نفحات میں ہے کہ کسی کی آنکھ سواے اللہ کے کسی پر نہیں پڑتی پس محبت کے دعوے

نمیدانند آنرا مگر بعد از موت که
دوستی من نبود مگر بحق تعالی مگر
اسم مخلوق حاجب بود ازینکه
بدانی که آن عین حق است
ونه پرستیده بودم در دنیا مگر
اللہ تعالی را و نام کرده شده بود
بنات و عزی و لات و غیر آن
فاذا مات و انکشف
الغطاء علم انه ما عبد
الا اللہ فانه تعالی قضی
ربك ان لا تعبد و الا
ایاه و در قرآن واقع است
در باب میت فکشفنا عنك
غطائك فبصرك الیوم
حدید و بعد از احد او بصر

کرنے والے کیوں رہیئں - اور اسم و
وود کی شرح میں ہے کہ ہر شخص اللہ
کی محبت رکھتا ہے - بعضے ہم میں سے
اسکو دنیا میں جانتے ہیں اور بعضے نہیں
جانتے مگر مرنے کے بعد (جان لینگے)
کہ میری محبت سوائے حق تعالی کے اور
کسی سے نہ تھی - مگر اسم مخلوق
اس بات کا پردہ تھا
کہ تو اوسکو عین حق جانے اور دنیا میں
میں نے منات و عزی و لات وغیرہ
کی پرستش نہیں کی تھی بلکہ حق تعالی
ہی کی پرستش کی تھی - جب وہ مریگا
اور پردہ اوٹھ جائیگا (یعنی
اسم مخلوق درمیان سے
جاتا رہیگا) تو جانے گا

راجح نشود کلیل البصر و نیز در
قرآن است ومن کان یرجوا
لقاء اللہ فان اجل اللہ
لآت وقول حق تعالیٰ من کان
فی ھذہ اعمیٰ فھو فی
الاخرۃ اعمیٰ نظر بمرتبۂ خاص
است کہ انکشاف تمام باشد و
مجمل این است کہ دار الحجاب
برائے انسان دنیا است کہ
خود را درینجا غیر حق خواند و
حق را غیر خود داند و بعد از
موت این حجاب را از عین
او بر دارند و آں زماں دعویٰ
خود نکند اگر عالم روحانی بر سالک
خوب مکشوف شود معلوم کند

کریں نے سوائے خدا کے کیکی
پرستش نہیں کی اس لئے کہ
اللہ نے حکم دیا ہے کہ نہ عبادت
کرو مگر اوسی کی اور قران میں میت
کے بارے میں آیا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے
پس اوٹھادیا ہم نے تجھسے
تیرا پردہ پس آج کے دن
تیری بینائی تیز ہے اور بعد
روشن ہونے بینائی کے بینائی کم نہیں
ہوتی اور قرآن میں یہ بھی ہے اور جو
اللہ کی ملاقات کا امیدوار
ہو تو اللہ کا وعدہ ضرور آنیوالا
ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول (جسکا
ترجمہ یہ ہے) کہ جو شخص معرفت
حق سے اس دنیا میں اندھا

که حشر و نشر چه باشد۔

رہا وہ آخرت میں اندھا رہا
مرتبہ خاص کے لحاظ سے دیکھنا ہے جسکو
انکشاف تام کہتے ہیں مجمل یہ کہ انسان
کے لئے دنیا دار الحجاب ہے کہ اپنے کو
دنیا میں غیر حق کہتا ہے اور حق کو اپنا
غیر جانتا ہے بعد مرنے کے اس پردہ کو
آنکھ کے سامنے سے اُٹھا دینگے تب اُوسوقت
خودی کا دعوی نکریگا اگر عالم روحانی
سالک پر خوب روشن ہو جائے اُوسوقت
معلوم ہو جائے کہ حشر و نشر کی حقیقت
کیا ہے۔

جواب یازدهم۔ اگر بمقتضاے
حدیث کنت کنزاً مخفیاً فاحببت
ان اعرف فخلقت الخلق
حق را طالب فرض کنند لحوق

گیارہواں جواب۔ اگر موافق
اس حدیث کے (جسکا ترجمہ یہ ہے)۔
تھا میں خزانہ مخفی پس دوست
رکھا میں نے یہ کہ پہچانا جاؤں

فنا و عروض زوال مطلوب را
است کہ نقاب بشریت برآوردہ
واگر انسان را طالب فراگیرند
ازاں جہت کہ ہواے مطلوب
در سر اوست و عروج بایں درجہ
بے خروج از عوارض نفسانیہ
وصفات بشریت میسر نیست
پس دریں صورت طالب فانی
است بمطلوب کلیہ اینکہ مادام
کہ انسان بہ صفت حدوث و
خلق متصف است فانی است
خواہ ازیں حیثیت بطالب
معبر گردد خواہ بمطلوب چوں
از صفت حدوث و خلق برآید
باقیست و معرا از صفت مخلوقی

تو میں نے خلق کو پیدا کیا حق
کو طالب فرض کریں تو فنا و زوال مطلوب
کو ہے اس لئے کہ نقاب بشریت سے
آراستہ ہوا اور اگر انسان کو طالب فرض
کریں اس سبب سے کہ مطلوب کی
خواہش اوسکے سر میں ہے اور اس درجہ
پر پہونچنا بغیر عوارض نفسانیہ اور صفات
بشریت سے پاک ہوے حاصل نہیں ہوسکتا
اس صورت میں طالب مطلوب میں
فانی ہے کلیہ یہ ہے کہ جبتک انسان
حدوث و خلق کی صفت سے متصف
ہے فانی ہے خواہ اس حیثیت سے اوسکو
طالب فرض کریں یا مطلوب اور جب
حدوث و خلق کی صفت سے نکل جاتا ہے
باقی ہے اور صفت مخلوقی سے علیحدہ ہے

است کما قیل عارف خدا ندارد کو نیست
آفریدہ و نیز موافق ایں است قول
شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
کہ الصوفی غیر مخلوق۔

ملاذا ارواح بسا مردم کہ در بوتۂ
ریاضت شیطانی خود را سوختہ
اندو در زمرۂ اہل اللہ خود را
دوختہ بوئے از ینمقالہ و باقی مقالات
بمشام آنہا نرسیدہ کہ آں ملاذا
نفہمیدہ یعنی موجود واحد باقی ماند
اول طالب بود حالا ظاہر شد کہ
مطلوب حقیقی او بود و مطلوب وہمی
و عقلی کنار گرفت۔

اہل تحقیق گویند کہ موجود نیست
مگر او خراز رح گفت کہ اول او را

جیساکہ کہا گیا ہے کہ عارف خدا نہیں رکھتا
کہ وہ پیدا کیا ہوا نہیں ہے اور اسی کے
موافق قول شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے کہ صوفی غیر مخلوق ہے۔

جائے پناہ۔ بہت آدمیوں کی روحیں کہ
جنہوں نے اپنے کو شیطانی ریاضت کی
گہریا میں جلایا ہے اور اپنے کو اہل اللہ
کے گروہ میں شمار کیا ہے (حقیقت یہ ہے)
کہ اونکو ایسی ایسی باتوں کی ہوا تک نہیں
لگی کہ جسکو جناب نے سمجھا ہے یعنی ایک
موجود باقی رہا پہلے طالب تھا اب ظاہر
ہوا کہ مطلوب حقیقی وہ تھا اور مطلوب
وہمی و عقلی جاتا رہا۔

اہل تحقیق کہتے ہیں کہ اوسکے سوا اور
کوئی موجود نہیں ہے خراز رح نے کہا ہے

جستم خود را یافتم یعنی در بدایت
بران بودم که آں غیر من است
و بران طلب میکردم واکنون
خود را میجویم او را مییابم یعنی ابوسعیدؒ
عین اوست واو عین ابوسعیدؒ
که غیر او باشد کجا است۔

کہ میں پہلے اوسکو ڈھونڈھتا تھا اپنے کو
پاتا تھا یعنی ابتداء میں یہ خیال تھا کہ وہ
میرا غیر ہے اور اسی بنا پر اوسکو تلاش
کرتا تھا اور اب اپنے کو تلاش کرتا ہوں
تو اوسکو پاتا ہوں یعنی ابوسعیدؒ عین وہ
ہے اور وہ عین ابوسعیدؒ کیونکہ اوسکا غیر
کہاں۔

جواب دوازدهم۔ درد و عشق
باهم لازم و ملزوم اند لیکن عشق
صفات مستنتج درد و اندوه بسیار
باشد چه غیبت و خفا و زوال و
فنا لازم صفت است پس عاشق
صفت همیشه از درد و پریشانی
دائم و حیرانی فارغ نباشد و
عشق ذات در اکثر اوقات با عشق

بارھواں جواب۔ درد و عشق
باہم لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن عشق صفات
بہت درد و غم کا نتیجہ پیدا کرنے والا ہے
اس لئے کہ مشاہدہ نہونا اور پوشیدگی اور
زوال و فنا (عشق کی) لازمی صفتیں ہیں
لہذا عاشق صفت ہمیشہ درد و پریشانی
و رنج و حیرانی سے خالی نہیں ہوتا اور
عشق ذات اکثر عاشق کی دلجمعی کا

جمعیت خاطر عاشق گردد چہ عاشق
ذات دیدہ ہر طرف کہ بکشاید جز جمال
خدا نہ نماید۔ **شعر**

محقق ہماں بیند اندر ابل
کہ در خوبرویاں چین و چگل

اگرچہ شیون و فنون ذاتیہ اورا
نیز در عین وصل از درد خالی نگذارد
زیرا کہ تا عاشق محو مطلق نشود از
تعین خود و معشوق کہ مشعر از دوئی
است بر نیاید درد طلب و سوز عشق
باقی باشد۔

بیت

خاصیت سیماب بود عاشق را
تا کشتہ نگردد اضطرابش نرود

یعنی فنا از عشق واجب است کہ

باعث ہوتا ہے اسلئے کہ عاشق ذات حضرت
دیکھتا ہے سوائے جمال خدا کے کچھ نہیں
دیکھتا۔ **ترجمہ شعر**

عارف اونٹ میں بھی وہی دیکھتا ہے
جو چین و چگل کے معشوقوں میں اگرچہ
احوال و تجلیات ذاتیہ عاشق کو عین
وصل میں بھی درد سے خالی نہیں چھوڑتیں
اس واسطے کہ جبتک عاشق اپنے اور
معشوق کے تعین سے جس سے دوئی سمجھی
جاتی ہے بالکل فنا نہو جاے سوز عشق و
درد طلب باقی رہتا ہے۔

ترجمہ بیت

عاشق کی خاصیت مثل پارہ کے ہے
جبتک نہیں مرتا اوسکی اضطرابی کیفیت
نہیں جاتی یعنی عشق سے بھی فنا ضروری ہے

آں حجاب است میاں عاشق
و معشوق تا نظر عاشق بر عشق
معشوق است تفرقہ و خوف
فراق است لاجرم گفتہ۔
لہٰذا جلوۂ معشوق دریں کار داشت
در چوں عشق برخیزد تفرقہ برخیزد۔
جواب سیزدہم۔ ہماں شغل است
کہ بعد از مداومت ذکر و مواظبت
طاعت حاصل شود و بے اختیار
شاغل صادر گردد و آں را ذکر
قلبی و نطق القلب گویند لیکن
باین قدر قناعت نتواں کرد چہ کار
ازیں بالاتر است و کمال انسانی بہ نسبت ایں
جواب چہاردہم۔ ایں نماز
بخطرہ وقتے دست دہد کہ وجود

کیونکہ وہ عاشق و معشوق کے درمیان میں
پردہ ہے جبتک عاشق کی نظر معشوق کے عشق
جدائی اور فراق کا ڈر رہتا ہے اسی لئے کہتا ہے
کہ مجھکو معشوق کے جلوہ نے اس کام شکوہ
و شکایت میں رکھا اور جب عشق اوٹھ گیا
فرق اوٹھ گیا۔
تیرہواں جواب۔ وہی شغل ہے
جو ذکر کی ہمیشگی اور طاعت کی پابندی
سے حاصل ہوتا ہے اور بلا ارادہ ذاکر سے صادر
ہوتا ہے اور اسی کو ذکر قلبی و نطق القلب
کہتے ہیں اور اسی پر قانع ہونا چاہیے
اس لئے کہ مقصد اس سے اعلیٰ تر ہے اور
کمال انسانی یہ نہیں ہے
چودہواں جواب۔ نماز بےخطرہ
اوسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ مصلی کے

اشیاء از دیدۂ ظاہر و باطن مختفی
مستہلک و فانی گردد و محظور و
منظور او من حیث البصر و بصیرت
حق باشد و بس تعالیٰ و تقدس

جواب پانزدہم - از جہت کہ
ذات بحت الٰہی بحسب اطلاق
از اشارات و عبارات و قیود و
اعتبارات مبرا است ادرک او
بصر و گنجائی او در بصیرت محال
است ان اللہ تعالیٰ احتجب
عن العقول کما احتجب
عن الابصار ان الملاء
الاعلیٰ یطلبونہ کما تطلبونہ
انتم و ازیں حیثیت کہ ذات

دیدۂ ظاہر و باطن سے جملہ چیزوں کا وجود
فانی اور مٹنے والا ہو - اور بحیثیت بصر و
بصیرت جو چیز دل میں گذرے اور آنکھ سے
دیکھی جاوے وہ حق تعالیٰ ہی ہو پاک ہے وہ
ذات اور بلند ہے۔

پندرہواں جواب - اس سبب
سے محض ذات الٰہی بسبب مطلق ہونیکے
اشارات و عبارات و قیود و اعتبارات
سے پاک ہے آنکھ میں اوسکا آنا اور
بصیرت میں اوسکا سمانا محال ہے ۔
اللہ تعالیٰ عقلوں سے پوشیدہ ہے جیساکہ
آنکھوں سے - ساکنین ملاء اعلیٰ تلاش
کرتے ہیں اوسکو جس طرح تم تلاش کرتے
ہو - اور اس حیثیت سے کہ ذات
حق تعالیٰ کا عالم کے مرتبوں اور ظاہر

حق باعتبار تقیید ظہور در مراتب
کونیہ و مظاہر حسیہ مدرک و
مخاطر بودن او ممکن است کہ
ہرگاہ آسمان باین وسعت
در نقطۂ مردمک چشم گنجائی یابد
دل انسان کامل نیز. بحکم
قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ
محل گنجایش حق باشد قال اللہ
تعالے وفی انفسکم افلا
تبصرون وھو معکم
اینما کنتم و فی الحدیث
القدسی لا یسعنی
ارضی ولا سمای و
لاکن یسعنی قلب
عبد المومن ۔ بیت

مظہروں میں باعتبار تقیید ظہور کے دلمیں
آنا اور آنکھ سے دکھائی دینا ممکن ہے کیونکہ
آسمان باوجود اس وسعت کے آنکھ کی
تپلی میں سما جاتا ہے تو انسان کامل کا
دل بھی موافق اس حدیث کے مومن کا
دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے ۔
حق تعالیٰ کے گنجایش کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے (ترجمہ) اور میں تمہارے
نفسوں میں ہوں کیا تم نہیں
دیکھتے ۔ وہ اللہ تعالیٰ تمہارے
ساتھ ہے جہاں تم ہو۔ اور
حدیث قدسی میں ہے (ترجمہ) زمین
آسمان میں میری سمائی نہیں
ہے لیکن میرے بندۂ مومن کا دل سمائی
کی وسعت رکھتا ہے ۔ بیت

بدیں خوردی کہ آمد حبۂ دل
خداوندِ دو عالم راست منزل

میگویند کہ بے نہایت در دل
گنجد البتہ اعتقادی و تصوری
است دل واسع آں شود نہ الہ
نفس الامری کہ غیر متناہی باشد
وگرنہ لازم آید کہ اللہ معلوم شود
بکنہ و آں محال است نزدیک
ارباب تجلی و معرفت نیز و وجہ
آں ہمیں است کہ غیر متناہی
معلوم متناہی نشود فان
الالہ المطلق لا یسعہ لانہ

یہ دل باوجود اسقدر چھوٹا ہونے کے
خدائے دو عالم کے رہنے کی جگہ ہے۔

کسیکا کیا خوب شعر ہے
ارض وسما کہاں تیری وسعت کو پاسکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

یہ جو کہتے ہیں کہ بے نہایت دل میں سما جاتا ہے
البتہ یہ قول **اعتقادی و تصوری**
ہے کہ دل اوسکے سمائی کی وسعت رکھتا
ہے نہ الہ **نفس الامری** جو غیر
متناہی ہے ورنہ لازم آئیگا کہ اللہ یہ
تمام ذات معلوم ہو جائے اور یہ ارباب
تجلی و معرفت کے نزدیک بھی محال ہے
اور اسکی وجہ یہی ہے کہ غیر متناہی متناہی
کو نہیں معلوم ہوتا (ترجمہ) **کیونکہ**
الہ مطلق نہیں سماتا اپنے

عین الاشیاء وعین نفسہ والشی لایقال فیہ انہ یسع نفسہ ولا لا یسعہا فافہم
غرض قلب نیز عین حق است پس چگونہ قلب واسع حق شود

ہیں اس لئے کہ وہ عین نفس وعین اشیا ہے اور کسی شے کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ اپنے نفس میں گنجائش رکھتی ہے اور نہ نہیں سماتی ہے وہ چیز اپنے نفس میں اسکو خوب سمجھ لو۔ غرض قلب بھی عین حق ہے پس قلب میں کس طرح حق تعالیٰ سما جائیگا۔

جواب شانزدہم۔ استعداد ذاتی در ہمہ کس برابر است حدیث کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ وما من مولود الا وقد یولد علی فطرۃ

سولھواں جواب۔ ہر شخص میں استعداد ذاتی برابر ہے ترجمہ حدیث۔ تم سب چرواہے (نگہبان) ہو اور تم سے پوچھا جائیگا تمہارے گلے

الاسلام دلالت بر مساوات
ذاتی میکند در استعداد صفاتی
تفاوت فاش است یکے متخلق
باخلاق ربانی گشته از فرشته
میگذرد و دیگرے متصف باوصاف
شیطانی شده داخل شر الدواب
میگردد۔ استعداد کلی برابر بود
و نظر شارع در طلب شناخت
وغیران از ہر واحد نظر بآن
استعداد است و قول حق تعالیٰ
ولقد کرمنا بنی آدم
ولقد خلقنا الانسان
فی احسن تقویم و امثال
آن ناظر است بسوے استعداد
و این حکم بمنزلہ تعلم اہل کلام

(رعیت) کے بارے میں اور
نہیں کوئی پیدا ہوا مگر ضرور
فطرت اسلام پر پیدا کیا گیا
ہے یہ دونوں حدیثیں ذاتی مساوات
پر دلالت کرتی ہیں لیکن استعداد
صفاتی میں بین فرق ہے۔ ایک
شخص اخلاق ربانی سے آراستہ ہو کر
فرشتہ سے بڑھ جاتا ہے اور دوسرا اوصاف
شیطانی سے موصوف ہو کر بدترین چوپاؤں
سے ہو جاتا ہے۔ استعداد کلی سب میں
برابر تھی اور شارع کی نظر ہر شخص سے طلب معرفت
وغیرہ میں بلحاظ اسی استعداد کے ہے و قول
حق تعالیٰ (ترجمہ) تحقیق ہم نے بنی آدم
کو بزرگی دی اور البتہ تحقیق
پیدا کیا انسان کو اچھی

است کہ ہر واحد استطاعت
تکالیف بمعرفت و عبادت دارد
و استعداد جزئی برابر نبود در قول
حق تعالیٰ اولٰئک کالانعام
بل ھم اضل سبیلا و ثم
رددناہ اسفل سافلین
و ان شر الدواب عند اللہ
الذین کفروا۔

ناظر بسوے این استعداد است
پس آنچہ در ابوبکرؓ بود از ابوبکرؓ
ظاہر شد و آنچہ در ابولہب بود

صورت پر اور اسی طرح کی دوسری آی
سے اسی استعداد کی طرف اشارہ سمجھا جا
ہے اور یہ اوس طرح کا حکم ہے کہ جیسا اہل
کلام کہتے ہیں۔ ہر شخص معرفت و عبادت
کے تکالیف کی طاقت رکھتا ہے اور ہر شخص
میں استعداد جزئی برابر نہ تھی۔ او
اللہ کے قول میں جسکا ترجمہ یہ ہے۔ یہ لو
مثل چوپاؤں کے ہیں بلکہ او
زیادہ گمراہ اور پھر ہم نے اونکو
نیچے مقام پر اوتار دیا اور
بدترین چوپاؤں میں اللہ کے
نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر
اسی استعداد جزئی کی طرف اشا
ہے پس جیسی استعداد حضرت ابوبکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھے اون سے

ازابولہب ظاہر شد واین حکم از
اہل اللہ بمنزلۂ قول اہل کلام است
کہ استطاعت فعلی کہ بدون آن
ممکن نیست کہ فعل واقع شود در
ہر واحد نباشد بنا بر آن گفت
حق تعالیٰ وما علی الرسول
الا البلاغ ولیس علیک
ھداھم ولکن اللہ یھدی
من یشاء وگفت در سورہ قصص
وھو اعلم بالمھتدین یعنی علم
ما بآن ہدایت در آنان اثر کند
پس بلاغ از رسول باشد وپس
وتجلی بقبول کردن کار حق است
کہ عین ہر شے باشد وعالم باشد
بہر شے پس میگوید حق تعالے

ہوئی اور جیسی قابلیت ابولہب میں تھی
اوس سے ظاہر ہوئی - اور یہ حکم اہل اللہ
کا اس طرح کا ہے جیسا اہل کلام کا یہ قول ہے
کہ استطاعت فعلی جس کے بغیر فعل کا ہونا
ناممکن ہے ہر شخص میں برابر نہیں ہوتی
اسی بنا پر حق تعالیٰ نے فرمایا ہے جسکا ترجمہ
یہ ہے اور رسول کا کام صرف
پہونچا دینا ہے اونکی ہدایت
آپ کے اختیار میں نہیں ہے
لیکن اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت
کرتا ہے اور سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ
نے ارشاد فرمایا ہے وھو اعلم بالمھتدین
یعنی ہمارا علم جو ہدایت کے بارے میں ہے
اون لوگوں میں اثر کرتا ہے پس رسول کا
کام صرف پہونچانا ہے اور قبول کرنیکی

وانا لموفوهم نصیبهم غیر
منقوص پس امر براں است
کہ مذکور شد واگرنہ ابولہب بگوید
کہ چرا کردی ہدایت نصیبِ
ابوبکرؓ وضلالت نصیبِ من پس
چوں حقیقت حال ایں شد گفت
حق تعالیٰ و للہ الحجۃ البالغۃ

جواب ہفتدہم۔ حق تعالیٰ ہر چیز
را بواسطہ امرے خلق کردہ او
دراں امر افضل است آہن از
وجہے بہتر از نقرہ است و نقرہ از
وجہے از آہن و ہمچنیں گوش از

تجلی حق تعالیٰ کا کام ہے جو ہر شے کا عین اور
ہر شے کا جاننے والا ہے پس حق تعالیٰ نے
فرمایا ہے (ترجمہ) تحقیق کہ ہم پورا
پورا حصہ اونکو بغیر کمی کے
دینگے) پس حقیقت یہی ہے جو بیان ہوئی
اگر ایسا نہوتا تو ابولہب کہہ سکتا تھا کہ حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیوں
ہدایت عطا کی اور مجھکو گمراہی۔ اور جب
واقعہ ایسا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ)
اللہ ہی کے لئے روشن دلیل ہے

سترہواں جواب۔ حق تعالیٰ نے
ہر شے کو ایک کام کے لئے پیدا کیا ہے اور
وہ شے بلحاظ اوس کام کے افضل ہے۔ لوہا
ایک اعتبار سے چاندی سے بہتر ہے اور
چاندی ایک وجہ سے لوہے سے بہتر ہے۔

وجہے بہ از چشم است زیرا کہ
آدمی بواسطۂ اکتساب علوم
اشرف مخلوقات است وبدون آں
اخس کائنات واورا سعادت
مذکور بقوت سامعہ حاصل است
وقوت ناطقہ کہ بسبب رجحان
انسان برحیوان است بے وسیلۂ
او عاطل چہ کر مادر زاد گنگ البتہ
باشد واز وجہے چشم بہ از گوش
است بواسطۂ آنکہ علمے کہ از
سمع حاصل است تشکیک و
مشکک دراں افتد و زوال پذیرد
برخلاف بہرہ علم بصر کہ اصلاً صفت
زوال نگیرد - مصرع
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ایسا ہی کان ایک طرح پر آنکھ سے بہتر ہے
کیونکہ آدمی علوم حاصل کرنیکی وجہ سے اشرف
مخلوقات ہے - اور بغیر اوسکے بدترین
مخلوقات اور اسکو سعادت مذکور قوت
سامعہ کی وجہ سے حاصل ہے - اور قوت
ناطقہ جو انسان کی حیوان پر ترجیح کا سبب
ہے بغیر اوسکے بیکار ہے اس لیئے کہ مادر زاد
بہرا البتہ گونگا ہوتا ہے - اور دیگر اعتبار
سے آنکھ بہتر ہے کان سے - اس لیئے کہ
جو علم سننے سے حاصل ہوتا ہے اوس میں
شک دلانے والیکی وجہ سے شبہ پڑجاتا
ہے اور جاتا رہتا ہے برخلاف اوس
علم کے کہ جو قوت بینائی سے حاصل ہوتا
ہے وہ ہرگز زائل نہیں ہوتا - مصرع
سنا ہو کب دیکھنے کے برابر ہوسکتا ہے

روح را صنائع و بدائع الٰہی بقوت او محسوس است
و ادراک صور اشیاء بطفیل ہمیں جاسوس است

جواب ہشتدہم - ہرگاہ بحسب
وحدت صرف ذوی الحیات معدوم
باشند اہل ممات بطریق اولیٰ معدوم
خواہند بود برایں تقدیر چہ جائے
ایں سوال است بار شیخ محی الدین
ابن العربیؒ میفرمایند کہ بعد از موت
ترقی است و من افادہ شبلیؒ و جنیدؒ
و بایزیدؒ کردہم و ترقی کردند - لیکن
در معرفت خدا ترقی نمی شود -
ومن کان فی ہذہٖ اعمیٰ فہو
فی الآخرۃ اعمیٰ و اکثر بر آنند
کہ بعد از موت ترقی نخواہد بود -

اللہ تعالیٰ کی عجائب و غرائب چیزیں روح کو
اوسی قوت سے محسوس ہوتی ہیں اور اشیا
کے صورتونکا سمجھ میں آنا اسی قوت کے طفیل سے

اٹھارہواں جواب - جب بلحاظ
وحدت محض صاحب حیات معدوم ہیں اہل ممات
بطریق اولیٰ معدوم ہونگے اس بناپر اس سوال
کا کیا موقع ہے - ہاں شیخ محی الدین
ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ بعد موت کے
ترقی ہے اور میں نے شبلی و جنید و بایزید
بسطامی رحمۃ اللہ علیہم کو فائدہ پہونچایا
ہے اور اونہوں نے ترقی کی - لیکن خدا
کی معرفت میں ترقی نہیں ہوتی (ترجمہ
جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ
آخرت میں بھی اندھا رہیگا
اور اکثر اس بات کے قائل ہیں کہ بعد موت کے

یا ایها الذین آمنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعه والکفرون هم الظلمون - والسلام	(کسی طرح کی) ترقی نہوگی (ترجمہ) اے ایمان والو خرچ کرو اوسمیں سے جو ہم نے تمکو دیا ہے قبل اسکے کہ وہ دن آے جسمیں نہ بیع وشری ہے اور نہ دوستی اور نہ سفارش اور کافرہی ظالم ہیں۔ والسلام

نامۂ نامی فیض ساحل مواج بحر معانی آیتہ من آیات اللہ۔ حضرت شیخ محب اللہ مولانا علامہ صوری ومعنوی۔ پیر سید محمد کبیر قنوجی رسولدار خلیفہ اعظم حضرت شیخ واوستاد شہنشاہ محی الدین عالمگیر افاضنا اللہ علینا من برکاتہا۔

(خط)	(ترجمہ)
پیر ما سید ما پیوستہ خوشوقت باشند۔ اشتیاق ملاقات شما نہ بمثابہ ایست کہ رشحۂ قلم نگارش آں تواند داد پس بضرورت انسب آن است	ہمارے پیر۔ ہمارے سید ہمیشہ خوشوقت رہیں آپ کی ملاقات کا اشتیاق ایسا نہیں کہ قلم اوسکو تحریر میں ادا کرسکے۔ پس ضرورت کی وجہ سے مناسب معلوم

کرکہ وکیفیت آں حوالہ بدلی مصفائے
شما نمودہ شود و دیگر آمدم بر سر مدعا
کہ مکرر از ندامت و وحشت خود
از خانقاہ و غیراں قلمی نمودہ بودند
و بندہ را وحشت تمام از ارقام
سلف و خلف و امثال آں کلام
رومیدہد کہ مگر بر اصحاب چناں
کلمات حقیقت حال مکشوف نشد
و شما خود در پنجا مطالعہ و استماع
کلام شیخ قدس سرہ میکردید۔
کہ میفرمایند کہ من در باب عزیزے
اعتقاد دیگر داشتم عاقبت روزے
از وے برمن اعتراض رسید واں
اعتراض گواہی داد کہ وے بجائے
نرسیدہ غرض محال است کہ ندر

ہوتا ہے کہ اوس اشتیاق کا اندازہ کہ کیسا
اور کسقدر ہے آپ کے صاف دل ہی کے
حوالہ کر دیا جاسے آمدم بر سر مدعا آپ نے
اپنی شرمندگی و پریشانی خانقاہ وغیرہ سے
مکرر لکھا تھا اور سلف و خلف کی تحریر
اور اس طرح کی باتوں سے مجھے بہت پریشانی
ہوتی ہے کہ شاید ایسا کہنے والوں پر
حقیقت حال نہیں ظاہر ہوئی آپ خود
اس جگہ دیکھتے رہے ہیں اور شیخ قدس سرہ
کا کلام سنتے رہے ہیں۔
کہ فرماتے ہیں کہ ایک عزیز کے بارے
میں کچھ دوسرا اعتقاد رکھتا تھا بالآخر
ایک دن اوس نے مجھ پر اعتراض کیا
اور اس اعتراض سے صاف سمجھ میں آتا
تھا کہ وہ کسی درجہ و مرتبہ کو نہیں پہونچا

صادق از ہمہ حق مطلق وحشت
نماید کہ او دائماً مشاہد وجہ اللہ
یعنی ذات اللہ است کہ بجز
ذات حق مطلق موجود و مرئی
و مشہود نیست۔

شعر

در کل وجود ہر کہ جز حق بیند
باشد ز حقیقت الحقائق غافل

و از چنیں اشعار دوستاں عجب
دارند آرے گاہے عارف را وحشت
از ہمہ بعضے معینات میشود کہ ہجر
و وصل دراں متصور است پس از
جہت عدم حصول مقصود و متعلق
وحشت بر عارف رومی نماید۔

الغرض یہ محال ہے کہ عارف صادق حق
مطلق کی راہ سے وحشت و گریز کرے
کیونکہ وہ ہمیشہ (سب چیزوں میں)
وجہ اللہ یعنی اللہ کی ذات کا مشاہدہ کرتا
ہے۔ کیونکہ سوائے ذات حق مطلق کے
(غیر) نہ موجود ہے نہ مرئی و مشہود یعنی۔
دیکھا نہیں جاتا۔ شعر

تمام وجود (مراتب وجود) میں جو شخص
اللہ کی ذات کے سوا غیر کو دیکھے وہ
حقیقت الحقائق سے غافل ہے۔

ایسے اشعار سے دوست تعجب کرتے ہیں۔
ہاں کبھی عارف کو بعض معین و مقررہ
چیزوں کی طرف سے وحشت و گھبراہٹ
ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جدائی و ملاقات
ایمیں سمجھی جاتی ہے۔ پس مقصود و مطلب

چنانکہ در احوال انبیاء و کبار
اولیاء دیدہ باشند و از لحوق غفلت
چنداں وحشت روئی نماید کہ
کہ بمجرد اطلاع بر غفلت حضور
دست میدہد فانہ بعد
احتداد البصر لا یرجع کلیل البصر
و اکابر اولیا گفتہ اند کہ بعد از حصول
معرفت غفلت ضرر نمی کند چنانکہ
بعد از تحقق حضور در ابتداء صلوٰۃ
غفلت در اثناء صلوٰۃ ضرر نکند
و بیشک بہتر اں است کہ بدایت
تا نہایت یکساں باشد۔

نہ حاصل ہونے کی وجہ سے عارف کو گھبراہٹ
ہوتی ہے۔
جیساکہ آپ نے نبیوں اور بڑے بڑے
ولیوں کے حالات میں دیکھا ہو اور غفلت
و بیخبری کے لاحق ہوجانے سے ایسی
گھبراہٹ نہیں پیدا ہوتی کیونکہ غفلت
پر اطلاع ہوتے ہی حضوری حاصل ہوجاتی
ہے اس لئے کہ نگاہوں میں روشنی
اور تیزی آجانے کے بعد کوتاہ
نظری اور کمزوری نگاہ پھر
لوٹکر واپس نہیں آتی بڑے بڑے
اولیا کا مقولہ ہے کہ معرفت کے حاصل
ہوجانے پر بیخبری سے کچھ نقصان نہیں ہوتا
جس طرح کہ نماز کی شروع میں حضور پیدا
ہوجانے کے بعد اگر درمیان نماز بیخبری

وانیجا بعضے فضلاء وجود مطلق را
صرف بر معنی دیگر نمودہ اند و دانستہ
کہ اسم باطن کہ بوجود مطلق باشد
موجود است بدوں وجود مقید
وندانستہ کہ موجود آں است کہ
خارج ظرف وجود آں باشد نہ ظرف
نفس آں وجود مطلق یا مقید
ناظر است بسوے خارج کہ آں ظرف
نفس وجود آں باشد۔

وشیخ عبدالرحیم خیرآبادی حسب الحکم
مصحوب بخشی شاہزادہ والا گہر
بفقیر کتابتے نوشتہ کہ ایشاں شرح
فصوص فارسی طلب نمودہ اند و

پیدا ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں مگر عمدہ بات
یہ ہے کہ شروع سے آخر تک یکساں حال رہے۔

اس جگہ پر بعض فاضل بزرگوں نے وجود
مطلق کو دوسرے معنوں پر محمول کیا ہے
وہ یہ جانتے ہیں کہ اسم باطن جو وجود مطلق
ہوتا ہے بغیر وجود مقید کے موجود ہے انکو
اسکی خبر تک نہیں کہ موجود اُسکو کہتے ہیں کہ
خارج اوسکے وجود کی جگہ اور ظرف ہو نہ اوسکے
ذات کی۔ اور وجود مطلق یا مقید خارج کے
اعتبار سے ہوتا ہے کیونکہ وہ (خارج) اسکے
وجود کے نفس کا ظرف ہوتا ہے۔

شیخ عبدالرحیم خیرآبادی نے بموجب حکم شہزادہ
والا گہر بخشی کی معرفت فقیر کو ایک خط
لکھا ہے کہ اونہوں نے شرح فصوص فارسی
مانگی ہے اور ابھی تک اوسکا بھیجنا ممکن نہ ہوسکا

هنوز ارسال آں میسر نہ شد و
از طرف خود اشکالے بموجب
کلمات اینجاے کہ مسموع ایشاں
شدہ نوشتہ و ہر کسیکہ چنیں
اشکال نویسد رسواے جہاں
میشود۔ غرض وجود مطلق بمعنی
لابشرط شے است در نفحات
باحوال شیخ قدس سرہٗ ملاحظہ نمایند
و شیخ در فص نوحی گفتہ کہ حد ہر شے
حد حق تعالی است و دراں حد
اسم باطن ماخوذ است و اسم ظاہر
و ہو الباطن عن کل فہم الا
عن فہم من قال ان العالم
صورتہ کہ صورت متضمن اسم
باطن است۔ و چوں امر براین بود

اور اپنی طرف سے اعتراض جسکو کہ جناب نے
سنا ہے میرے کلمات کے مناسب تراش خراش
کرکے لکھکر بدنام ہو رہا ہے۔ غرض وجود
مطلق سے (مراد) لابشرط شی (مرتبہ احدیت
ذاتیہ) کا مرتبہ ہے نفحات میں شیخ قدس سرہٗ
کے احوال میں دیکھو اور شیخؒ نے فص نوحی
میں کہا ہے کہ ہر شے کی حد و تعریف اللہ تعالی
کی حد و تعریف ہے اور اس حد میں اسم
باطن و اسم ظاہر لیا گیا ہے اور وہ اللہ
تمام عقل و فہم سے پوشیدہ ہے
ہاں مگر اوس شخص کی فہم و
ادراک سے جسکا مقولہ ہے
کہ عالم اللہ ہی کی صورت ہے
کیونکہ صورت اسم باطن کو شامل ہے اور
جب حقیقت یہ تھی فص اسماعیلی میں کہا ہے

گفت در فص اسماعیلی۔
ولا تنظر الی الحق وتعریہ عن الخلق
ولا تنظر الی الخلق وتکسوہ سوی الحق
اے انت تعریہ وانت تکسوہ

خدا بر حق کی طرف مت دیکھو جس حال میں کہ تم خدا کو مخلوق سے جدا جانتے ہو (کیونکہ وہ مخلوق سے باہر اور علیحدہ نہیں) اور مخلوق کو مت دیکھو جس حال میں کہ تم مخلوق کو غیر خدا کا لباس پہناتے ہو (بلکہ وحدت کو کثرت میں اور کثرت کو وحدت میں مشاہدہ کرو)

وچوں امر برایں بود گفت مولوی در مثنوی

اور چونکہ اس امر کی بنا اس طرح تھی لہذا مولوی معنوی نے مثنوی میں فرمایا ہے۔

دو مبیں و دو مدان و دو مخوان
خواجہ را در بندۂ خود محو دان
گر جدا بینی از و ایں خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

نہ دو دیکھو نہ دو سمجھو نہ دو کو پکارو
آقا کو غلام میں بالکل محو سمجھو
اور اگر غلام سے آقا کو جدا کر رہے ہو
تو یاد رکھو کہ تم کتاب کے مقدمہ و دیباچہ کو معہ اصل متن کتاب کھو رہے ہو۔

نادان ندانست کہ ایں دیباچہ

نادان نے سمجھا کہ مقدمہ و دیباچہ کتاب جو

مبناے متن خارج از متن است	اصل متن و عبارت کتاب کا مبنے[۱] و مدار و
لاجرم گم کرد ہر دو را۔	اصل ہے وہ عبارت کتاب سے خارج ہے
	خواہ مخواہ اوس نے دونوں کو کھودیا۔
شیخ رح در فص سلیمانی گفت اذا رایت الخلق	شیخ رح نے فص سلیمانی میں کہا ہے کہ جب تم نے
رایت الاول والاخر و	مخلوق کو دیکھا تو تم نے اول و آخر و
الظاہر والباطن و در فص	ظاہر و باطن کو دیکھ لیا۔ اور فص محمدی
محمدی گفتہ کہ آں الہ اعتقادی است	میں فرمایا ہے کہ جو موجود مطلق کا وجود ہے
نہ الہ نفس الامری کہ وجود موجود مطلق	وہ اعتقادی[۱] الہ ہے نہ نفس الامری الہ کیونکہ
باشد کہ آں عین قلب است و	وہی قلب اور ہر چیز کا عین ہے (ترجمہ)
عین ہر شے ولا یقال فیہ ان	اور کسی شے کی نسبت یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ
الشی یسع نفسہ ولا لا یسعھا	شے اپنے آپ میں سماتی ہے اور یہ دبھی نہیں
فافھم و ازیں جا تمام شد فصوص الحکم	کہا جاتا کہ وہ شے اپنے نفس میں نہیں سماتی
	پس اسکو سمجھ لو اور کتاب فصوص الحکم اس
	جگہ تمام ہو گئی۔

[۱] فقیر مؤلف عرض کرتا ہے کہ شیخ رح نے شرح فصوص فارسی فص محمدی میں بضمن تشریح

عبارت قالہ المعتقدان دیگا یاخذہ المحدود فرمایا ہے کہ الہ مُعْتَقَدْ در میگیرد اور احدود و محدود
شود حق بے حد در قلب او چہ قلب او بہر چیز تعین و تحدید بخشد و لباسِ تعین پوشاند
بہر شئے و بزیور تشخص متجلی و مزین گرداند یعنی اعتقادی اللہ وہ ہے کہ جسکو بندہ کا دل گھیرے
اور لامحدود اللہ اوسکے قلب میں محدود ہو جائے اسلئے کہ بندہ کا دل ہر چیز کو تعین
و تحدید کا لباس پہنا دیتا ہے اور تشخص کے زیور سے آراستہ کر دیتا ہے اور اسی جگہ و
ھوالہ الذی دسعہ قلب عبدہ کی شرح میں ختم کتاب پر بطور نصیحت یہ عبارت
تحریر فرمائی ہے "پس اے برادر منزہ دار حق را از صورت خاص و عقد مخصوص و با اہل عقل
مردو با ایشان منشیں فان الصحبۃ تؤثر یعنی اے بھائی حق تعالی کو کسی خاص
صورت میں مقید اور مخصوص نہ کرو اور اہل عقل کے ساتھ نہ رہو (کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالی
کو محض عقلی گدے لگا کر جو چاہتے ہیں کہدیتے ہیں اور جیسا چاہتے ہیں سمجھ لیتے ہیں) اور
ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو اسلئے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے - اہل عرب کی یہ مثل اہل
عقل پر صادق آتی ہے "اسمع جُعْجُعَۃً وَلَا اَرَی طِحْنًا" یعنی خالی چکی کی گھر
گھراہٹ زور شور سے سنائی دیتی ہے اور آٹا ندارد - پس مجاہدہ و ریاضت حسب شرع
شریف اختیار کرو تاکہ قلب میں صفائی پیدا ہو اور حقیقت حال تم پر منکشف ہو جائے

اور چونکہ اس امر کی بنا اس طور پر تھی لہذا باب اکیسواٹھانوے کی اکتیسویں نہل میں	چوں امر براین بود گفت در فص دیگر از فصول باب صد و نود و ہشتم

کہ سبحات الوجہ کہ احراق میکند
سوائے الہ وحجابہا ر ادلائل ذاتیہ
است اذا ظہرات احرقت
لنسب الاعیاناً فتبین ان الاعیان
عین الوجہ فزال الوجہ
فزال الجہل الذی کانت
ثمرتہ ان العالم ماھو عین

فرمایا ہے کہ سبحات الوجہ (جلال الٰہی) جو تمام
پردوں اور حجابوں اور غیر خدا کو جلا ڈالتی ہے
وہ ذات خداوندی کی دلیلیں ہیں (ترجمہ)
جب وہ ظاہر ہوتی ہیں نسبتوں کو جلادیتی
ہیں (بوجہ مرتبہ احدیت کے) یہ بات نہیں
کہ اعیان کو جلادیتی ہیں (بوجہ مرتبہ واحدیت
اور تجلی ثانی کے) پس یہ بات ظاہر ہوگئی

اس لیے کہ حق تعالیٰ نے مرتبہ احدیت ذاتیہ سے جس کو اصطلاح میں لابشرط شے اور ذات
بحت وذات محض اور مقام حیرت کہتے ہیں مقام وحدت میں حسب تقاضائے حب ذاتی
موافق حدیث کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق
یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب مجھکو اپنا پہچانا جانا محبوب ہوا تب میں نے
خلق کو پیدا کیا۔ اس مرتبہ میں اپنے آپ میں خود ہی تجلی فرماکر مرتبہ احدیت ذاتیہ سے
مرتبہ وحدت میں نزول اجلال فرمایا اسی مقام احدیت کی طرف اعرف العرفا سلطان
الانبیا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے ارشاد ماعرفناک حق
معرفتک میں یعنی ہم نے تجھکو نہیں پہچانا جیسا پہچاننے کا حق ہے اشارہ فرمایا ہے

وجہ اللّٰہ فبقی العالم علیٰ صورتہ ولم تفنیہ السبحات بل ابقتک وابانت عن وجہ الحق	کہ اعیان عین ذات ہیں (بلحاظ مراتب نزول ذات) پس ذات تمیز اور جدا ہو گئی (بوجہ احدیت ذاتی) پس جہالت اور عدم شناخت

بقیہ صفحہ ۱۸۸ - اور اسی مقام احدیت کی نسبت حضرت شیخؒ نے اپنی مثنوی دنصائیف میں ہدایت فرمائی ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی ذات میں اپنے اس قول سے ویحذرکم اللّٰہ نفسہ یعنی اللہ تعالیٰ تمکو اپنی ذات میں گفتگو کرنے سے ڈراتا ہے مگر حکماء و فلاسفہ نے حکم خداوندی کی تعمیل نہ کی اور عقلی گدّے لگائے نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا لہٰذا تم ایسا مت کرو۔ پھر مقام وحدت سے جو بشرط لاشی اور حقیقت محمدی اور تجلی اول کا مرتبہ ہے مقام واحدیت میں جو بشرط شئے اور تجلی ثانی اور حقیقت انسانی کا مرتبہ ہے تجلی فرمائی۔ حقیقت محمدی وہی مرتبہ ہے جسکی نسبت حدیث میں ارشاد کیا گیا ہے لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو عالم وجود میں نہ آتا یعنی اس مرتبہ میں تفصیل اسماء الٰہی اور اسماء کیانی یعنی موجودات عالم جسکو اعیان ثابتہ کہتے ہیں اسی مرتبہ میں ذات کی تفصیل صفات کے ساتھ معلوم ہوتی ہے اور اسی مرتبہ میں ذات بہ لحاظ اسماء و صفات ممتاز ہوتی ہے اگر تحقیق مذکورہ بالا منظور ہو تو حضرت شیخؒ کا رسالہ مقدمۃ المعارف موسومہ بہ ہفت احکام جو طبع ہو چکا ہے طلب کر کے ملاحظہ فرمائیے۔

ما هو فكان الحجاب معنويا
فاحترقت النسبة یعنی حجاب
صوری نبود که برداشتن آن به تحریک
دست و پا باشد

جاتی رہی (مرتبہ واحدیت میں تجلی فرمانے سے
پس جہالت دور ہوگئی جسکا نتیجہ یہ تھا کہ عالم
عین ذات نہیں ہے (کیونکہ جب اسماء اور
صفات سے ذات موصوف ہوئی تو پہچانی گئی
پس عالم اپنی صورت پر باقی رہا (کیونکہ مرتبۂ
احدیت سے مرتبۂ وحدت میں اور پھر مرتبۂ
واحدیت میں ذات نے تجلی فرمائی) اور اوسکی
سبحات نے نہیں اُٹھایا بلکہ اعیان کو قائم
رکھا اور پورے طور سے اعیان ذات حق سے
ظاہر ہوئے پس حجاب معنوی تھا (بسبب ذات کے
کہ تجلی فرمانے سے مراتب وجود میں) پس نسبتیں
جل گئیں یعنی حجاب ظاہری نہ تھا کہ جسکا
اُٹھانا ہاتھ پاؤں کی قوت سے ہوتا

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیاء شد

وچوں امر برایں بود گفت در باب
دوالیست وتہم کہ موضوع است
درمشاہدہ ان شہدت خلقا
لم ترحقا وان شہدت حقالم
ترخلقا فلا تشہد حقا وخلقا
ابداً فلن تشہد ہذا فی ہذا
وہذا فی ہذا شہو و علم
یعنے لا شہود حس کہ بجز زید
مثلاً موجود است نہ کہ زید موجود
است رب آں موجودے دیگر
خارج از زید۔
دیگر جماعہ ملاحظہ ندارند در قول
اعرابی کہ اہل لسان قرآن و احادیث
نبوی بود این کان ربنا قبل
اَن یخلق الخلق وجماعہ تکفیر کنند

اور چونکہ ایسا معاملہ تھا لہذا باب دو سو نو میں [۲۰۹]
کہ جو در بارہ مشاہدہ لکھا گیا ہے فرمایا ہے کہ
اگر مخلوق کو تم دیکھتے ہو تو اللہ
کو نہ دیکھو گے اور اگر اللہ کو
دیکھتے ہو تو مخلوق کو نہ دیکھو گے
پس صرف اللہ یا صرف مخلوق کو مت دیکھو
اور اللہ کو مخلوق میں دیکھو اور مخلوق کو اللہ
میں شہود علم نہ شہود حس کہ مثلاً
زید کا غیر موجود ہے نہ کہ زید اس طرح پر
کہ زید کا رب زید سے خارج کوئی دوسرا موجود
ہو بلکہ زید اور رب زید میں عینیت دیکھو)
دوسری جماعت اس اعرابی کے قول میں
کچھ خیال نہیں کرتیں جو قرآن اور احادیث
نبوی کا جاننے والا تھا۔ جس نے کہا
کہ اللہ تعالی مخلوق کے پیدا

سائل ہا یں حق تعالی را و رسول
صلی اللہ علیہ وسلم خود سوال کردہ
بود سوداء را این اللّٰہ و جماعہ
توجیہ کردہ اند جواب سوداء را
کہ گفتہ بود فی السماء فرسود رسول
صلی اللہ علیہ وسلم اعتقھا فانھا
مومنۃ۔

وآں را نیز توجیہ نمودہ و شیخ قدس سرہٗ
رسوا کردہ است آں جماعہ را نہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم جواب
نداد اعرابی را بآنکہ فرمود کان

کرنے سے پہلے کہاں تھا۔
لوگ اس بات پر کہ اللہ تعالی کہاں تھا۔
اس سوال کے کرنے والے کو کافر کہتے ہیں
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوداء
سے خود دریافت فرمایا تھا کہ اللّٰہ
کہاں ہے تو لوگوں نے سوداء (لونڈی)
کے جواب کی یہی توجیہ کی تھی جس نے کہا
تھا کہ آسمان میں ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے آقا سے فرمایا
کہ اسکو آزاد کردے کیونکہ وہ
ایمان والی ہے۔
اور اوسکی بھی توجیہ کی ہے اور شیخ قدس سرہٗ
نے اس گروہ کو رسوا کیا ہے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو یہ
کہکر جواب نہیں دیا کہ وہ ایک ابر

فی عماء تا آخر و شیخ قدس سرہٗ اینیت ثابت کردہ و آں جماعہ نہ حق تعالیٰ را دانستند و نہ عماء و خلق و فقیر در رسالہ اعانۃ الاخوان شرح و بسط دادہ در بیان عماء و عالم و اجزاء طول و عرض عالم و غالب کہ اول ناطق بہ طول و عرض عالم حلاج بود قدس سرہٗ۔

در جماعہ اشکال قوی است کہ

رقیق میں تھا اور شیخ قدس سرہ نے اینیت ثابت کر دی اور اوس گروہ نے نہ خدا کو جانا اور نہ عماء[ف] اور نہ مخلوق کو۔ اور فقیر نے رسالہ اعانۃ الاخوان میں عماء اور عالم اور اجزاء طول و عرض عالم کے بیان میں پوری تشریح کر دی ہے اور غالب گمان ہے کہ عالم کے طول و عرض کے بارے سب سے پہلے حلاج قدس سرہٗ نے بحث و گفتگو کی ہے۔

اور لوگوں کو ایک سخت اشکال پیش آتا ہے

[ف] عماء لغت میں ابر رقیق کو کہتے ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں مرتبۂ وحدیت کا نام ہے جو اسماء و صفات کے پیدا ہونے کی جگہ ہے دونوں معنی میں یہ مناسبت ہے کہ جیسا ابر رقیق درمیان آسمان و زمین کے حائل ہے ویسا ہی مرتبۂ عمائیہ آسمان احدیت اور زمین کثرت خلقیہ کے درمیان حائل ہے۔ اور بعض لوگ مرتبہ احدیت کو مرتبہ عمائیہ کہتے ہیں کیونکہ اس مرتبہ احدیت کو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں پہچان سکتا اس سے معلوم ہو کہ پردۂ عمائیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
کان فی عماء و اعرابی گفتہ بود این
کان ربنا قبل ان یخلق الخلقۃ
وعماء از خلق خواہد بود نزدیک جماعہ

وچوں امر ایں است گفتہ قدس
سرہٗ در باب دوایست وچہلم الانس
العلماء باللہ انما ھو بنفوسھم
لا باللہ اذ قد علموا انھم ما یرون
اللہ تعالیٰ سوی نفوسھم
ولا یقع الانس الا بما یرونہ
وغیر العارفین ما یرون
الانس الا بالغیر۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کان
فی عماء (ابر رقیق میں تھا) اور اس اعرابی نے
کہا تھا کہ آفرینش سے قبل ہمارا رب
کہاں تھا اور عماء خلق سے لوگوں کے
نزدیک ہوتا ہے۔

چونکہ صورت حال یوں ہے لہذا شیخ قدس سرہٗ
نے باب دو سو چالیس میں فرمایا ہے (ترجمہ)
انس علماء باللہ (یعنی عارفین) کا
خود اونہیں کے جانوں کے ساتھ ہے
اللہ کے ساتھ نہیں کیونکہ وہ جانتے
ہیں کہ وہ سوائے اپنی جانوں کے اللہ
کو نہیں دیکھتے (اس لئے کہ دونوں
میں عینیت ہے) اور محبت اور انس
اوسی سے ہو سکتی ہے جسکو لوگ دیکھیں
اور وہ جو عارف نہیں ہیں انس و

ونیز گفت لا انس باللہ اذا
وقع لم یزل موجودا عنده
فی کل حال فمن انس باللہ
فی خلوت لا باللہ ۔

وگفت در باب صد و ہفتاد و ہشتم
کہ محب غیر در عین وصل در حرکت
واضطراب باشد کہ خوف فرقت دامنگیر
وے است وھذا جزاء من
احب غیر عینه وجعل وجود
محبوبه فی ماھو خارج

محبت غیر ہی کے لئے سمجھتے ہیں (کیونکہ
اللہ تعالیٰ کو اپنا غیر اور اپنے سے خارج
سمجھتے ہیں)
اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
انس و محبت جب پیدا ہو جاتی ہے تو
اسکے ساتھ ہر وقت و ہر حال میں
موجود رہتی ہے پس جو شخص اللہ
سے مانوس ہوا وہ خلوت و تنہائی
میں اللہ ہی کے ساتھ مانوس رہتا ہے

اور باب ایکسو اٹھتر میں فرمایا کہ محب غیر عین
وصل (ملاقات) کی حالت میں پریشانی اور بے چینی
میں رہتا ہے اور جدائی کا خوف اوسکو دامنگیر
رہتا ہے (ترجمہ) اور یہ بدلا ہے اوس
چیز کا جو اپنے عین کے غیر کو چاہتا
ہے اور اپنے محبوب کے وجود کو اوس

عنہ مثل قیس کہ محب لیلے بود
فلو احب اللہ لم یکن ھذہ
حالتہ فمحب اللہ لا یخاف
فرقتہ وکیف یفارق الشئ
عینہ وھو فی قبضتہ وھو
اقرب الیہ من حبل الورید
ومارمیت اذرمیت و
لکن اللہ رمیٰ واین الفراق
ومافی الکون الا ھو۔

پستر گفت کہ سالک در بدایت

اوس چیز میں سمجھتا ہے جو اوس سے خارج
ہے جیسے قیس عامری جو لیلے کا عاشق
و محب تھا اگر وہ اللہ سے محبت رکھتا
تو اسکی حالت ایسی نہوتی اس لئے کہ
کہ اللہ کے محب کو اللہ سے فرقت و
جدائی کا ڈر نہیں بھلا ایسا بھی کہیں
ہوا ہے کہ کوئی چیز اپنے عین ذات ہی
سے جدا ہو درآنحالیکہ وہ اوسی کے
قبضہ میں ہے اور وہ شہرگ سے بھی
زیادہ قریب ہے یہی مقام ومارمیت الخ
کا ہے کہ جب تم نے تیر چلایا تھا تو تم
نہ تھے بلکہ خود اللہ ہی نے تیر چلایا تھا
اور پھر فراق و جدائی کیسی جبکہ ساری
کائنات میں بس وہی ہے۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ سالک شروع میں ناظر

حال ناظر و معتقد تخلق باسماء الٰہی بود و چوں باشراق انبیا مشرف شد دانست کہ حقیقت چیست فرائے

ان الکل اسماءہ تعالیٰ وان العبد لااسم لہ حتی ان اسم العبد لیس لہ فیجز لہ ھذا الشھود ما فاتہ حین فرق بین العابد والمعبود وھذا مجلی عزیۃ ومنصبۃ عظمیٰ

اور اللہ کے ناموں کے صفت کے ساتھ موصوف ہونیکی عادت ڈالنے کا معتقد ہوتا ہے اور جب نبیوں کے انوار سے مشرف ہوتا ہے تب اوسکو معلوم ہوتا ہے کہ کیا حقیقت ہے (ترجمہ) اور تب وہ دیکھتا ہے کہ سب نام صرف اللہ ہی کے ہیں بندہ کا کچھ بھی نشان نہیں حتیٰ کہ بندہ کا نام بھی اس بندہ کا نہیں تب یہ حضوری و مشاہدہ اوس کی تلافی مافات کرتا ہے اس لئے کہ اوس نے عابد و معبود میں باہم فرق سمجھا تھا اور یہ ایک عجیب مرتبہ اور بڑا پایہ ہے۔

پس ترمنیں ذکر کرد حال سلطان العارفین کہ نتواں نوشت پس تر گفت در باب

اس کے بعد سلطان العارفین کا حال ایسا ذکر کیا ہے جو لکھا نہیں جا سکتا۔ پھر فرمایا

بجہار صد و ہفتادم بعد از بیان عجیب
واما وصفہ بالغنی عن العالم
فانما ھو لمن توھم ان اللہ
لیس عین العالم وفرق
بین الدلیل والمدلول وہر شئے
اول ست بر نفس خود از غیر آں شئے
وایں در مواضع بسیار مذکور است

باب چارسو سترہیں عمدہ بیان کے بعد کہ
اللہ تعالیٰ کی صفت غنی عن العالم
یعنی عالم سے بے پرواہ و بے نیاز
اوس شخص کے لئے ہے جو یہ گمان
کرے کہ اللہ تعالیٰ عین عالم نہیں
ہے اور دلیل و مدلول میں فرق کرے
اور ہر چیز اپنے اوپر اپنے غیر کے لحاظ سے زیادہ
دلالت کرتی ہے اور یہ بات بہت سے مقامات
میں بیان کی گئی ہے۔

وگفت در باب یازدہم در بیان
حال قطب ان الحق من
حیث یتشکل الاسماء لہ
الامکان ومن حیث العین
القابلۃ لاختلاف الصور اسمائہ
علیہما لہ الوجوب مع الواجب

اور گیارہویں باب میں جہاں قطب کا حال
لکھا ہے فرمایا ہے کہ حق وجوب اور امکان
میں بحیثیت اعیان کے جو قبول
کرنے والے مختلف صورتوں کے
ہیں ممکن میں حادث اور ممکن نام رکھا
جاتا ہے اور واجب میں بلحاظ وجوب

والممکن والمکان والممکن المنعوت
بالحدوث والقدم۔

آرے درحال سخن باقی است که
جہلاء برانند که توحید حالی خوب است
وہماں توحید معتبر است میاں یوسف
برہمیں بود وبرہمیں رفت غفرلہٗ
وفقیر بارہا باشارت چیزے میگفت
وتسکین خاطر وے نمی شد بنابراں
پیش میران سید شمس الدین رفت
وجاں داد وبعد ازاں فتوحات بدست
ایں محب آمد ونفحات مطالعہ نمودہ
پس دید درباب چہارم که گفتہ
شدہ مرصاحب جوامع الکلم را وبود
در مشاہدہ عین ادنےٰ من قاب
قوسین قل ساب زدنی علما

کے قدیم اور واجب کہلاتا
ہے۔

ہاں حال کے بارے میں ابھی گفتگو باقی ہے
کہ جہلاء کہتے ہیں کہ توحید حالی اچھی ہے اور
وہی توحید معتبر ہے۔ میاں یوسف اسی اعتقاد
پہ تھے اور اسی اعتقاد پہ انتقال کر گئے
اللہ اونکو بخشے۔ اور فقیر نے بارہا اشارتاً
سمجھایا لیکن اونکی دلجمعی نہوئی اس مسئلہ کے
تحقیق کے لیئے میران سید شمس الدین کے
پاس گئے اور وہیں انتقال کر گئے۔ اس کے
بعد مجھے فتوحات ملی اور نفحات کو دیکھا چوتھے
باب میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جو مشاہدہ ذات حق میں
قاب قوسین اور اودنےٰ سے بھی قریب
تر تھے پھر بھی آپ کے نسبت ارشاد ہوا

ومن شرط العالم المشاهد صاحب
المقامات الغيبية والمشاهدة
ان يعلم ان للامكنة والقلوب
اللطيفة تاثيرا ولو وجد القلب
فى اى موضع كان الوجود
لاعم وديں عبارت ملاحظہ
نمایند فوجوده بمكة اسنى
واتم فكما تتفاضل المنازل
الروحانيه كذالك تتفاضل
المنازل الجسمانية ولا
فضل الدر مثل الحجر الاسود
صاحب الحال واما المكمل
صاحب المقام فانه يميز
بينهما كما ميزهما الحق
تعالى هل ساوى الحق

کہ کہو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے
رب میرے زیادہ کر میرے علم کو اور
عالم مشاہدہ کرنے والے اور صاحب
مقامات غیبیہ اور مشاہدہ کی شرطیں
سے اس بات کا جاننا ہے کہ پاکیزہ
قلوب میں مکانوں کی تاثیر ہوتی ہے اور
قلب چاہے کسی جگہ پایا جائے وجود
عام تر ہوگا اور اس عبارت میں دیکھیے کہ
اوسکا وجود مکہ میں زیادہ روشن و زیادہ
کامل ہے پس جسطرح منازل روحانیہ کے
درجے و مراتب ہیں اسی طرح منازل جسمانیہ
بھی بڑھتے گھٹتے ہیں اور اگر ایسا
نہیں تو کیا پتھر و موتی یکساں ہونگے
مگر صاحب حال کے نزدیک (کہ وہ ان
دونوں میں فرق نہیں کرتا) لیکن مکمل اور کامل

بین دار بناء ها لبن التراب والطین ودار بناء ها لبن العسجد واللجین فالحکیم الواصل من اعطیٰ کل ذی حق حقہ فذلک نبی عصرہ ورسول وقتہ۔

جو صاحب مقام ہے وہ دونوں میں فرق کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں تمیز کردی ہے کیا اللہ نے برابر کیا ہے ایک ایسے مکان کو جسکی تعمیر مٹی گارہ اور کچی اینٹوں سے ہے۔ اوس مکان کے ساتھ جو سونے چاندی کے اینٹوں سے بنا ہے لہذا خدا رسیدہ فیصل کنندہ وہ ہے جو ہر حقدار کو اوسکا حق دے پس ایسا ہی شخص اپنے زمانہ کا نبی اور اپنے وقت کا رسول ہے۔

وگفت در مواضع بسیار کہ گفت حق تعالیٰ قل رب زدنی علماً ونہ گفت قل رب زدنی حالاً ولقوی او زھدا وغیر ذالک

(در بہت سے مقامات میں (شیخ اکبرح نے) کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اے اللہ مجھ میں علم زیادہ کر اور یہ نہیں کہا

پس صاحب طہارت بمقامات
وجود مطلق تمیز باشد نہ
بے تمیز۔

چوں طہارت نبود کعبہ و بتخانہ یکیست
نبود خیر دراں خانہ کہ عصمت نبود

پستر گفت در فصول باب صلوٰۃ
ان الحال مرض والمقام صحۃ
والجاہلون من اہل طریقتنا
یقولون تشرف الحال
علی العلم بجہلہم بالحال
ماہو فالاحوال یستعیذ
منہا الاکابر من رجال اللّٰہ
وہی من اعظم الحجب۔

کہ کہو اے اللہ تجھ میں حال و پرہیزگاری
یا زہد وغیرہ زیادہ کر پس خدا رسیدہ و عارف
وجود مطلق کے مقامات کو تمیز کرنے والا ہوتا ہے
بے تمیز نہیں ہوتا۔

جب پاکی (رہی) نہ ہو تو کعبہ و بتخانہ برابر ہے
اس گھر میں کیا بھلائی ہوگی جسمیں پاکدامنی
(آداب شرعیہ نہوں)

اسکے بعد صلوٰۃ کے فصلوں میں کہا ہے کہ حال
ایک مرض ہے اور مقام صحت ہے
اور ہمارے طریقہ کے جہلاء اسکے قائل
ہیں کہ حال کو علم پر شرف و ترجیح ہے
اس سبب سے کہ وہ حال کی حقیقت
نہیں جانتے پس حال سے بڑے بڑے
اولیاء اللہ نے پناہ مانگی ہے اور وہی
حال حجابوں میں سے سب سے بڑا

رسوا کردہ آں جاہلاں را
ب قطب وگفت ان صاحب
حال بموت ناقصا ویحشر
صا ومطالب مردان خدا
ق است نہ حال وقطب و
ل مزہ باشد از حال۔

مقام معرفت ذوق است
ں آں معرفت ایمانی وغیر آں
رفت اعتبارے ندارد چنانکہ
احادیث دیدہ باشند کہ
صلی اللہ علیہ وسلم قناعت
د لعلم ایمانی مردم و جاہل
ں است۔

حجاب ہے۔

اس کے بعد شیخ اکبر رحؒ نے جاہلوں کو باب بیان قطب میں رسوا کیا ہے اور کہا ہے کہ صاحب حال ناقص ہی مرتا ہے اور ناقص اوٹھایا جائیگا (قیامت میں) اور مقصد مردان خدا کا ذوق ہے نہ کہ حال۔ اور قطب اور ہر کامل حال سے پاک ہوتا ہے۔

اور معرفت کا اعلیٰ مقام ذوق ہے اور معرفت ایمانی کا اس سے درجہ کم ہے اور معرفت ذوقی و معرفت ایمانی کے علاوہ کسی معرفت کا اعتبار نہیں جیسا کہ حدیثوں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں کے علم ایمانی پر قناعت فرماتے تھے اور جاہلوں کا اس پر اعتقاد نہیں ہے۔

پستر زبونی توحید حالی از لفظ حال
معلوم میشود چہ معرفت ایں کہ زید
وعمرو یکیست نہ بحال تعلق دارد
واگر آں معرفت بحال باشد پس
آں معرفت وحدت زید وعمرو
است۔

وفقیر بعضے اولیا را صاحب حال
میدانست ومیگفت وجمعی عامہ
تصدیق می نمودند ومی دانستند کہ
توحید حالی معتبر است وچوں ہیں
جا دانستند حقیقت حال حالا فقیر
را ہماں جماعہ بد میگویند کہ فلاں اولیاً

پھر توحید حالی کی خرابی حال کے لفظ سے
ہوتی ہے اس لئے کہ اس بات کی معرفت
وعمرو ایک ہی ہیں حال سے تعلق نہیں
(کیونکہ زید وعمرو میں بلحاظ افراد اختلاف
اگر وہ معرفت حال کی وجہ سے ہو تو و
وعمرو کی وحدت کی معرفت ہے (اس
تمام عالم بلحاظ سرایت وجود مطلق
ہے اور زید وعمرو دونوں انسان
وہ دونوں عین انسان ہوے نہ غیر
اور فقیر بعض اولیاء کو صاحب حال
اور کہتا تھا اور تمام عام لوگ تصد
ہیں جانتے تھے کہ توحید حالی معتبر ہے
کی حقیقت وہ لوگ اسی حد تک جا
اب فقیر کو وہی جماعت برا کہتی ہے
اولیاء مشہور کو صاحب حال کہا ہے

مور را صاحب حال گفته و تصحیح
ی ایشاں نموده و شما بالفعل
ات در احوال ابو العباس باوردی
ظه نمائید که در باب بزرگے
ه اند که وے صاحب حال بود
ه از توحید نداشت و مرید آں
ا نیز همان گفته است و شیخ
لام تصدیق آں نموده و در حال
ید برهان الدین محقق نیز ملاحظه
ه میر سید برهان الدین محقق گفته
ل را بشیخ صلاح الدین دادم
ل را بمولانا و بعد از مردن
ذکور وے در خدمت مولانا
و کمال یافت والسلام ۔

آپ اب نفحات میں ابو العباس باوردی کے
حالات میں دیکھ لیجئے کہ ایک بزرگ کے
بارے میں کہا ہے کہ وہ صاحب حال تھے اور
توحید کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور اُن بزرگ
کے مرید نے بھی یہی کہا ہے اور شیخ الاسلام
نے اوسکی تصدیق کی ہے ۔ اور سید برہان الدین
محقق کے حال میں بھی دیکھئے میر سید برہان الدین
محقق نے کہا ہے کہ حال کو میں نے شیخ
صلاح الدین کو دیدیا اور قال مولانا کو
اور سید مذکور کے انتقال کے بعد وہ مولانا
کے خدمت میں گئے اور کمال حاصل کیا والسلام

مکتوب عالم بعلوم مصطفےٰ وارث ولایت مرتضےٰ نامی ماسوی
حضرت شیخ المحب اللہ مولانا مقبول رب وکیل حضـ
سید شاہ عبد الجلیل مورد جمال وجمیل الہ آبادی قدس سرہٗ۔

اصل

برادر بجاں برابر فضائل مآب پیوستہ
خوشوقت بودہ باحق باشند مکتوب
محبت اسلوب رسید وحقیقت
بو ضوح انجامید چوں آں مکتوب
متضمن بعضے مقدمات فقیر بود
خطہا نمودہ چنانکہ شیخ قدس سرہ میفرماید
ماخلق اللّٰہ الا الکون المرکب
الذی لہ ظاہر وباطن
وما التمعہ من البسائط

ترجمہ

برادر بجاں برابر فضائل مآب ہمیشہ خـ
رہکر باحق رہیں۔ آپکا خط محبت نـ
حقیقت حال سے آگاہی ہوئی چونکـ
فقیر کے بعض معاملات وحالات پـ
تھا جس سے نہایت محظوظ ہوا۔
شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں (ترجمہ
نے سوائے اوس مرکب ہستی کـ
لئے ظاہر وباطن دونوں ہیں
نہیں پیدا کیا۔ اشیاء بسیط

مظہر اسم اعلیٰ یا اسم آخر یا فقط مظہر اسم ظاہر یا اسم : طن بسیط کہلاتا ہـ

فی امور معقولۃ لا وجود
لہا فی اعیانہا و درینجا اصحاب
اعتقادات فاسدہ خطا کنند بنابراں
در باب دیگر گفتہ ما فی الکون
مرکب کالسماء والارض پس
در قول شیخ قدس سرہٗ لا وجود
لہا فی اعیانہا خوب ملاحظہ نمودہ
شود تا زلت و ضلالت رو ندہد کما انہ
و ابو سعید خرازؒ کہ در امت محمدی
مثل او ظاہر نیست چنانکہ جمیع
متاخرین براں متفق اند و گفتہ اند
کہ سلطان العارفین او را باید گفت
نہ ابو یزیدؒ را و در نفحات بزرگی آں
مرد را خواہید دریافت میگوید
ایں خرازؒ کہ اول او را می جستم خود

جو سننے میں آتی ہیں وہ ذہنی چیزیں
ہیں اونکا وجود کہیں خارج میں
نہیں ہے اس مقام پہ فاسد اعتقاد
والے غلطی کرتے ہیں۔ اسی بناء پہ دوسری جگہ
کہا ہے کہ عالم میں جو چیز مخلوق ہے وہ مرکب
ہے مثلاً آسمان و زمین پس شیخ قدس سرہ کے
قول لا وجود لہا فی اعیانہا میں خوب غور کرنا
چاہیئے تاکہ غلطی و گمراہی میں نہ پڑیں۔
اور ابو سعید خرازؒ جنکے برابر امت محمدی میں
ظاہر نہیں ہے چنانچہ تمام متاخرین اس پہ
متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ سلطان العارفین
اونکو کہنا چاہیئے نہ کہ ابو یزیدؒ کو اور کتاب
نفحات میں اونکی بزرگی لکھی ہوئی پاؤگے
خرازؒ کہتے ہیں کہ میں پہلے اوسکو ڈھونڈتا تھا
اپنے کو پاتا تھا اور اب اپنے کو ڈھونڈتا ہوں

رامی یافتیم واکنوں خودرامی جوئیم
اورامی یابم وایں قول خبراز غایت
معرفت او مید ہد وطالبعلماں پہلوانان
اند میگویند کہ ماورا ہم یافتیم و
خودرا ہم وذوالنون مصریؒ واقف
سرنون والقلم میگوید اول گسستن
وپیوستن است وآخر نہ گسستن
ونہ پیوستن درینجا شیخ الاسلام
میگوید۔ **شعر**

کیف یحکی وصل اثنین ممانی لاصل واحد
من قسم الواحد جہلا فھو بالواحد جاحد

وایں قول را خوب ملاحظہ نمایند۔
وشیخ شرف الدین منیریؒ گفتہ کہ در
واحد قرب وبعد ووصل وفراق چگونہ

تو اوسکو پاتا ہوں خبرا دیکا یہ قول اونکے انتہائی
معرفت پر دلالت کرتا ہے اور طالبعلم تو بڑے
اچھے پہلوان ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اوسکو
بھی پاتے ہیں اور اپنے کو بھی۔ اور ذوالنون
مصریؒ جو نون والقلم کے اسرار سے واقف
ہیں کہتے ہیں کہ اول فصل اور وصل ہے اور
آخر میں نہ فصل ہے نہ وصل اس موقع پر
شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ **شعر**

دو چیزونکا وصل کیونکر ممکن ہے
حالانکہ وہ دونوں چیزیں ایک ہیں
جو شخص واحد کو جہالت سے تقسیم
کرے وہ دراصل واحد کا منکر ہے

اور اس قول میں خوب غور کریں۔
اور حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ فرماتے ہیں۔
کہ واحد میں قرب وبعد اور وصل وفراق

متصور باشد واکنون بشنوند چیزے
کہ شیخ قدس سرہٗ در فص اسماعیلی
میگوید۔ **شعر**

لا تنظر الی الحق وتعریہ عن الخلق
ولا تنظر الی الخلق وتکسوہ سوی الحق

گفتہ است در فتوحات ان
ترحقا لم ترخلقا وان
ترخلقا لم ترحقا ولٰکن
تشہد ہذا فی ہذا وہذا
فی ہذا شہود علم و
حال واضح تر از مثنوی
مولوی باید شنید۔

دو مبیں ودو مداں ودو مخواں
خواجہ را در بندۂ خود محو داں

کیونکر تصور ہو سکتا ہے اور اب خیال کیجئے
جو شیخ قدس سرہٗ نے فص اسماعیلی میں فرمایا
ہے۔ **شعر**

کہ مت دیکھ تو حق کو اس طرح پر کہ
علٰحدہ کرے تو اوسکو خلق سے اور
مت دیکھ تو خلق کو اس طرح پر کہ
غیر حق کا لباس پہنائی تو فتوحات میں
ہے کہ اگر تو حق کو دیکھیگا تو خلق کو
نہیں دیکھیگا اور اگر تو خلق کو
دیکھیگا تو حق نہیں دیکھ سکتا لیکن
مشاہدہ کر تو حق کو خلق میں اور خلق
کو حق میں مشاہدہ علمی وحالی۔
مثنوی مولوی سے اسکا بہت زیادہ واضح
حال سننا چاہیئے۔

نہ دو دیکھو نہ دو سمجھو نہ دو کو پکارو
آقا کو غلام میں بالکل محو سمجھو

گر جدا بینی از و آں خواجہ را
گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را

استفسار از بعضے مطالب و اظہار
اشکالات کہ نمودہ بودند اے
برادرام در نفس الامر و جوابات
و اشکالات کہ بہ تحریک عقل و فکر
روے نمایند بہ تقریر و تحریر کہ بدوں
مقدمات عقلی تحریر و تقریر خالی
نباشند مرتفع نشوند و عجب کہ شما
با ایں قرب مسافت چرا محتاج
بمراسلات شوید و اگر در ینجا می بودید
بعضے کلمات شیخ قدس سرہٗ و اولیاء
دیگر نقل میکرد شاید گونہ تسکین
حاصل میشد غرض اول علم حق بہ تجلی

اور اگر غلام سے آقا کو جدا کر رہے ہو تو یاد رکھو
کہ تم کتاب کے مقدمہ و دیباچہ کو معہ اصل متن
کتاب کھو رہے ہو۔
آپ نے بعض مطالب کے بارے میں استفسار
اور بعض اعتراضات کا بھی اظہار کیا تھا۔
اے برادر واقعی امر تو یہ ہے کہ جو جوابات
و اعتراضات عقل و فکر کے وجہ سے پیدا ہوتے
ہیں جب تک اونکے جوابات عقلی دلائل سے
خالی ہونگے مفید و مرتفع نہیں ہو سکتے اور
تعجب ہے کہ آپ باوجود اسقدر قرب مسافت
کے خط و کتابت کے کیوں محتاج ہوے اگر
یہاں ہوتے تو شیخ اور دوسرے اولیاؤں
کے بعض اقوال ملاحظہ فرماتے شاید کسیقدر
تسکین ہو جاتی۔ خلاصہ یہ کہ علم حق بلکہ علم
مطلق تجلئے خداوندی سے حاصل ہوتا ہے

حاصل شود بلکہ علم مطلق ان زماں شک
وریب دست از جیب طالب باز دارد
اے براور تعریف علم کہ امروز پیش
طالبعلمان مذکور ومنظور است
تعریف علم مطلق نیست بلکہ آں
علم قیاس بکسے است کہ خیال وتخیل
دارد وعلم ذات عین ذات است
پس ذات ازیں روے کہ متعلق
بمعلوم است عالم است وشیخ
قدس سرہٗ در فتوحات مبین ساختہ
است علم وقدرت وارادہ وغیر
آں منسوب است بسوے حق
ازینجا است کہ چوں پرسیدند ابوبکر
بن طاہر ابہری رح را کہ حقیقت چیست
گفت ہمہ آں علم است پس

اوسوقت طالب تجلیات سے فائز ہو کر شک
وشبہ سے باز رہتا ہے۔
اے بھائی علم کی تعریف جو آجکل طلباء کرتے
ہیں وہ مطلق (محض) علم کی تعریف نہیں ہے
بلکہ وہ علم ایسا ہے کہ جیسا کسی شخص کا خیال
وتخیل ہو (علم محض وہ ہے جو خیال وتخیل
وتقلیدی اعتقادات سے جدا ہو) اور علم ذات
تو عین ذات ہے پس ذات اس اعتبار سے
کہ معلوم سے تعلق رکھتی ہے عالم ہے اور
شیخ قدس سرہٗ نے فتوحات میں واضح طور سے
لکھا ہے کہ علم وقدرت وارادہ وغیرہ حق ہی
کی طرف منسوب ہیں۔ اسی بنا پر جب ابوبکر
بن طاہر ابہری رح سے پوچھا گیا کہ حقیقت کیا
ہے تو آپ نے فرمایا وہ سب علم ہے پھر
پوچھنے گئے کہ علم کیا ہے تو کہا وہ سب حقیقت ہے

پرسیدند کہ علم چیست گفت ہمہ آں
حقیقت است وہم وے گفتہ
الجمع جمع المتفرقات والتفرقۃ
تفرقۃ المجموعات فاذا
جمعت قلت اللہ واذا فرقت
نظرت الی الکون۔
وایں قول از غایت معرفت آں
مرد است و در نفحات خواہید یافت
ہر دو قول آں مرد را وگاہے تعبیر
کردہ میشود کہ علم ذات حق تعلق آں
ذات است بمعلوم۔ وعجب کہ
شما از کلام اولیاء کہ ہر دیوار و در
وہر موجود عالم است بحق تعالیٰ
بخود معلوم نکردید کہ مطلق علم چیزے
دیگر است وحقائق حکمتہ بطور

اور اونہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جمع متفرق
چیزوں کے اکٹھا کرنیکا نام ہے اور
تفرقہ اکھٹی چیزوں کے منتشر کردینے
کو کہتے ہیں پس جب جمع کرے تو
اللہ کہے اور جب تفریق کرے تو
عالم نظر آئیگا۔
اور یہ قول اونکی انتہائے معرفت ہے اور
ان بزرگ کے دونوں قول کو نفحات میں پاؤگے
اور کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ علم ذات حق
تعلق اوس ذات کا ساتھ معلوم کے ہے۔
اور تعجب ہے کہ اولیاء کرام کے کلام سے
کہ ہر در و دیوار اور ہر موجود حق تعالیٰ کا
جاننے والا ہے آپ نے خود نہ معلوم کرلیا
کیونکہ مطلق علم دوسری چیز ہے اور حقائق
حکمتہ اہل اللہ کے طریقہ پر ثابت ہیں جیساکہ

اہل اللہ ثابت اند چنانکہ معتزلہ میگویند
ازینجا است کہ در مواقف مذکور و منقول
است از معتزلہ کہ بعد از علم بانکہ
عالم را صانع است کہ آں عالم باشد
و قادر و سمیع و بصیر محتاج شدیم
بسوئے آں کہ اثبات بکنیم کہ آں
صانع موجود باشد و چوں اکابر
اہل اللہ برہمیں اند کہ گفتہ است
شیخ قدس سرہٗ در فتوحات
لیس من شرط السماع ان یکون
السامع موجوداً ولیس من شرط
الرویۃ ان یکون المرئی موجوداً
پس حقیقت وجود مراتب عالم حس و
شہادت را حق تعالیٰ بر ما و شما مکشوف گرداناد
فالحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

معتزلہ کہتے ہیں۔ اسی بنا پر کتاب مواقف میں
معتزلہ سے مذکور و منقول ہے کہ اس بات کے
جان لینے کے بعد کہ عالم کے لئے ایک ایسا صانع
ہے جو عالم۔ قادر۔ سمیع۔ وبصیر ہے ہمکو اسکی
احتیاج واقع ہوئی کہ ثابت کریں کہ وہ صانع
موجود ہے اور جب اکابر اہل اللہ کا یہی مسلک
ہے لہذا شیخؒ نے فتوحات میں فرمایا ہے
سمع کے لئے سامع کا ہونا شرط نہیں
ہے اور رویت کے لئے مرئی کا ہونا
ضروری نہیں پس اللہ تعالیٰ حس و شہادت
کے مراتب عالم کے وجود کی حقیقت کو ہم پر
اور تم پر روشن فرمائے پس تمام تعریفیں اللہ
کے لئے ہیں اور اسکے برگزیدہ بندوں پر
سلام ہو۔

باب چہارم

مشتمل بر حال مختصر خاندان مؤلف کتاب ہذا

چونکہ باب دوم میں حضرت شاہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں اس فقیر نے تحریر کیا ہے کہ حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ آپ کے دوسرے صاحبزادہ کا حال علیحدہ لکھا جائیگا جسکے ضمن میں اپنا خاندانی مختصر ذکر بھی لکھے گا اس لئے اس باب کی ابتداء آپ ہی کے حالات سے کی جاتی ہے۔

حال مختصر حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ

معہ دیگر حالات معافی وغیرہ

حضرت شاہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادہ حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ تھے اور اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ سیف اللہ رح سجادہ نشین اول سے عمر میں تخمیناً دو ڈھائی سال چھوٹے تھے۔

حضرت شاہ تاج الدین رح کا وصال عالم جوانی میں جبکہ آپ کی اولاد
سب صغیر سن تھیں، ہوگیا تھا اور حسب وصیت حضرت شیخ رح بچّوں
کی پرورش و تعلیم زیر نگرانی حضرت سید محمّد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ ہوئی
بعد تعلیم و تربیت سید صاحب موصوف رح نے حسب ارشاد اپنے
پیر و مرشد حضرت شیخ رح خرقہ خلافت پیران عظام حضرت شاہ
سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنایا۔

تین سو برس بعد اب وصیت مذکورہ پر غور کرنے سے راز مصلحت
حضرت شیخ رح ظاہر و عیاں ہے۔ حضرت شیخ رح بے شک صاحب
کشف و صاحب تصرف اور اولیاء کاملین سے تھے۔ اُنپر روشن تھا کہ
شاہ تاج الدین رح کا وصال عالم جوانی میں ہوگا اور اونکی اولاد
اکبر حضرت شاہ سیف اللہ رح سے سلسلہ نسل اور دولت فقر وراثتاً
نسلاً بعد نسل محفوظ و برقرار رہیگی صحیح ہوا اور اس وقت تک اولاد
حضرت شاہ سیف اللہ رح کم و بیش حضرت شیخ رح کے نقش قدم
پر قائم ہیں۔ بخلاف حضرت شاہ تاج الدین رح کی دوسری اولادوں
کے کہ دو چار پشت بعد یا تو اُن کا سلسلۂ نسل منقطع ہوگیا یا وہ

بحالت گمنامی ہیں چنانچہ حضرت شاہ جمال اللہ رح کا سلسلۂ نسل بھی تیسری پشت کے بعد اولاد ذکور نہ ہونے کی وجہ سے جاتا رہا۔

حضرت شاہ جمال اللہ رح سے حضرت شاہ نور اللہ قدس سرہٗ ان سے حضرت شاہ حیات اللہ رح پیدا ہوئے جن سے صرف ایک دختر مہر النساء بی بی عرف متی بی بی پیدا ہوئیں جن کی شادی حضرت شاہ سید رحم علی قدس سرہٗ کے ساتھ ہوئی۔ آپ کے صاحبزادہ میر نجان صاحب عرف شبراتی میاں قدس سرہٗ اس فقیر حقیر کے پردادا تھے۔

چونکہ حضرت شاہ حیات اللہ کے کوئی اولاد ذکور سوائے دختر موصوفہ نہ تھی۔ شاہ صاحب موصوف رح نے اپنی جائداد مکان باغات واقع محلہ یحیٰی پور اور اپنا حصہ معافی حضرت شاہ تاج الدین رح [۲] بتاریخ ۱۵ ر جمادی الاول ۱۲۲۲ھ میر نجان صاحب اپنے نواسہ کو ہبہ کر دیا جس کو ایکسو بتیس ۱۳۲ سال کا زمانہ گذرا ہبہ نامہ مذکورہ تبرکاً رہ گیا ہے جو اس فقیر کے پاس ہے مکان و باغات وغیرہ کا پتہ نہیں کہ فروخت ہو گئے یا یحیٰی پور میں کسی کے قبضہ میں ہیں

۲ حضرت شاہ حبیب اللہ منجملہ ایک ہزار دو سو پانچ روپیہ آٹھ آنہ

اس ہبہ نامہ کے ساتھ ایک کاغذ متعلق معافی بھی حضرت شاہ
حیات اللہ قدس سرہٗ سے میر نجابت صاحب میرے پردادا
کو ملا تھا معہ ان حالات کے کہ بعد وصال حضرت شاہ تاج الدین رح
بعہد سجادگی حضرت شاہ سیف اللہ رح آمدنی مواضعات معافی عطیہ
شاہی زیادہ تر اخراجات خانقاہ و روضہ اقدس حضرت
شیخ رح میں صرف ہوکر اگر کچھ بچتا تو وہ اولاد شیخ رح کو بلا تعین حق وحصہ
ملتا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ معافی حضرت شیخ رح صرف مصارف
خانقاہ وغیرہ کے لئے ہے۔ اس خیال پر اولاد حضرت شیخ رح میں
اختلاف پیدا ہوا اور معاملہ شہنشاہ اورنگ زیب تک پہونچا۔

بموجب حکم فرمان عالی شان نواب والا جناب معلی القاب
عالمیان مآب عمدۃ الملک سنہ ۱۱۱۱ھ میں مسجد باب اللہ میں
ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں صدارت پناہ شیخ محمد غوث خادم
شرع شریف قاضی محمد دائم خاں رفعت پناہ میر حسام الدین بخشی
و واقعہ نویس و مرزا ولی بیگ سوانح نگار و فضائل مآب میر جار اللہ
و سید محمد شریف مفتیان و شیخ ابو المکارم فیصل کنندگان مقدمہ

مقرر ہوئے۔ حضرت شاہ سیف اللہ رح حضرت شاہ جمال اللہ رح اور حضرت شاہ احمد اللہ رح عرف شیخ احمد عبدالحق تینوں بھائیوں کی موجودگی میں مقدمہ پیش ہوا۔ اور بہت سی بحث کے بعد تینوں بھائیوں میں صلح ہوگئی۔ اِس طرح تصفیہ ہوا کہ تمام آمدنی مواضعات معافی منڈھئی وراہی وکوٹھیا پچیس ۲۵ سہم پر تقسیم ہوئی دس سہم خرچ خانقاہ و مقبرہ حضرت شیخ رح کے لئے مقرر ہوا مابقی آمدنی مواضعات مذکورہ تینوں بھائیوں کے لئے بحصہ مساوی مقرر ہوئی۔ اور یہ بھی لکھا گیا کہ خرچ خانقاہ و مقبرہ حضرت شیخ رح کے صرف کرنے کے بعد سال ختم پر اگر کچھ رقم باقی بچے تو تینوں بھائی بحصہ مساوی تقسیم کرلیا کریں اور دیگر مواضعات معافی کے سہام سے ہاجرہ بی بی نبت شیخ محب اللہ رح و دو دختران و زوجہ شیخ تاج الدین رح کے حصے مقرر کئے گئے۔

یہ فیصلہ بزبان فارسی ہے اور دو سو بتیس ۲۳۲ برس اُس پر گذر جانے کی وجہ سے بوسیدہ ہوگیا ہے اور بعض بعض جگہ پڑھا نہیں جاتا تاہم مطلب سیاق عبارت سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔

ہبہ نامہ کے ساتھ یہ فیصلہ بھی اس ناچیز کے پاس ہنوز موجود محفوظ ہے
اس فیصلہ کے بعد باہمی اتفاق و اتحاد کی وجہ سے مواضعات معافی
کی تقسیم نہیں ہوئی بلکہ ہر حصہ دار کو حصہ معافی مقررہ بذریعہ سجادہ نشین
وقت نسلاً بعد نسل برابر ملا کی۔

بعہد سرکار دولت انگلشیہ بعوض مواضعات معافی دو ہزار دو سو روپیہ ۲۲۰۰
نقد معافی مقرر ہو گئی جس کا ذکر حضرت شاہ خلیل اللہ قدس سرہ سجادہ
نشین نمبر ۴ کے حالات میں مفصل لکھا جا چکا ہے اوس وقت بھی باہم
سب حصہ داران معافی میں اتفاق تھا اس لیئے نقد معافی بھی ہر حصہ دار
کے نام علیحدہ نہیں ہوئی البتہ حضرت **شاہ خلیل اللہ** رح سجادہ نشین
اور ان کے بھائی **شاہ حجت اللہ** قدس سرہ کے نام دو چھٹی سب
معافی کی کسی مصلحت سے برضامندی باہمی ہو گئی تھی اس پر بھی کسی
حصہ دار کو بوجہ اعتماد اعتراض نہوا اور ہر دو حضرات اور ان کے
جانشینوں کے ذریعہ سے حصہ معافی ہر حصہ دار کو برابر ملا کی حتیٰ کہ جانشینان
موجودہ نے خود بھی برابر حصہ داران کو ان کا حصہ ادا کیا ہے مگر اب
چند دنوں سے نہ معلوم کیوں خود بخود بند کر لی ہے۔ حصہ داران سے

صرف حیلہ وحوالہ اور چنیں وچناں کر دیا جاتا ہے۔

یہ حالات شکایتاً نہیں بلکہ محض حکایتاً لکھے گئے ہیں۔ شاید بنیاد حق وحصہ معافی کے تفصیلی صحیح حالات سے نہ موجودہ حصہ داران معافی واقف ہیں اور نہ وہ حضرات موجودہ جن سے معافی ملتی ہے۔ اس فقیر نے اپنا حصہ معافی اپنے بھائی کو دیدیا ہے اور خود کبھی ایک حبہ نہیں لیا ہے اس لئے اس ناچیز کو اس کی نہ کوئی شکایت ہے اور نہ آیندہ کوئی خواہش مگر دیگر حصہ داران سب اپنا حق وحصہ ضرور چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ فریقین خدا کو حاضر وناظر جانکر باہم ایسا فیصلہ کرلینگے کہ نہ کسی کی حق تلفی ہو نہ کسی پر کچھ جبر۔ دنیا چندروزہ ہے جس میں راستی موجب رضائے الٰہی ہے۔

مختصر حال حضرت سید رحم علی قدس سرہٗ

حضرت شاہ رحم علی قدس سرہٗ حضرت امام نقی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ قدیم باشندۂ الہ آباد دائرہ واقع خلد آباد تھے۔ آپ کا مشغلہ آبائی سوائے یاد الٰہی اور خدمت خلق بذریعہ تعلیم وتلقین دوسرا نہ تھا۔ آپ کے اجداد میں حضرت مولوی حافظ سید کرم علی شاہ

قدس سرہٗ صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں جو علم ظاہر و باطن میں خاص پایہ رکھتے تھے۔

سیکڑوں برس کے کاغذات و فرمان سلاطین وقت و کتاب بیاض مشعر حالات خاندانی و شجرۂ نسبی جو پشتہا پشت سے محفوظ چلے آتے تھے زیادہ کرم خوردہ ہوکر ضائع و برباد ہوگئے کچھ اچھی حالت میں اس فقیر کے پاس تھے وہ بھی تلاش سے اس وقت نہیں ملتے۔ کتاب بیاض و شجرۂ نسبی نہایت احتیاط سے رکھے تھا اس کے نہ ملنے کا زیادہ افسوس ہے تاہم جو حالات مجھے معلوم ہیں صرف موجودہ و آیندہ نسل خاندان کی آگاہی کے لئے چاہتا ہوں کہ اُن کو قلمبند کردوں بیشک عام ناظرین کے لئے یہ حالات دلچسپ نہیں ہوسکتے۔ ہاں۔ توجہ کی گئی تو قدیم تعلقات و رشتہ داری کے معلومات سے خاندان میں باہم اتحاد و اتفاق کا مفید نتیجہ پیدا ہونے کی امید ہے۔

برادرم شاہ محمد اکبر حسین صاحب فرماتے ہیں کہ تمہارا شجرۂ نسبی بوجہ قرابت خاندان حضرت شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ میرے یہاں بھی موجود ہے جو کاغذات میں مخلوط ہوگیا ہے۔ تلاش کرکے

دونگا۔ اگر ملگیا تو اس کتاب کے طبع ثانی کے وقت اضافہ حالات ممکن ہے

آپ کی شادی حضرت شاہ حیات اللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی مہرالنساء بی بی عرف منی بی بی سے تخمیناً ۱۱۹۲ھ میں ہوئی جس کو ڈیڑھ سو برس گذرے جن سے صرف ایک اولاد سید میر نجان صاحب عرف شبراتی میاں پیدا ہوئے۔ بعد انتقال منّی بی بی آپ نے غیر کف کی ایک عورت سے نکاح کر لیا تھا جس سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا پیدا ہوا۔

آپ کے وقت میں آپ کے پاس صرف ایک گانوں معافی سلطانپور بہاولپور رہگیا تھا جس پر آپ کے آخر عمر میں قرض کا بہت بار ہو گیا تھا۔

آپ کا وصال تخمیناً ۱۲۲۱ھ میں ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد بوجہ بار قرضہ حصہ زمینداری کے علاوہ مکانات وغیرہ بھی فروخت ہو گئے اور سرزمین دائرہ کا تعلق ظاہری تک باقی نرہا۔ اب اس سرزمین پر مختلف اقوام کے لوگ آباد ہیں۔ آثار قدیمہ سے صرف ایک مسجد پختہ باقی ہے مگر انقلاب زمانہ سے کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ یہاں کوئی

دائرہ تھا بھی یا نہیں۔

مختصر حال سیّد میر نجان رحمۃ اللہ علیہ

سیّد میر نجان صاحب رح اپنے نانا حضرت شاہ حیات اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت عزیز نواسہ تھے آپ کی عمر تخمیناً آٹھ سال کی تھی جب آپ کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا۔ آپ کی پرورش وتعلیم وتربیت حضرت شاہ صاحب موصوف رح کے زیر نگرانی بقیام محلہ یحیٰی پور ہوئی۔ آپ کے والد حضرت شاہ رحم علی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جائداد موروثی بوجہ بار قرضہ فروخت ہوگئی اور آپ اپنے نانا شاہ صاحب موصوف رح کی جائداد و مکانات وباغات وحصہ معافی پر بذریعہ ہبہ نامہ قابض ومتصرف رہے۔

سیّد میر نجان صاحب رح کی پہلی شادی میر گمانی صاحب صوبہ وار کی بہن بیگم بی بی سے ہوئی جو امیر و کبیر اور اہل تشیع میں سے تھیں انکا شجرہ نسبی بھی کتاب بیاض گم شدہ میں لکھا ہے بیگم بی بی کا بہت سامان عزہ داری علم و ممبر وغیرہ ان کے

زمانہ بچپن کا جہیز میں ساتھ آیا تھا جب سے ماہ محرم الحرام میں سالانہ عزا داری و مجلس وغیرہ تین پشت تک برابر اس خاندان میں ہوتی رہی۔ بیگم بی بی کا انتقال بقضائے الٰہی شادی کے تھوڑے روز بعد ہی ہو گیا اور کوئی اولاد انکے بطن سے نہیں ہوئی۔

آپ کی دوسری شادی شیخ محمد علی صاحب فاروقی سوداگر باشندہ محلہ دوندی پور کی بہن امیرن بی بی سے ہوئی جن کے بطن سے سید اصغر علی صاحب و سید قدرت علی صاحب دو لڑکے اور نصیبن بی بی مہرن بی بی و زینب بی بی تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد امیرن بی بی کا بھی انتقال ہو گیا۔

آپ نے اپنے دونوں لڑکوں کی شادی شیخ محمد علی فاروقی اپنے سالہ کے دونوں لڑکیوں کے ساتھ کر دی۔ سید اصغر علی بڑے صاحبزادہ کی شادی بانو بی بی بڑی صاحبزادی سے اور سید قدرت علی چھوٹے صاحبزادہ کی شادی امامن بی بی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی۔ شیخ صاحب موصوف نے اپنی لڑکیوں کو بعد شادی اس طرح رخصت کیا کہ دو قطعہ وسیع مکانات دیکر دونوں دامادوں کو جو حقیقی بھانجے بھی تھے

بھی تھے اپنے ہی یہاں مدت العمر رکھا شیخ صاحب موصوف رح
بڑے تاجر اور بہت دولتمند تھے جن کا مختصر حال آگے آئیگا۔

سید میر نجان صاحب رح نے اپنی ایک لڑکی نصیبن بی بی کی شادی بھی شیخ صاحب موصوف کے بڑے صاحبزادہ شیخ برکت علی صاحب کے ساتھ کی اور دوسری لڑکی مہرن بی بی شیخ احمد علی صاحب انصاری کو بیاہ دی اور تیسری لڑکی زینب بی بی حضرت شاہ مراد علی صاحب سجادہ نشین دائرہ حضرت شاہ عبدالجلیل رح کے صاحبزادہ شاہ محمد کریم الدین قدس سرہٗ کو بیاہی گئیں۔
جن کا شجرہ نسبی اس فقیر کے پاس ہے اِس خیال سے کہ آئندہ ضایع نہ ہوجاے معہ مختصر حال کے اس کتاب میں آگے لکھا جائیگا۔

سید میر نجان صاحب رح نے اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی شادی بیاہ کے بعد آمد و رفت تو ان کے پاس رکھی مگر اپنا مستقل قیام محلہ بخشی پور میں رکھا۔ دوسری بی بی کے انتقال کے بعد پھر آپ نے شادی نہیں کی بلکہ گوشہ نشین ہوکر یاد الٰہی میں زندگی بسر کی۔
آپ کا وصال تخمیناً ۱۲۷۵ھ میں ہوا۔ تاحیات آپ کے

مسماۃ چمپا ضعیفہ رفیق خاندانی آپ کی خدمتگذار رہیں جنہوں نے
اپنی زندگی تک اہتمام عزاداری بھی خود کیا۔ سید صاحب موصوف
کے لڑکے اور لڑکیاں مسماۃ مذکورہ کی گود میں پلے اور بڑے ہوئے
تھے اس لئے سب اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد بھی بحیثیت
بزرگ مانتے رہے اور خدمتگذار رہے۔

حال مختصر سید اصغر علی صاحب نور اللہ مرقدہ و سرہٗ

معہ اولاد سید صاحب موصوف

سید اصغر علی صاحب کلکٹری الہ آباد میں محافظ دفتر تھے
اتقاء و پرہیزگاری کے ساتھ پابندی صوم و صلوٰۃ اپنی زندگی بسر کی
غیور طبیعت مستقل مزاج۔ محنتی اور مستعد آدمی تھے۔
آپ کی ایک صاحبزادی رحومن بی بی اور چار صاحبزادے سید صاحب علی
سید قاسم علی۔ سید قائم علی اور سید عابد علی بانو بی بی کے بطن
سے پیدا ہوئے۔ یہ لڑکے صغیر سن تھے کہ بانو بی بی نے بقضائے الٰہی
انتقال فرمایا۔ لڑکوں کی پرورش اور انتظام خانہ داری بعد انتقال

بانو بی بی گلاب بی بی کے سپرد رہا جن سے سیّد صاحب موصوف نے نکاح کر لیا تھا۔ گلاب بی بی تا زیست سید صاحب اور انکے اولاد کی سچّی غمگسار اور خدمتگذار رہیں۔ گلاب بی بی کے بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جنکی اولاد ہنوز موجود ہیں۔ اون میں جواب شیعہ ہو گئے ہیں۔ اونکو یہ بات بالکل غلط ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ میرنجان صاحب قدس سرہٗ شیعہ تھے اور میر گمانی صاحب کو میرنجان صاحب کا باپ کہنا بھی محض انکی ناواقفیت اور من گڑھت ہے سید صاحب موصوف کا وصال ۱۸۷۵ء میں بعمر تقریباً ۶۵ سال ہوا

دہومن بی بی کی شادی حسن علی خانصاحب سے جو خوشحال اور ملازم گورنمنٹ عہدہ نامعلوم تھے انکے ساتھ ہوئی جن سے آرزو بی بی اور شہزادی بی بی دو لڑکیاں پیدا ہوئیں حسن علی خانصاحب کا انتقال بعالم جوانی ہو گیا۔ دہومن بی بی نے محض یاد الٰہی میں مصروف رہکر اتقاء و پرہیزگاری کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی۔ لڑکیاں جب بالغ ہوئیں تو آرزو بی بی کی شادی اپنے

پھوپھا شاہ کریم الدین سجادہ نشین کے صاحبزادہ شاہ محمد عطاء صاحب کے ساتھ اور شہزادی بی بی کی شادی عابد علی خانصاحب زمیندار و رئیس الہ آباد سے کردی۔

سید صاحب علی صاحب کی شادی مولوی سید تفضل حسین صاحب صوفی ابوالعلائی قدس سرہٗ ساکن محلہ چک کی صاحبزادی محمدی باندی بی بی سے ہوئی جن سے سید شوکت حسین مؤلف کتاب ہذا۔ خانصاحب ڈاکٹر سید زاہد حسین۔ سید لطیف حسین اور سید شریف حسین چار اولاد ذکور اور حسن باندی بی بی۔ ایک اولاد اناث ہوئیں۔ سید صاحب علی صاحب ریاست ریواں میں ملازم تھے مگر کچھ روز بعد بوجہ نامناسبت طبیعت ترک ملازمت کرکے چلے آئے اور خانہ نشین رہکر زندگی بسر کی۔ انکی تندرستی آخر عمر تک بہت اچھی رہی۔ راست گو۔ مستقل مزاج اور بہت دلیر طبیعت تھی۔ ہماری نانی مرحومہ و مغفورہ کو اپنی اولاد سے اسقدر الفت تھی کہ انکی دوری شاق تھی۔ چنانچہ ایک قطعہ مکان اپنے

مکان سے ملحق ہماری والدہ ماجدہ کے نام خرید کر ہم سب کو محلہ دوندیپور
سے بلا لیا اور اس طرح پر ہماری سکونت کا یہ چوتھا تغیر ہوا - اس وقت
سے ہملوگ باشندۂ محلہ چک ہیں - دوندی پور کا مکان کرایہ پر دیدیا
گیا تھا پھر ضرورتاً فروخت کر ڈالا گیا - سنہ ۱۹۰۹ء میں بعمر ۵۷ سال
والد ماجدرح کا انتقال ہوا -

فقیر سید شوکت حسین مؤلف کتاب ہذا سنہ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوا
سنہ ۱۸۹۲ء میں انڈین ہائی اسکول الہ آباد میں تقریباً ایک سال
ہیڈ مولوی رہا پھر سنہ ۱۸۹۶ء میں محکمہ مال ریاست رامپور میں ملازم ہو گیا -
اور اپنی درخواست یا ضرورت کار سرکار پر مختلف محکموں میں تعینات
ہو کر اللہ کے خوف یا حکام ریاست کے ڈر سے بدیانت وا یماندار ی
کار سرکار انجام دیتا رہا - آخر میں محکمہ پولیس سے کسی دوسرے صیغہ
میں تبدیلی کی درخواست پر اسٹیٹ فیکٹریز رامپور میں بعہدہ سپرنٹنڈنٹ
تعینات ہو کر تقریباً چار سال خدمت مفوضہ اور انجام دی بالآخر
تحصیل علم عربی کے شوق میں جو بحالت ملازمت دشوار ہو رہی تھی
سنہ ۱۹۱۶ء میں نہایت نیکنامی کے ساتھ مستعفی ہو کر بحالت طالب علمی

چار سال رامپور میں اور مقیم رہا۔ ابتدائی کتابیں حافظ مولوی محمد نبی خانصاحب رامپوری مدرس مدرسہ عالیہ سے پڑھیں پھر تقریباً دو سال حضرت مولانا سید حامد شاہ صاحب محدث رامپوری قاضئ شہر کی خدمت اقدس میں حاضر رہکر ترجمہ قرآن پاک پڑھ کر ختم کیا اور اسی کی تمنا بھی تھی۔

محرر سطور کی شادی ۲۲ر دسمبر ۱۸۹۷ء میں سید ضمیر الدین حیدر اپنے حقیقی خالو کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۰۴ء مطابق ۳ر رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ یوم شنبہ ۴ بجے دن بعارضہ دق میری اہلیہ نے انتقال کیا صرف ایک لڑکی سعیدہ خاتون پیدا ہوئی تھی جس نے اپنی ماں کے سامنے بقضائے الٰہی انتقال کیا پھر مؤلف نے کوئی شادی نہیں کی۔

خانصاحب ڈاکٹر سید زاہد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن و ممبر میڈیکل بورڈ متعینہ حال انچارج صدر اسپتال کانپور ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ نہایت ذہین اور طباع ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں امتحانات میں ہمیشہ اچھے نمبروں سے کامیاب

ہوتے رہے۔ امتحان سب اسسٹنٹ سرجن میڈیکل کالج آگرہ سے
پاس کیا جس میں اول آئے اور اس صلہ میں علاوہ سند ڈاکٹری تمغہ
بھی ملا۔ زیادہ حصہ ملازمت کا بتعناتی پولیس اسپتال الہ آباد میں
گزرا۔ ہندو مسلمان۔ عیسائی حکام انگریز اعلیٰ ادنیٰ کے معالج رہے
صدہا نازک مریض آپ کے زیر علاج ہوکر صحتیاب ہوئے اس زمانہ
تعیناتی الہ آباد میں میور کالج گورنمنٹ اسکول اور ٹرینگ کالج کے
ہلتھ آفیسر اور کورس حفظان صحت وغیرہ کے لکچرار بھی رہے جیل
اسپتال بھی سپرد رہا۔ ہر صیغہ سے ہر کام کی بابت علاوہ تنخواہ ذاتی
الاؤنس مقرر تھا اپنی قابلیت خداداد سے فن طبابت میں بہت
لائق وفائق ثابت ہوئے فن سرجری میں بھی مہارت تامہ ظاہر
ہوئی۔ بصلہ حسن خدمات سنہ ۱۹۱۷ء میں گورنمنٹ سے خانصاحب
کا خطاب اور تمغہ ملا اور پھر گورنمنٹ نے آپ کی قابلیت کی
قدر افزائی فرماکر اسسٹنٹ سرجن کے عہدہ پر ممتاز فرمایا
سب اسسٹنٹ سرجنوں میں پہلے ڈاکٹر آپ ہی ہیں جنھوں نے
سب اسسٹنٹ سرجن کے درجہ سے بلا امتحان عہدہ

اسسٹنٹ سرجن پر فائز ہونیکا دروازہ کھولا - آپ کی شادی
۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۶ء میں **شیخ غلام امام صاحب** اپنے حقیقی
خالو کی لڑکی **سروری بی بی** سے ہوئی جن سے **سید ظہیر حسین**
و سید بشیر حسین سید شاہد حسین تین لڑکے اور **عزیز فاطمہ**
و انیس فاطمہ دو لڑکیاں ہیں - ۷ر جولائی ۱۹۲۳ء یوم شنبہ
۱۰ بجے شب مطابق ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ کو بقضائے الٰہی
سروری بی بی نے انتقال کیا نہایت نیک اقبالمند بی بی تھیں -
بہت سخی رحمدل اور بڑی اللہ والی - ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہزاروں
روپئے کمائے اور جو ملا سب بیوی کے ہاتھ میں دیا - بیوی نے
نہایت اولوالعزمی کے ساتھ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں صرف
کیا اور نہایت عیش و آرام سے امیرانہ زندگی بسر کی - خیر خیرات
میں بھی ہاتھ کھلا رکھا - ایک پیسہ کبھی جمع نہیں کیا - ورد و وظائف
اور نماز روزہ کی بڑی پابند تھیں - مرنے سے کئی روز قبل **حضرت**
مولانا حافظ حکیم شاہ نعمت اللہ صاحب محب اللہی
سجادہ نشین کے دست مبارک پر بیعت بھی کر لی تھی بحالت

نزع و بیہوشئ موت ذکر اسم ذات و کلمہ طیبہ میں قلب ایسا جاری ہو گیا تھا
کہ جو لوگ گھر میں اس وقت موجود تھے حتیٰ کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو
بھی یہ گمان ہوا کہ دوبارہ جان جسم میں آگئی اور اُمید زیست ہوئی
کہ اوسی ذکر اللہ اللہ کے ساتھ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی
دعا ہے کہ اللہ سب مسلمانوں کا خاتمہ بخیر فرماوے اور اس فقیر
عاصی پُر معاصی کا بھی خاتمہ بالخیر ہو کہ زندگی کا حاصل یہی ہے۔

سید ظہیر حسین صاحب نے ایف-اے تک تعلیم
پائی ہے شادی ابھی نہیں کی آجکل ریاست رامپور ہوم آفس میں
ملازم ہیں۔ ۱۶ر اگست ۱۸۹۷ء مطابق ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ
۷ ۱/۲ بجے شام یوم سہ شنبہ کو پیدا ہوئے۔

سید شبیر حسین صاحب بی-اے ۲ر اگست ۱۹۰۰ء
یوم پنجشنبہ وقت ۱۰ ۱/۲ بجے شب پیدا ہوئے آجکل غازیپور میں
انکم ٹکس آفیسر ہیں اونکی شادی **مولوی سید رسول احمد صاحب**
منصرم ججی کی صاحبزادی سے ۷ر مئی ۱۹۲۱ء کو ہوئی ہے جن سے
۱۵ر دسمبر ۱۹۲۲ء کو شمیم فاطمہ و ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۳ء روز جمعہ ۲ بجے

شب کو نسیم فاطمہ دو لڑکیاں پیدا ہوئیں ہیں

سید شاہد حسین کم عمر اور زیر تعلیم ہیں۔

عزیز فاطمہ کی شادی مولوی سید انوار الحق صاحب

ایم-اے-ایل-ایل بی باشندہ مچھلی شہر ہیڈ ماسٹر اسلامیہ

اسکول الہ آباد کے ساتھ ۵ / مئی سنہ ۱۹۲۱ء کو ہوئی ہے انوار مصطفےٰ عرف

مجن میاں مارچ سنہ ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے۔

انیس فاطمہ کی شادی میرے حقیقی بھانجہ سید فراست حسین

کے ساتھ ۲۲ / مئی سنہ ۱۹۲۴ء کو ہوئی ہے جو رابرٹس گنج مرزاپور میں

آجکل محرر رجسٹری ہیں۔ بہت ہونہار اور سعادتمند ہیں۔

سنہ ۱۹۰۳ء میں مرض طاعون کا الہ آباد میں زور تھا، / محرم الحرام

کو سید شریف حسین نے اور ۱۳ / محرم الحرام کو سید لطیف حسین

نے عنفوان شباب مبتلائے مرض طاعون ہو کر یکے بادیگرے انتقال

کیا دو جوان اور ہونہار لڑکوں کی موت نے ہم سب کو صدمۂ عظیم

پہونچایا لیکن والدہ ماجدہ پر صدمہ کا یہ اثر ہوا کہ تین شبانہ روز

خون تھوک کر ۱۸ / محرم سنہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۷ / اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کو

اس دارفانی سے رحلت فرما ہوئیں بڑی عابدہ زاہدہ اور نہایت نیک بی بی تھیں۔ یہ سانحہ عظیم خانہ بربادی ایسا پیش آیا کہ گھر میں قفل پڑ گیا کچھ روز شب کو روشنی وغیرہ کا انتظام رہا اسکے بعد سات برس تک مکان معہ کل سامان بند رہا۔ اس طرح پر کہ گھر کی چیزیں جہاں پڑی تھیں پڑی رہیں۔ سات برس بعد جب مکان صاف کرایا گیا تو فرش دریاں لحاف توشک کپڑے صندوق۔ صندوقچہ تخت پلنگ غرض خانہ داری کی چھوٹی بڑی تمام چیزیں گلی سڑی مٹی کی طرح ملیں۔ پرانے وقت کی قلمی کتابیں اور کاغذات بھی بہت سے تھے جو بالکل ضائع ہو گئے۔

حسن باندی بی بی کی شادی سید ولایت حسین صاحب وکیل عدالت منصفی کے ساتھ ہوئی جن سے ۱۱ر مئی ۱۸۹۳ء مطابق ۲۳ر شوال سنہ ۱۳۱۰ھ کو زبیدہ خاتون ایک لڑکی ۲۷ر جون ۱۸۹۶ء بروز چہارشنبہ ۹ بجے دن کو سید شفاعت حسین ۵ر جون ۱۹۰۲ء مطابق ۷ر صفر سنہ ۱۳۲۰ھ کو سید فراست حسین پیدا ہوئے۔

حسن باندی بی بی بڑی باخدا نہایت باحیا باسلیقہ کفایت شعار اور منتظمہ بی بی تھیں نیک مزاجی میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھیں

اپنے شوہر کی بڑی مطیع و فرمانبردار رہیں سسرال میں کبھی کوئی تکلیف
بھی پہونچی اور ہملوگوں کو دوسروں سے اطلاع ملی تو دریافت پر کبھی
حرف شکایت نہ سنا۔ سب بچے صغیرسن تھے کہ شروع ۱۹۰۷ء میں
بماہ شوال مبتلائے **مرض طاعون** ہوئیں۔ آخر وقت میں ہوش
وحواس نہایت صحیح تھے جس کسی سے کچھ لینا دینا تھا اسکی تفصیل بتائی
یہانتک کہ آدھ سیر آٹا کسی گھر سے قرض آیا تھا تاکید کی کہ وہ بھی
ضرور ادا کیا جائے۔ پھر یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میلاد شریف
اور خیر خیرات برابر کیا جاوے جسکے لئے و نیز تجہیز و تکفین کے واسطے
روپیے جہاں رکھے تھے بتائے اور نہایت اطمینان کے ساتھ جیسا کہ
کوئی کہیں سفر کو بالقصد جاتا ہے اور جاتے وقت ضروری وصیت
کرتا ہے بات چیت کرکے اور اپنے بچوں کو خدا کے سپرد کرکے
اللہ اللہ کہتی ہوئی اس دار فانی سے رخصت ہوئیں۔

زبیدہ خاتون کی شادی سید حافظ حسین صاحب
نائب تحصیلدار کے ساتھ آپس میں ہوئی جن سے **آصف حسین**
واصف حسین۔ ہاتف حسین تین لڑکے اور حافظہ خاتون

ایک لڑکی ہے۔ آصف حسین نے امسال سنہ ۱۹۲۴ء میں اسکول لیونگ کا امتحان پاس کیا ہے ہونہار اور سعادتمند لڑکا ہے۔

سید شفاعت حسین صاحب ملازم آر۔ یم۔ ایس ہیں۔ انکی شادی قاضی امین الدین صاحب مینڈاردی کی صاحبزادی زبیدہ بی بی کے ساتھ آخر سنہ ۱۹۲۳ء میں ہوئی ہے۔

—>>*<<—

سید قاسم علی صاحب نے علاوہ اُردو فارسی کے انگریزی بھی پڑھی تھی اور نقشہ نویسی کا کام سیکھکر دفتر انجینیری میں ملازم تھے۔ معقول تنخواہ پاتے تھے مگر اپنے لڑکوں کی تعلیم و تربیت نہیں کی۔ **سید حرمت علی صاحب** آپ کے صاحبزادہ کسی دفتر انگریزی میں چپراسی ہیں ہملوگوں سے شادی غمی کے موقعہ پر بھی نہیں ملتے۔ بوجہ میل جول نہونے کے اونکے صحیح حالات سے اطلاع نہیں ہے۔ سنا ہے کہ صاحب اولاد ہیں۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ اپنی شادی کہاں کی ہے۔

وزیر بیگم نذیر بیگم۔ کنیز بیگم اور **خاتون بی بی** آپکی

چار صاحبزادیاں بھی ہیں۔ وزیر بیگم مالک مطبع قیصر ہند کی شادی منشی فصیح ا
صاحب ہفت قلم مینجر قیصر ہند پریس الہ آباد سے ہوئی ہے۔
منشی فصیح اللہ صاحب بہت نیک محنتی اور مستقل مزاج ہیں۔ اپنی
محنت اور قابلیت سے عزت کی روزی پیدا کرکے آبرو کے ساتھ
اپنے متعلقین کی پرورش کر رہے ہیں صالحہ بی بی ایک لڑکی ہے
نذیر بیگم۔ شیخ محمد ہادی صاحب مختار باشندہ
زمیندار موضع روہی کو بیاہی تھیں۔ مختار صاحب کا انتقال ہوگیا
دیہات میں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ کنیز بیگم کی شادی
منشی شیخ انور علی صاحب شاعر محلہ دوندی پور کو اور
خاتون بی بی۔ غلام محمد محبوب سبحانی صاحب زمیند
کو بیاہی گئی ہیں۔

سید قائم علی صاحب و سید عابد علی صاحب پسرا
سید اصغر علی صاحب کا انتقال بعالم جوانی ہوا۔ شادیاں
دونوں کی نہیں ہوئی تھیں۔

حال مختصر سید قدرت علی صاحب نور اللہ مرقدہ

معہ اولاد

سید قدرت علی صاحب کی بابتہ جہاں تک معلوم ہوا
کہیں ملازمت نہیں کی یا بلحاظ ضروریات خانہ داری و انتظام
زمینداری ملازمت گورنمنٹ چند روز کرکے ترک کردی ہو۔ آپ صوم و
صلوٰۃ کے بڑے پابند و متقی و پرہیزگار تھے۔ علاوہ اپنے گھر کے
کاروبار کے عزیز و اقارب دوست و آشنا اور دیگر حاجتمندوں
کی امداد میں بھی اپنا عزیز وقت صرف کرتے تھے آپ کے دو صاحبزادے
سید حشمت علی صاحب سید عظمت علی صاحب
امامن بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ دونوں صغیر سن تھے کہ
یکایک بہ قضاء الٰہی بعالم جوانی آپ کا انتقال ہوگیا۔
شیخ محمد علی صاحب نے امامن بی بی اپنے لڑکی کی
نہایت دلدہی فرمائی اور اپنے گھر کا مالک و مختار بنا رکھا۔
امامن بی بی نے اپنی بقیہ عمر نہایت اتقاء و پرہیزگاری سے بسر کی

نماز و روزہ کی پابندی اور اپنے بچوں کی پرورش و انتظام خانہ داری میں مصروف رہکر بسر کی۔

سید عظمت علی صاحب چھوٹے لڑکے کا انتقال بعمر اٹھارہ سال بقضاء الٰہی ہوگیا۔

سید حشمت علی صاحب اُردو فارسی انگریزی اچھی طرح سے جانتے تھے۔ نہایت نیک مزاج بامروت مستقل مزاج و پابند وضع تھے۔ محکمہ بورڈ آف ریونیو میں ملازم تھے۔ بڑے محتاط تھے آپ کی شادی **حکیم سید احمد حسین صاحب** خلف الرشید حکیم سید فدا حسین صاحب ساکن محلہ سبزی منڈی لکھنؤ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جنسے **سید رونق علی صاحب** اور **صالحہ بی بی و آمنہ بی بی** پیدا ہوئیں۔

سید حشمت علی صاحب کا وصال سنہ ۱۹۱۰ء میں بمرض فالج ہوا۔ آپ کے انتقال کے بعد محض آپ کی نیکی دیانت و حسن کارگذاری کے اثر سے دوسرے ہی روز آپ کے صاحبزادے **سید رونق علی صاحب** ہائی کورٹ میں ملازم ہوگئے۔

سیّد رونق علی صاحب ہائی کورٹ میں ہنوز ملازم ہیں۔ سنہ ۱۹۱۸ء
میں ریاست اودیپور میں مہتمم بند و بست مقرر ہو گئے تھے مگر بوجہ ناموافقت
آب و ہوا کچھ عرصہ بعد علیل ہو کر چلے آئے۔ اور مستعفی ہو کر اپنی جگہ پر
ہائی کورٹ میں کار متعلقہ انجام دے رہے ہیں۔ آجکل بھی کسی معزز جگہ
پر کسی ریاست میں جانیکی مراسلت ہو رہی ہے۔ نہایت ذہین و سمجھدار
آدمی ہیں۔ ہر کام کے انجام دہی کا سلیقہ خداداد ہے۔ ہر اعلیٰ و ادنیٰ سے
آپ کے میل جول کا وسیع دائرہ ہے۔ دامے درمے قدمے سخنے لوگوں کے
شریک حال ہونیکی بھی اعلیٰ صفت ہے۔ مستقل مزاج پابند وضع
خوش اخلاق منتظم اور متواضع ہونیکی وجہ سے ہر دل عزیز اور باثر بھی ہیں
آپ کی شادی مولوی سید اکبر حسن صاحب انسپکٹر رجسٹریشن
یوپی کی بڑی صاحبزادی زہرہ خاتون کے ساتھ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء
میں ہوئی ہے۔ سید ظفر علی ایک لڑکا ہے جو اس وقت چھٹے درجہ
میں انگریزی پڑھتا ہے اور دو لڑکیاں سیدہ خاتون و
سعیدہ خاتون ہیں۔
صالحہ بی بی کی شادی شیخ نظیر احمد صاحب پسر غلام امام صاحب

کے ساتھ ۲۴ رجب ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو ہوئی تھی جو ملازم ہائی کورٹ تھے۔ جن سے تین لڑکیاں صابرہ بی بی و شاکرہ بی بی و عائشہ بی بی پیدا ہوئیں۔ یہ لڑکیاں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ کہ شیخ نظیر احمد صاحب کا انتقال ۱۷ جولائی ۱۹۰۹ء کو بمرض دق عالم جوانی میں ہو گیا۔

صالحہ بی بی بحالت بیوگی اپنے بھائی سید رونق علی کے ساتھ اپنی لڑکیوں کی پرورش میں پرہیزگاری و اتقاء کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ صحت بہت خراب ہے۔

آمنہ بی بی کی شادی ۶ مارچ ۱۹۱۰ء کو سید محمد یحییٰ صاحب عرف اچھن میاں خلف الصدق سید ظہور عالم صاحب سب انسپکٹر پنشنر باشندہ فتحپور ہسوہ کے ساتھ ہوئی ہے۔ اچھن میاں صاحب نے ایف۔ اے تک انگریزی تعلیم پائی ہے دفتر سی۔ ای۔ ڈی الٰہ آباد میں ملازم ہیں جوان صالح ہیں نہایت عبادت گذار بڑے پابند صوم و صلوٰۃ اور بہت خوش اعتقاد ہیں۔ علم دینیات کے تحصیل کا بھی شوق ہے۔ جو وقت ملتا ہے عربی پڑھتے ہیں۔ کنیز فاطمہ ایک

لڑکی آفتاب عالم ۔مسعود عالم دو لڑکے ہیں۔

حال مختصر دختران سید میر نجابت حسین صاحب قدس سرہٗ

نصیبن بی بی ۔شیخ برکت علی صاحب فاروقی کو بیاہی تھیں جنکا حال شیخ صاحب کے سلسلہ حالات میں آئندہ آئیگا۔ اسی طرح زینب بی بی زوجہ شاہ کریم الدین صاحب قدس سرہٗ کا حال حضرت شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ حالات میں آگے لکھا جائیگا۔ یہاں مہرن بی بی زوجہ شیخ احمد علی صاحب انصاری زمیندار ورئیس باشندہ محلہ دوندی پور کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

مہرن بی بی میرے دادا سید اصغر علی صاحب کی حقیقی بہن انصاری صاحب موصوف کو بیاہی گئیں جو نماز و روزہ کے پابند اور متقی و پرہیزگار تھے۔ شیخ امداد علی صاحب شیخ فیاض علی صاحب دو لڑکے اور امام باندی بی بی ایک لڑکی آپ نے چھوڑی۔

شیخ امداد علی صاحب کی شادی سید رمضان علی صاحب رضوی ساکن گڑھی الہ آباد کی صاحبزادی نواب بی بی سے ہوئی جنکے بطن سے شیخ انور علی صاحب شیخ اکبر علی صاحب دو لڑکے اور حسین باندی بی بی۔ رسول باندی بی بی دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ شیخ انور علی صاحب المتخلص بہ انور شاگرد رشید حضرت شاہ محمد امین الدین صاحب المتخلص بہ قیصر افضلی الہ آبادی سجادہ نشین حضرت شاہ محمد علیم قدس سرہٗ تھے اپنے زمانہ کے اچھے شاعروں میں گذرے ہیں کلام دلکش زبان شستہ تھی۔ خوشنویسی میں دستگاہ کامل رکھتے تھے نقشہ نویسی کا کام بھی جانتے تھے گورنمنٹ پریس میں نوکر تھے۔ آپ کی شادی دختر سید قاسم علی صاحب کے ساتھ ہوئی تھی۔ ایک نکاح غیر کف میں بھی کر لیا تھا جس سے ایک لڑکا شیخ اختر علی ہے بجرنگ پریس میں کاتب ہے مینڈارہ میں کہیں شادی بھی ہو گئی ہے۔ شیخ اکبر علی صاحب اوسکو اپنے حقیقی بھتیجہ کی طرح رکھتے اور مانتے ہیں۔ آپ کا انتقال

۳۰ر اکتوبر ۱۹۱۶ء مطابق ۳۰ر شعبان یوم جمعہ کو بمرض دق بعالم جوانی ہوا

شیخ اکبر علی صاحب اپنے بڑے بھائی انور علی صاحب کے شاگرد ہیں اچھے خوشنویس ہیں یہ کتاب آپ ہی کے قلم جوہر رقم سے اور آپ ہی کے اہتمام سے مطبع رضوی پریس میں طبع ہوئی ہے یہ پریس سید مرتضیٰ حسین آپ کے بھانجہ کے نام سے ہے آپ اپنی محنت سے عزت کی روزی پیدا کرکے آبرو کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ آپ کی پہلی شادی ریاست ریواں محلہ گھوگھر میں نواب **بشارت خانصاحب** کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جنکا انتقال ۷ار ستمبر ۱۹۱۰ء کو ہو گیا۔ دوسری شادی موضع بنواڑی تحصیل کراری ضلع الہ آباد میں **شیخ امداد علی صاحب** زمیندار کی صاحبزادی سے ہوئی جنسے ایک لڑکا **محمد علی** پیدا ہوا جو سوا برس کا ہو کر ۱۶ر اکتوبر ۱۹۲۲ء کو اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

رسول باندی بی بی سید علی حسین صاحب ساکن دارا گنج الہ آباد کو بیاہی تھیں۔ ۱۳ر فروری ۱۸۱۴ء یوم جمعہ کو کم عمری میں بقضاء الٰہی اس دار فانی سے رحلت کر گئیں **سید مرتضیٰ حسین**

صاحب پسر مرحومہ و مغفورہ یادگار مرحومہ موصوفہ ہیں جو سید رضا علی صاحب وکیل ہائی کورٹ کے محرر ہیں۔

حسین باندی بی بی شاہ محمد یوسف صاحب کو بیاہی گئی تھیں جنکا حال بسلسلہ حالات حضرت شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ آگے ملے گا۔

شیخ فیاض علی صاحب انگریزی داں اور محکمہ انجینیری میں نقشہ نویس تھے آپ کی شادی **مریم بی بی** میری خالہ زاد بہن کے ساتھ ہوئی جن سے ایک لڑکا **رحمت علی عرف کلن** تھا جو تقریباً چودہ ۱۴ برس ہوئے بیس ۲۰ پچیس ۲۵ سال کے عمر میں گھر سے لاپتہ ہوگیا ہے آجتک تلاش ہورہی ہے اور ایک لڑکی **کلثوم بی بی** تھیں جو **قاضی امین الدین صاحب** مینڈاروی کو بیاہی تھیں۔ اسی سال میں بمرض دق انتقال ہوگیا **زبیدہ خاتون** **زہرہ خاتون** **صغرا خاتون** ۔ **زاہدہ خاتون** چار لڑکیاں اور **معین الدین** و **مسیح الدین** دو لڑکے چھوڑے ہیں۔

زبیدہ خاتون بڑی لڑکی سید شفاعت حسین کے ساتھ بیاہ گئی ہے اور سب اولاد ابھی کم عمر ہیں۔ شیخ فیاض علی صاحب نے ۵ اکتوبر ۱۹۱۲ء مطابق ۷ رمضان المبارک اور مریم بی بی نے ۳۰ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو اس دار فانی سے عالم جاویدانی کو کوچ کیا۔

حال مختصر شیخ محمد علی صاحب سوداگر نور اللہ مرقدہ

شیخ محمد علی صاحب کے دادا شیخ نصیر الدین صاحب قدیم باشندہ قصبہ دیوبند ضلع مظفر نگر تھے شیخ نصیر الدین صاحب کے تین صاحبزادے تھے شیخ غلام مصطفےٰ۔ شیخ غلام رسول۔ شیخ نور علی۔ ان تینوں نے بعمر جوانی بتلاش روزگار ارادہ سفر کر کے دو قطعہ مکان پختہ محلہ سلیمان اور ایک سرائے پختہ جس میں قوم چڑی مار آباد تھے اور پچاس بیگہ آراضی بلا لگانی قصبہ مذکور میں اپنی ملکیت غلام حسین صاحب اپنے چچا زاد بھائی کے سپرد کر کے سفر اختیار کیا۔ اور آب و دانہ نے تینوں بھائیوں کو الہ آباد پہونچایا۔ سرائے پختہ واقعہ خلد آباد میں کلو بھٹیاری کے یہاں فروکش ہوئے۔ بعد اخراجات

سفر یہاں پہونچکر آپ کے پاس صرف پچاس ؎۵۰ روپیہ موجود تھے جو امانتاً
بھٹیاری مذکور کے سپرد کئے اور تلاش معاش میں مصروف ہوئے۔
شیخ غلام مصطفےٰ اور شیخ غلام رسول دو بھائی بزمرۂ سواران
اتفاق وقت سے آتے ہی ملازم ہوگئے اور بمقام سورام کہ اوس زمانہ
میں وہاں فوج رہا کرتی تھی چلے گئے شیخ نور علی صاحب الہ آباد ہی
میں مقیم رہے۔ کچھ مدت بعد یہ اپنے بھائیوں سے سورام جاکر ملے اور
اصرار کیا کہ نوکری چھوڑکر تجارت کرو۔ کیونکہ میں نے الہ آباد میں اتنے
روز رہکر اور چل پھر کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ صرف تجارت میں نفع
ہے اور نوکری میں محض اوقات ضائع کرنا ہے۔ اپنی
اس رائے پر اسقدر اصرار بلیغ کیا کہ مجبوراً دونوں بھائیوں نے نوکری
چھوڑ دی اور ڈیرہ سو روپیہ جو اُن کے پاس تنخواہ سے اور جمع ہوگئے
تھے لیکر چھوٹے بھائی شیخ نور علی صاحب کے ساتھ الہ آباد واپس
آئے پچاس روپیہ جو بھٹیاری کے پاس امانت تھے لیکر دو سو روپیہ
سے کام تجارت شروع کیا۔ اول پچاس روپیہ کے دیسی کپڑے مثل
سوسی و چارخانہ مئو سے لائے جو سوائے دونے داموں پر فروخت ہوگئے

دوبارہ سو روپیہ کے کپڑے لائے وہ بھی ہفتہ عشرہ میں نفع سے فروخت
ہو گئے اس طرح پر چند ماہ میں نفع و تجربہ حاصل کر کے ایک دوکان پختہ
چوک میں کرایہ پر لیکر لالہ کنہئی لال کو بطور گماشتہ ملازم رکھا۔
شیخ نور علی صاحب دوکان پر بیٹھے اور شیخ غلام مصطفےٰ و
شیخ غلام رسول صاحب ٹانڈا۔ مئو وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات
کا سفر کر کے مال لانے پر رہے۔ شیخ نور علی صاحب نے اپنی
راستگوئی معاملہ کی صفائی اور اخلاق سے خریداران کو ایسا گرویدہ کر لیا
کہ دیہات و شہر کے زیادہ تر لوگ آپ کے یہاں سے مال خریدنے
لگے۔ جس کی وجہ سے چند ہی روز میں کاروبار تجارت اتنا بڑھ گیا
کہ وطن جانا ممکن نہ خیال کر کے اول شیخ مصطفےٰ صاحب نے
اپنی شادی میر لطف علی صاحب ساکن محلہ دوندی پور کی صاحبزادی
سے کی۔ ایک قطعہ مکان ترکہ سسرال میں پایا جس میں سکونت
اختیار کی بعدہٗ شیخ غلام رسول صاحب کی شادی کسی پٹھان
نام نامعلوم کے یہاں ہوئی اور شیخ نور علی صاحب کی شادی
میر میاں صاحب کی صاحبزادی امانت بی بی سے ہوئی۔

شیخ غلام رسول صاحب و شیخ غلام مصطفیٰ صاحب لاولد رہے۔ شیخ نور علی صاحب سے شیخ محمد علی صاحب ایک اولاد ذکور اور امیرن بی بی ایک اولاد اناث پیدا ہوئیں۔

شیخ محمد علی صاحب ایسے خوش قسمت تھے کہ ان کے پیدا ہوتے ہی کاروبار تجارت میں بڑا فروغ ہوا۔ کپڑے کی تجارت کے علاوہ اور بھی مختلف قسم کی تجارت ہونے لگی۔ بجائے ایک دوکان کے تین دوکانیں ہوگئیں جسپر تینوں بھائی نگراں تھے اور ملازمان کام انجام دیتے تھے۔ اور مال ہر قسم کا ہر جگہ سے بذریعہ آرڈر آنے جانے لگا۔ اور تینوں دوکان کی آمدنی اسقدر ہونے لگی کہ شمار کرنیکے بجائے وزن ہوکر روپئے تہ خانوں میں رکھے جانے لگے۔ شیخ غلام مصطفیٰ صاحب و شیخ غلام رسول صاحب نے لاولد انتقال فرمایا۔ شیخ محمد علی صاحب کل دولت کے مالک ہوئے۔ کئی مکانات پختہ اور محل عالیشان شہر الہ آباد میں تعمیر کرائے۔ مواضعات زمینداری بھی خریدے۔ لونڈی غلام نوکر چاکر خدمت کے لئے ہوگئے۔ بڑے رئیس اور امیر وکبیر ہوکر معہ

متعلقین عیش و آرام سے بسر کی داد و دہش بھی خوب کی ۔صوم و صلاۃ کے
بھی بڑے پابند رہے آپ کی بہن امیرن بی بی کی شادی
سید میر نجابان صاحب سے ہوئی جنکا مفصل ذکر قبل ازیں آچکا
ہے اور آپ کی شادی شیخ مسیتا صاحب ساکن پاندریہ کی
صاحبزادی علیمن بی بی کے ساتھ ہوئی جنسے شیخ برکت علی
شیخ کرامت علی ۔شیخ نعمت علی ۔شیخ سلامت علی
چار اولاد ذکور اور بانو بی بی اور امامن بی بی دو اولاد اناث
ہوئیں ۔ بانو بی بی و امامن بی بی کا حال اس سے قبل بیان ہو چکا ہے ۔
شیخ غلام امام صاحب ۔نصیبن بی بی کے بطن سے
پیدا ہوئے ۔ شیخ برکت علی صاحب کا انتقال جوانی میں ہو گیا
شیخ غلام امام صاحب جب بالغ ہوئے تو آپ کی شادی مولوی
سید تفضل حسین صاحب صوفی الہ آبادی کی بیٹی علی باندی
بی بی میری حقیقی خالہ سے ہوئی ۔ چونکہ شیخ صاحب قدیم باشندہ دیوبند
تھے اس لئے پیام نسبت پر سید صاحب موصوف کو منظوری نسبت
میں بڑا تامل اور تردد تھا اس لئے دیوبند سے شیخ صاحب موصوف کے

حالات خاندانی کی تصدیق کی گئی اور حضرت مولانا شاہ محمد قاسم
صاحب الٰہ آباد تشریف لائے تھے حضرت موصوف سے بھی اجداد شیخ صاحب
کے شریف خاندان ہونے کی تصدیق ہوئی تب نسبت طے ہوئی جنسے
شیخ ممتاز احمد و شیخ نظیر احمد دو لڑکے اور سروری بی بی
و صغرالی بی بی دو لڑکیاں ہوئیں۔ علی باندی بی بی کا انتقال
سہر رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۰ر اپریل سنہ ۱۸۹۴ء کو ہوا۔ شیخ
غلام امام صاحب اس سے قبل اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے
شیخ ممتاز احمد صاحب مترجم ہائی کورٹ کی شادی شیخ
عبدالصمد صاحب سب رجسٹرار برادر حقیقی حافظ عبدالرزاق صاحب
خلیفہ حضرت مولانا محمدی شاہ صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی
حامدی بی بی کے ساتھ آخر سنہ ۱۸۹۰ء میں ہوئی جنسے ۱۰ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۲ء
کو شیخ نثار احمد پیدا ہوئے پھر شیخ مشتاق احمد۔ شیخ
اشتیاق احمد۔ شیخ علی احمد چار اولاد ذکور اور محمودی بی بی
مقصودی بی بی۔ حسن بی بی۔ حیدری بی بی۔ اور
بٹن بی بی پانچ اولاد اناث ہیں۔

شیخ مختار احمد صاحب بی - اے - ایل - ٹی - سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول الہ آباد ہیں جن کی شادی خواجہ اسد اللہ صاحب رئیس اعظم گڈھ کی حقیقی بہن سے ہوئی جنسے ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے - بیوی بعارضہ دق سخت بیمار ہیں -

مشتاق احمد صاحب امتحان اسکول لیونگ سال گذشتہ میں پاس کرکے الیف - اے کے دوسرے سال میں تعلیم پا رہے ہیں - اشتیاق احمد و علی احمد بھی زیر تعلیم ہیں -

محمدی بی بی کی شادی ڈاکٹر محمد نقی صاحب کے ساتھ اون کے آپس میں ہوئی ہے کوئی اولاد نہیں ہوئی مقصودی بی بی کی شادی ۹ رنومبر ۱۹۱۵ء کو سید محمد عباس صاحب کے ساتھ ہوئی جنکا حال حضرت مولانا سید تفضل حسین صاحب کے حالات کے سلسلہ میں آگے آئے گا - حسن بی بی - شیخ فخر الزماں صاحب کو جو ضلع غازیپور میں قانونگو تھے بیاہی گئیں تھیں دو لڑکیاں خوردسال ہیں بعالم جوانی فخر الزماں صاحب کا انتقال بمرض دق ۴ رجنوری ۱۹۲۴ء کو ہوگیا -

حیدری بی بی سید فتحیاب حسن صاحب پسر وزیر حسن صاحب تعلقہ دار سرائے ممریز تحصیل پھولپور ضلع الہ آباد کو بیاہی ہیں جو دفتر سکرٹریٹ یوپی میں ملازم ہیں۔

شیخ ممتاز احمد صاحب نہایت نیک مزاج اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں امسال پنشن لے لی ہے اب ایک لڑکی اور تین لڑکے بیلہنے کو باقی ہیں۔

شیخ نظیر احمد صاحب ملازم ہائی کورٹ تھے جن کی شادی صالحہ بی بی ہمشیرہ سید رونق علی صاحب کے ساتھ ہوئی ہے اور اس سے قبل آپ کے انتقال وتفصیل اولاد کا ذکر آچکا ہے آپ کی مجھلی صاحبزادی شاکرہ بی بی کی شادی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۲۴ء یوم شنبہ کو منشی سید مظفر علی صاحب ہیڈ کلرک دفتر سی۔آئی۔ڈی الہ آباد باشندہ آگرہ کے ساتھ ہوگئی ہے جس میں سید رونق علی صاحب نے مثل اپنی لڑکی کے شادی کے فراخدلی کے ساتھ اپنی حیثیت کے موافق خرچ کیا اور ہمہ تن مصروف اہتمام رہے

شیخ کرامت علی صاحب پسر شیخ صاحب نے بعالم جوانی بعارضہ ہیضہ انتقال فرمایا۔ شادی نہیں ہوئی تھی۔

شیخ نعمت علی صاحب کی شادی اپنے حقیقی ماموں شیخ محمد غنی صاحب پسر شیخ مستا صاحب کی صاحبزادی نواب بی بی سے ہوئی تھی جنسے وجیہ النسا بی بی پیدا ہوئیں اونکی شادی حکیم خورشید حسین صاحب پسر حکیم فدا حسین صاحب ساکن سبزی منڈی شہر لکھنؤ سے ہوئی جنسے دو لڑکیاں کاظمی بی بی و ناظمی بی بی پیدا ہوئیں۔ کاظمی بی بی کی شادی میرے حقیقی ماموں مولوی سید اکبر حسن صاحب کے ساتھ ہوئی جنکا ذکر آگے آئیگا۔ ناظمی بی بی شیر خوار تھیں کہ اونکی ماں وجیہ النسا بی بی کا انتقال ہوگیا۔ شیخ سلامت علی صاحب لاولد تھے ناظمی بی بی کو اولاد کی طرح پالا و پرورش کی جب بالغ ہوئیں تو اونکی شادی ۱۴ر اپریل سنہ ۱۹۰۲ء کو مولوی سید رسول احمد صاحب منصرم ججی الہ آباد کے ساتھ کردی جنسے عزیز فاطمہ و نذیر فاطمہ

دو لڑکیاں و سید الطاف رسول ایک لڑکا ہے - ۱۲ر ستمبر ۱۹۱۵ء کو
ناظمی بی بی کا انتقال ہوگیا - عزیزہ فاطمہ کی شادی میرے بھتیجہ مولوی
سید بشیر حسین صاحب انکم ٹکس افسر کے ساتھ ہوئی جنکا ذکر
قبل ازیں ہو چکا ہے - نذیر فاطمہ کی شادی خواجہ غلام دستگیر
صاحب ساکن بھکا سراے کے ساتھ ہوئی ہے - سید الطاف رسول
صاحب زیر تعلیم ہیں -

شیخ سلامت علی صاحب شیخ صاحب کے سب سے چھوٹے
بیٹے تھے جن کی شادی مرتضیٰ خانصاحب رسالدار کی صاحبزادی
سے ہوئی - بی بی بھی صاحب جائداد تھیں اور کوئی اولاد نہ تھی -
ناظمی بی بی کی شادی کے بعد اپنے بی بی کے انتقال ہو جانے پر
آپ کی بقیہ عمر مولوی سید رسول احمد صاحب کے ساتھ رہکر بسر
ہوئی - اپنا آبائی و سسرالی کل ترکہ اس خیال سے کہ حقداران شرعی
کو نہ پہونچے اپنی حیات میں ناظمی بی بی کے نام لکھدیا تھا مگر بعد
کو اپنے اس عمل پر متحیر و متاسف رہے -

شیخ محمد علی صاحب کی بصارت آخر عمر میں جاتی رہی تھی
اور مرض اختلاج قلب بھی ہو گیا تھا آپ نے بنظر رفع نزاع آئندہ
اپنی کل جایداد کے تیرہ آنے شیخ برکت علی صاحب متوفی
کے صاحبزادہ شیخ غلام امام صاحب محجوب الارث کو اور
شیخ نعمت علی صاحب شیخ سلامت علی صاحب
اور امامن بی بی اپنی اولاد کے نام لکھدیا اور بقیہ جایداد تین آنے
جو اپنے نام رکھے اوس کی بابت زبانی یہ ظاہر فرمایا کہ چونکہ جائداد
مکسوبہ میں میری بہن مرحومہ کا بھی کچھ حق ہے جو سید اصغر علی
صاحب کو پہونچتا ہے اور میری بیٹی بالو بی بی مرحومہ کی اولاد
محجوب الارث ہیں اس لیے بقیہ جائداد اون کو دونگا بشرطیکہ وہ
لوگ میرے پاس آمدورفت زیادہ رکھیں اور مجھسے مانگیں۔ مگر
یہ لوگ ایسے غیور طبیعت تھے کہ سوال کرنا عیب سمجھا یہانتک
کہ بعد وصال شیخ صاحب مغفور بقیہ جائداد شیخ سلامت علی اور
امامن بی بی میں بحصہ رسدی باہم تقسیم ہو گئی۔

مختصر حال خاندان حضرت مولانا سید تفضل حسین صاحب

رضوی صوفی ابوالعلائی رح

حضرت مولانا سید تفضل حسین صاحب رح رضوی مؤلف کتاب
ہذا کے حقیقی نانا تھے آپکا شجرہ نسبی دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ کے اجداد
میں سید علی عرب معہ اپنے فرزند سید زید اور اپنے بھائی سید اسمٰعیل
مقام نیشاپور ملک خراساں بخت سلطان ایران سے سنہ ۶۳۲ھ میں
ہندوستان تشریف لائے تھے اور تاریخ داؤدیہ میں بعہد سلطنت سلطان
شہاب الدین محمد غوری نیشاپور سے ہندوستان تشریف لانا لکھا ہے۔
اور یہ کہ آپ کے اولاد کی قرابت ساوات بگرام سے رہی ہے۔کتاب صحیفہ
زریں کے صفحہ ۱۴۷ میں لکھا ہے کہ ۸۵۰ھ میں آپ کے مورث اعلیٰ
وارد ہندوستان ہوئے آپ کے دادا خان بہادر سید محمد زمان صاحب
رضوی صوبہ دار فوج بنگال تھے۔اور گورنمنٹ کی طرف سے نہایت
بہادری کے ساتھ مختلف لڑائیاں لڑکر کامیابی حاصل کی ۱۷۵۷ء
میں جنگ پلاسی میں زیر کمان لارڈ کلائیو صاحب بہادر آپ نے بڑی

جرأت وبہادری کے جوہر دکھا کر فتح حاصل کی۔

برٹش گورنمنٹ نے بصلہ خدمات صوبہ دار صاحب موصوف کو نشیب نگال میں مواضعات زمینداری بطور معافی عطاء فرمائی صوبہ دار صاحب نے بعد حصول معافی بجائے بھدوہی ضلع مرزاپور موضع تاچپور جاگیر میں قیام اختیار فرمایا۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔

خان بہادر سید [۱] محمد زماں بن سید [۲] باب اللہ۔ بن سید [۳] ہاشم اکبر عرف میاں فیض اللہ بن سید [۴] علی اکبر عرف سخی میاں بن سید [۵] ابن حسن بن سید [۶] عابد علی بن سید [۷] محمد نقی بن سید [۸] متقی حسن بن سید [۹] ارتضی حسین بن سید [۱۰] محسن بن سید [۱۱] مرتضیٰ حسین بن سید [۱۲] مصطفیٰ حسن بن سید [۱۳] منور علی بن سید [۱۴] خادم علی بن سید [۱۵] ریاض حسین بن سید [۱۶] باقر حسین بن سید [۱۷] ضامن علی بن سید [۱۸] اعظم علی بن سید [۱۹] مختار احمد بن سید [۲۰] محمد علی زخمی بن سید [۲۱] امتیاز علی بن سید [۲۲] سبط رسول بن سید [۲۳] مہدی حسین بن سید [۲۴] مجتبیٰ حسین بن سید [۲۵] حسین رضا بن سید [۲۶] سلطان حسین بن سید [۲۷] برکت علی بن سید [۲۸] حیدر حسین بن سید [۲۹] صابر رضا بن سید [۳۰] کلب عابد بن سید [۳۱] علی تقی بن سید [۳۲] موسیٰ رضا بن سید [۳۳] خورشید حسن بن سید [۳۴] غضنفر حسین بن سید [۳۵] مشرف حسین بن سید [۳۶] مسلم حسین بن سید [۳۷] اسمٰعیل بن

سید مظہر علی بن سید علی جواد بن سید محب علی بن سید کاظم حسین بن سید فرحت علی
بن سید حیون علی بن سید زید بن سید علی عرب بن سید محمود بن سید حمزہ ۔
بن سید شرف الدین بن سید احمد بن سید علی اصغر بن سید علی احقر ۔ بن
جعفر ثانی بن حضرت امام رضا علیہ السلام بن حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام
بن حضرت امام محمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ
بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بن حضرت امام حسین علیہ السلام
بن حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ۔

صوبہ دار صاحب موصوف کے نو لڑکوں کے منجملہ صرف چھ لڑکوں کے نام پڑھے جاتے ہیں تین نام بوجہ کرم خوردہ ہو جانے شجرہ کے معلوم نہ ہو سکے ۔

سید فضل محمد ۔ سید فضل اللہ ۔ سید فضل امام ۔ سید فضل الدین احمد سید فضل حسن پانچ اولاد ذکور اور معصوما بی بی ایک اولاد اناث ۔

آپکا اور آپ کے اجداد کا مذہب سنت والجماعت تھا ۔ اپنی سب اولاد کو آپ نے عربی کی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور فرمایا سب عالم و فاضل تھے قبل اسکے کہ انکے حالات زندگی بھی عرض کئے جائیں ۔

صوبہ دار صاحب کی اولاد سے سلسلۂ اولاد موجودہ تک کا حال مختصراً بصورت شجرہ پیش کرتا ہوں۔

مختصر حال اولاد صوبہ دار صاحب مرحومین مغفورین

سید فضل محمد صاحب رئیس داؤد نگر حضرت مولانا سید تفضل حسین صاحب کے والد ماجد اپنے سب بھائیوں میں بڑے تھے اور جیّد عالم تھے بزمانہ نواب آصف الدولہ بہادر حسب الطلب آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور حکومت کے اثر یا صحبت سے متاثر ہوکر اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر شیعہ ہو گئے۔ اور سرکار اودھ کے طرف سے مجتہد العصر کے لقب سے ملقب ہوئے اور جاگیر پائی۔ آپ نے سید فضل امام صاحب و سید فضل حسن صاحب اپنے دو چھوٹے بھائیوں کو بھی شیعہ کر لیا تھا جن کی اولاد نے سوائے بعض کے سید فضل الدین احمد صاحب کی سعی سے اپنا آبائی مذہب پھر اختیار کر لیا۔

سید فضل محمد صاحب نے کچھ مدت بعد کانپور میں بعہدہ نظارت ملازمت گورنمنٹ کر لی تھی۔ محلہ گوال ٹولی کانپور میں ایک

پختہ امام باڑہ تعمیر کرایا اور اوس کے مصارف کے لئے موازی بیس بیگہ پختہ اراضی جاگیر وقف کی جو ہنوز بطور یادگار موجود ہے۔
سید وارث علی - سید واصل علی - سید تفضل حسین تین اولاد ذکور اور فاطمہ بی بی - زینب بی بی - سکینہ بی بی - کلثوم بی بی - محمودن بی بی - پانچ اولاد اناث آپ نے چھوڑکر ۱۲۷۲ھ میں انتقال فرمایا۔
سید مظفر علی صاحب بلگرامی المتخلص بہ مجنوں آپ کے خویش نے آپ کی تاریخ وصال میں قطعہ تحریر فرمایا ہے جسکا مصرعہ تاریخ یہ ہے

زہے برحال او فضل محمد
۱۲۷۲ھ

سید فضل اللہ صاحب صوبہ دار صاحب کے دوسرے صاحبزادہ تھے آپ نے کہیں ملازمت نہیں کی بلکہ انتظام مواضعات جاگیر میں مصروف رہکر اپنے گھر آرام و آسایش سے امیرانہ زندگی بسر کی داروغہ سید طفیل علی صاحب صوفی ابوالعلائی جو درویش کامل اور بڑے صاحب مرتبہ بزرگ گذرے ہیں آپ کے صاحبزادہ تھے اور آمنہ بی بی سید فراست حسین صاحب کی دادی آپ کی صاحبزادی تھیں۔ باقی اولاد

کے نام درج شجرہ ہیں۔

سید فضل امام صاحب تیسرے صاحبزادہ اپنے بڑے بھائی سید فضل محمد صاحب کے اثر سے شیعہ ہو گئے تھے۔ آپ جنرل ہوپر صاحب بہادر کے مصاحب خاص تھے۔ محلہ اردلی بازار میں متصل احاطہ جنرل صاحب بہادر بنارس میں ابتداً عرصہ تک قیام پذیر رہے حسب شفارش صاحب بہادر ممدوح آپ مہاراجہ صاحب بنارس کے مختار عام ریاست ہو گئے تھے اور تحصیل چندولی ضلع بنارس میں بلازمت برٹش گورنمنٹ عرصہ تک تحصیلدار رہے۔ آپ بڑے دولتمند تھے۔ محلہ مدن پور شہر بنارس میں آپ نے ایک مکان عالیشان نہایت وسیع پختہ تعمیر کرایا تھا جس کے احاطہ کے ہر چہار جانب چار پھاٹک شاندار اس قدر بلند قائم کئے کہ ہاتھی معہ عماری احاطہ مکان میں داخل ہو سکے اور ہر دروازوں پر شیر سنگ تراشی کے نصب کرائے۔ یہ مکان ہنوز زیر تعمیر تھا کہ منشی فضل امام صاحب کا انتقال بقضاء الٰہی ہو گیا۔ خیال یہ تھا کہ سب بھائی بنارس میں سکونت اختیار کریں اس لئے

سید فضل اللہ صاحب داؤد نگر سے تشریف لائے اور بقیہ کام تعمیر
مکان جاری رکھا کہ صاحب ممدوح کا بھی پیام اجل آپہونچا۔ آپ کے
وصال فرمانے پر اوس مکان کو منحوس خیال کر کے ویسا ہی چھوڑ دیا گیا۔
ایک مدت بعد منشی صاحب موصوف کے صاحبزادے منشی سید سراج الدین صاحب
مرحوم و مغفور الٰہ آباد سے سررشتہ دار کلکٹری ہو کر بنارس تشریف لے گئے
تو اوس مکان کو فروخت کر ڈالا منشی فضل امام صاحب کی شادی بھدوہی
ضلع مرزاپور میں ہوئی تھی جن کے بطن سے سات اولاد ہوئیں جن کی
تفصیل شجرہ میں درج ہے منجملہ چھ اولاد ذکور مذکور الصدر
سید امیر الدین صاحب و سید منیر الدین صاحب صاحب اولاد
ہوئے۔ اور یہ دونوں صاحب اہلسنت والجماعت ہو گئے تھے۔

سید امیر الدین صاحب محافظ دفتر عدالت خفیفہ الٰہ آباد تھے آپ
زمانہ طالب العلمی تک اپنے والد ماجد کے مذہب پر شیعہ رہے بعد کو سنی
ہو گئے جن کی اولاد موجودہ بھی سب سنی ہیں۔ آپ کی شادی آپ کے چچا
سید فضل اللہ صاحب کی صاحبزادی آمنہ بی بی سے ہوئی تھی جن کے

بطن سے سید ضمیر الدین سید حشمت حسین سید ولایت حسین تین اولاد ذکور اور دو اولاد اناث حسب صراحت شجرہ پیدا ہوئیں ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء کو آمنہ بی بی کا انتقال ہو گیا۔

منشی سید ضمیر الدین صاحب کی شادی میری حقیقی خالہ فاطمہ باندی بی بی بنت مولانا سید تفضل حسین صاحب کے ساتھ ہوئی جن سے سید علی حسین۔ سید نواب حسین دو اولاد ذکور اور مریم بی بی ایک اولاد اناث صاحب اولاد ہوئیں۔

سید علی حسین صاحب انسپکٹر آنریری کلچر الہ آباد تھے۔ آپ کی شادی ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸۹۷ء کو ذاکری بی بی بنت سید امداد حسین بن سید فضل حسین صاحب کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء ۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۹ھ روز جمعہ ایک بجے شب کو سید وحید حسین اور ۲۵ فروری سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ کو بروز چہارشنبہ بوقت دو بجے دن سید سعید حسین اور ۱۲ فروری سنہ ۱۹۰۵ء مطابق ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۲ھ کو بروز یکشنبہ بوقت گیارہ بجے شب سید مجید حسین تین لڑکے پیدا ہوئے۔ سید علی حسین صاحب اور اونکے والد ماجد

اور دادا سب اہلسنت والجماعت تھے مگر یہ بچے صغیر سن تھے کہ سید علی حسین صاحب کا انتقال یکم اگست ۱۹۰۶ء مطابق ۹ رجمادی الثانی ۱۳۲۴ھ یوم چہارشنبہ بوقت ایک بجے دن بمرض دق ہوگیا۔ اور ان بچوں کی پرورش اپنی ماں کے زیر اثر ہوئی جو شیعہ ہیں خدا کرے یہ لڑکے اپنے آبائی مذہب اہلسنت والجماعت پر قائم رہیں۔
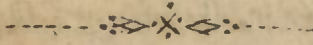
سید نواب حسین صاحب نائب تحصیلدار تھے اپنے حقیقی خالو محمد محسن علی صاحب وکیل کی صاحبزادی انوری بی بی سے ۲۷ر اکتوبر ۱۸۹۶ء کو بیاہے گئے۔ جن کے بطن سے سید حمید حسین۔ ۳۰ر جولائی ۱۸۹۷ء مطابق ۲۹ ر صفر ۱۳۱۰ھ کو پیدا ہوئے۔ سید نواب حسین صاحب بعالم شباب اس دار فانی سے بمرض دق ۴ر اکتوبر ۱۸۹۸ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔ سید حمید حسین کی ماں بھی شیعہ ہیں لیکن وہ اپنے آبائی مذہب پر اہلسنت والجماعت ہیں سعید ونیک ہیں۔

مریم بی بی شیخ فیاض علی صاحب انصاری کو بیاہی گئی تھیں

جنکا ذکر قبل ازیں ہو چکا۔

—(※)—

سید جنت حسین صاحب کی شادی لطیف النساء بی بی بنت سید حسین علی صاحب سرشتہ دار دیوانی سے ہوئی تھی جن سے بگن بی بی ایک دختر اور سید سجاد حسین صاحب ایک فرزند ہیں۔ نظیر فاطمہ عرف بگن بی بی کی شادی سید شاہ ابن حسین عرف سید شاہ محمد الیاس صاحب نقوی ساکن پورہ شاہ خلیل اللہ صاحب موضع چھیری پرگنہ نواب گنج ضلع الہ آباد کے ساتھ ہوئی جن سے ایک لڑکی محمود النساء ہیں جن کی شادی سید عاشق حسین صاحب نقوی پسر سید ساجد حسین بن سید عابد حسین صاحب تحصیلدار بن سید علی حسین تحصیلدار کے ساتھ ہوئی جو حضرت شاہ تقی الدین جونسوی کی اولاد سے ہیں۔

سید سجاد حسین صاحب کی شادی ۲۵ر ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۳ر مئی سنہ ۱۹۱۴ء کو میر نوازش حسین صاحب ساکن دمگڈہ کی صاحبزادی سے ہوئی ہے ۲۵ر فروری سنہ ۱۹۱۶ء کو غلام محی الدین احمد عرف جیلانی جنکا تاریخی نام غلام ربانی ہے اور ۱۸ر محرم الحرام سنہ ۱۳۳۶ھ کو معین الدین احمد عرف ربانی اور ۴ر نومبر سنہ ۱۹۱۷ء یوم یکشنبہ کو بوقت

چھ بجے صبح احمد النساء اور جولائی ۱۹۲۳ء میں خلیل الدین احمد عرف سبحانی پیدا ہوئے منشی سید سجاد حسین صاحب معہ بال بچوں کے ناگپور میں اڈیٹر موعظہ حسنہ و آنریری سکریٹری مدرسہ اسلامیہ ناگپور ہیں۔

منشی سید ولایت حسین صاحب وکیل عدالت منصفی کی شادی میری حقیقی بہن سے ہوئی جن سے سید شفاعت حسین و سید فراست حسین دو لڑکے اور زبیدہ خاتون ایک لڑکی ہے جن کے حالات مفصل قبل ازیں بیان ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا حاجی منشی سید فضل الدین احمد صاحب صوبہ دار صاحب کے چوتھے صاحبزادے تھے آپ عالم زبردست اور درویش کامل تھے۔ مولوی غلام امام صاحب شہید آپ کے شاگرد رشید تھے۔ اپنی بزرگی و علم و فضل کے سبب سے آپ الہ آباد میں عہدہ قاضی القضاۃ پر مامور تھے۔ ایک عرصہ تک آپ وکیل صدر دیوانی بھی رہے۔ اوس زمانہ میں قریب قریب تمام ہندوستانی ریاستوں کی طرف سے آپ وکیل و مختار عام بھی ہو گئے تھے۔ آپ کی تنخواہ کی مجموعی آمدنی سات ہزار روپیہ

ماہوار تھی - آپ کا اعزاز و وقار گورنمنٹ میں اسقدر تھا کہ کلکٹر ضلع ہفتہ میں ایک مرتبہ آپ سے ملنے مکان پر آیا کرتا تھا - معلوم ہوا کہ اوس زمانہ میں یہ اُسکا فرض منصبی بوجہ آپ کے عہدہ قضاء پر مامور ہونے کے تھا باوجود اس عظمت اور شان و عالی مرتبہ ہونے کے آپ ہمیشہ گاڑھا پہنا کرتے تھے - ہر جمعہ کو فاقہ کرنا لازمی تھا - دسترخوان پر سو پچاس آدمیوں کی شرکت کے بغیر کھانا تناول نہ فرماتے تھے -

آپ کا مکان نہایت وسیع کئی قطعہ مکانات پر مشتمل تھا درمیانی مکان ایک خوشنما پر فضاء باغ تھا جس میں ایک مختصر مسجد آپ نے تعمیر کرائی تھی اور ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا - جس میں آپ کے بھانجے بھتیجے و دیگر اعزّہ کے لڑکے تعلیم پاتے تھے - اس مدرسہ کا اور لڑکوں کے کھانے پینے کا کل خرچ آپ کے ذمہ تھا اسی باغ سے ملحق مہمان سرائے بھی تھی جس میں علماء و فضلاء اور درویش ہمیشہ آپ کے یہاں مہمان رہا کرتے تھے - وہ مکانات و باغ امپرومنٹ ٹرسٹ نے لیلیا اور نئی سڑک میں تمام مکانات آ گئے صرف مسجد باقی ہے - جواب عبداللہ شاہ صاحب کی مسجد کہلاتی ہے -

آپ کے تین بھائی شیعہ ہو گئے تھے جن کی اولاد بھی شیعہ تھیں مگر ان کی تعلیم و تربیت اسی مدرسہ میں آپ کے زیر نگرانی ہوئی۔ جب سب فارغ التحصیل ہو گئے تو آپ نے اُن سے جو شیعہ تھے زبانی کچھ نہیں فرمایا مگر ایک بڑا جلسہ شیعہ و سُنّی کے مباحثہ کا منعقد کیا جس میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ محدث دہلوی اور حضرت مولوی دلدار علی صاحب مجتہد لکھنوی اور بہت سے علماء و فضلاء فریقین کو مدعو کیا اور بڑے اہتمام کے ساتھ ایک عرصہ تک اپنے ہاں سب کو مہمان رکھا اور بڑے شدّ و مد کے ساتھ مباحثہ ہوتا رہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بلا کسی خاص سعی کے محض مباحثہ کے اثر سے آپ کے بھتیجوں اور بھانجوں نے معہ چند دیگر اعزّہ کے آبائی مذہب اہلسنت والجماعت بطیب خاطر قبول کر لیا۔
اور ایسا کہا جاتا ہے کہ تحفۂ اثنائے عشریہ اسی جلسہ مناظرہ الہ آباد میں مرتب ہوئی ہے اور اس متبرک جلسہ کی بدولت بہت سے مسلمان باطل و حق کی تمیز کر کے شیعہ سے سنّی ہو گئے آپ کی شادی بھدوئی ضلع مرزاپور میں ہوئی تھی جن کے بطن سے مولانا سید حسین علی صاحب

صوفی ابوالعلائی سررشتہ دار عدالت دیوانی الہ آباد اور امام باندی بی بی تھیں۔
بعد انتقال زوجہ اولی آپ بغرض حج بیت اللہ شریف تشریف
لے گئے۔ حضرت حقیقت آگاہ دہومن شاہ صاحب قدس سرہٗ
اور ایک شریف خاندان کشمیری صاحب معہ اپنی دو لڑکیوں اور
ایک لڑکا کے آپ کے ہمسفر تھے۔ قدرت النسأ عرف بی بی صاحب
بڑی صاحبزادی کا نکاح خانہ کعبہ میں حضرت دہومن شاہ صاحبؒ
کے ساتھ بہ ایمار کشمیری صاحب ہوا اور چھوٹی صاحبزادی برکت النساءؒ
عرف بیگم صاحب کا نکاح آپ کے ساتھ ہوا۔ جن کے بطن سے
ننّن بی بی۔ اللہ باندی بی بی۔ رسول باندی بی بی۔ امطل بی بی۔
چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ بیگم صاحب موصوف معہ اپنے بھائی
خواجہ صاحب کے اسی مکان میں رہتی تھیں جو میرے بھائی
خانصاحب ڈاکٹر سید زاہد حسین صاحب نے خرید کر از سرنو تعمیر
کرایا ہے۔ اور پیلی کوٹھی کے نام سے مشہور ہے۔
اس مکان سے جانب پچھم گذرگاہ عام کے بعد ایک مختصر
مگر نہایت خوشنما باغ پختہ چہار دیواری سے گھرا ہوا اور آپ کے

تعمیر کرایا تھا بعد انتقال آپ یہیں مدفون ہوئے۔

آپ اور آپ کی اولاد کی چند پختہ قبریں یہاں تھیں جن میں سے اب اکثر منہدم ہو گئی ہیں۔ باغ کی دیوار بھی جا بجا سے گر گئی ہے اب کچھ عرصے سے اس جگہ بھینس بندھا کرتی ہیں جس سے حالت ناگفتنی اور قابل افسوس ہے۔ سجاد حسین صاحب ناگپور میں ہیں انکو چاہیے کہ اس کو تعمیر کرا کے کسی غریب عزیز کو یہاں آباد کر دیں جو نگرانی اور خدمات مزارات بھی کیا کرے۔ اگر تعمیر کے بعد کوئی نگراں نہ رہا تو اور زیادہ مفسدات کا اندیشہ ہے۔ سجاد حسین صاحب اس طرف جلد توجہ نہ کریں تو سب اعزہ چندہ سے اس کی تعمیر کرا کے مناسب انتظام کی طرف توجہ کریں۔ بہر حال بھینس یہاں سے فوراً دور ہونا چاہیے۔

منشی میر فضل حسن صاحب صوبہ دار صاحب کے

چھوٹے صاحبزادے تھے آپ بریلی میں تحصیلدار اور بڑے صاحب وقار تھے تحصیل بیسلپور و نواب گنج میں آپ زیادہ عرصے
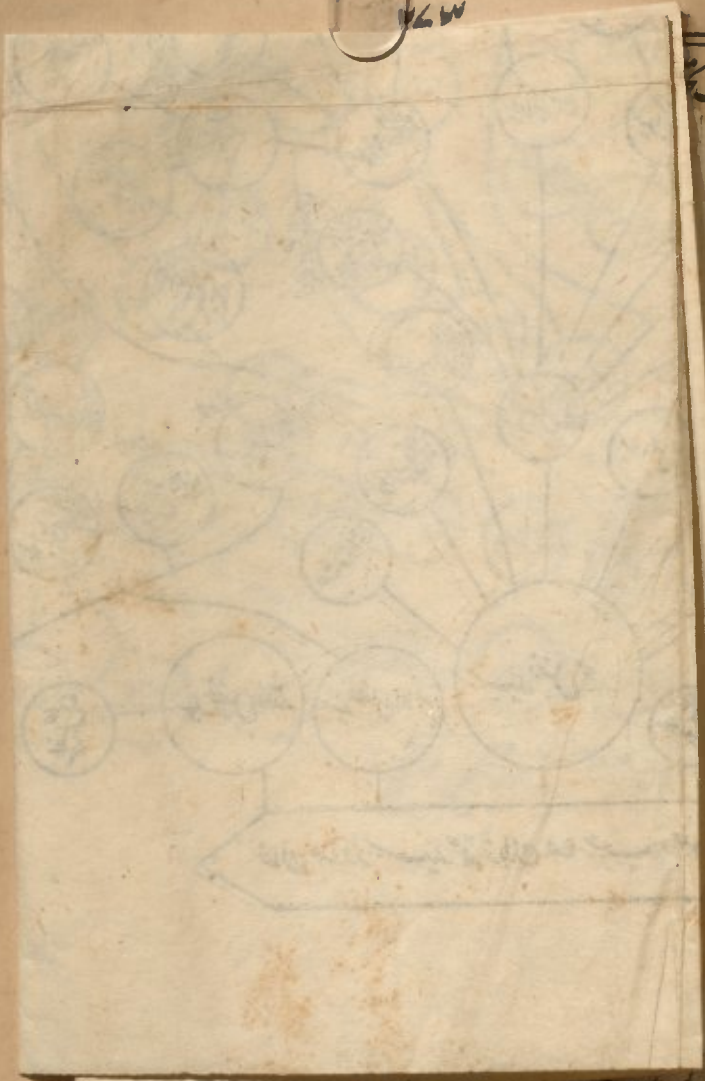
عطا ہوئی جسکا مفصل حال قبل ازیں بیان ہو چکا ہے

تعمیر کرایا تھا بعد انتقال آپ یہیں مدفون ہوئے۔

آپ اور آپ کی اولاد کی چند پختہ قبریں یہاں تھیں جن میں سے اب اکثر منہدم ہوگئی ہیں۔ باغ کی دیوار بھی جا بجا سے گر گئی ہے اب کچھ عرصے سے اس جگہ بھینس بندھا کرتی ہیں۔ جس سے حالت ناگفتنی اور قابل افسوس ہے۔ سجاد حسین صاحب ناگپور میں ہیں انکو چاہیے کہ اس کو تعمیر کرا کے کسی غریب عزیز کو یہاں آباد کر دیں جو نگرانی اور خدمات مزارات بھی کیا کرے۔ اگر تعمیر کے بعد کوئی نگراں نہ رہا تو اور زیادہ مفسدات کا اندیشہ ہے۔ سجاد حسین صاحب اس طرف جلد توجہ نہ کریں تو سب اعزہ چندہ سے اس کی تعمیر کرا کے مناسب انتظام کی طرف توجہ کریں۔ بہر حال بھینس خانہ یہاں سے فوراً دور ہونا چاہیے۔

منشی میر فضل حسن صاحب صوبہ دار صاحب کے سبب

...ا ہوئی جسکا مفصل حال قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔

صاحب وقار تھے تحصیل بیسل پور و نواب گنج میں آپ زیادہ عرصے

تک تحصیلدار رہے ہیں۔ میر امداد علی صاحب ڈپٹی کلکٹر بریلی کی صاحبزادی سے منسوب ہوئے۔ اور تمام عمر بریلی رہے وہیں پنشن پانے کے بعد کچھ روز بعد وفات پائی۔ آپ کا مذہب اثناعشری تھا۔ آپ کی اولادیں بھی سب شیعہ ہوئے اور رہتوز ہیں۔

حال مختصر حضرت مولانا سید تفضل حسین صاحب رضوی صوفی ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد سید فضل محمد صاحب نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مذہب شیعہ اختیار کر لیا تھا اس لئے آپ بھی بچپن سے زمانہ طالبعلمی تک شیعہ رہے لیکن بعد فارغ التحصیل ہونے کے آپ جلسۂ مناظرہ شیعہ و سُنّی میں۔ معہ اپنے حقیقی چچازاد بھائیوں کے شریک ہوئے جو آپ کے چچا حضرت مولانا حاجی سید وفضل الدین احمد صاحب نے الہ آباد میں منعقد کیا تھا اس جلسہ میں آپ کو بھی بفضل ایزدی صراط مستقیم عطا ہوئی جسکا مفصل حال قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔

آپ علم عربی و فارسی میں فارغ التحصیل تھے علم حساب دانی میں کامل تھے۔ اور اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اوس زمانے میں ریاضی کے نہایت اوق سوالات جو کسی سے حل نہ ہو سکتے تھے لوگ آپ کے پاس لاتے اور آپ بقاعدہ خطائین وغیرہ فوراً زبانی حل فرماکر جواب صحیح بتا دیا کرتے تھے۔ آپ ابتدائے عمر میں کچھ عرصہ تک بملازمت گورنمنٹ عہدہ نائب تحصیلداری پر مامور رہے پھر ترک ملازمت کرکے بقیہ عمر یاد الٰہی میں بسر کی۔ آپ کو حضرت مولانا شاہ محمد قاسم داناپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت و خلافت حاصل تھا۔ آپ نے سالہا سال نہایت سخت مجاہدہ و ریاضت میں صائم الدہر و قائم اللیل رہکر بسر کی جسمیں آپ کی غذا صرف جو کی روکھی ٹکیا تھی جو روزانہ بعد غسل باوضو پکائی جاتی تھی۔

مدتوں آپ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے استانہ فیض کاشانہ پر اور آگرہ میں حضرت سیدنا میر ابوالعلاء قدس سرہٗ کی درگاہ ملائک آشیاں پر حاضر رہکر چلا کشی میں مصروف رہے اور اسقدر ریاضت و مجاہدہ فرمایا کہ سیر الی اللہ سے سیر فی اللہ کا مرتبہ ملا اور مشاہدہ کا درجہ حاصل ہوا اور نعمائے باطنی سے مالامال اور

فیضیاب ہوئے۔

آپ کے بڑے بھائی سید وارث علی صاحب جنھوں نے مذہب اثناء عشری نہیں چھوڑا تھا تحصیلدار تھے بڑے سخت مزاج آدمی تھے۔ آپ کی حکومت نادر شاہی مشہور تھی۔ بڑے زور کے تحصیلدار گزرے ہیں۔ آپ کی ہیبت کا اوس زمانہ میں ایسا شہرہ اور اثر تھا کہ ٹھاکر سیتلا بخش سنگھ تعلقدار پٹی دلیپ پور ضلع پرتاب گڈھ ملک اودھ شاہ اودھ سے باغی ہو گیا تھا۔ قلعہ مونار میں چودہ سو سپاہی مسلحہ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اور بوجہ سرکشی گرفتار نہ ہوتا تھا۔ آپ نے اِسکی گرفتاری کا بیڑا اوٹھایا۔ اور گورنمنٹ سے فوج لیکر بغرض گرفتاری نواح قلعہ مونار کی طرف روانہ ہوئے۔ ٹھاکر صاحب کو انکے مخبروں سے خبر ملی کہ میر وارث علی صاحب تحصیلدار میری گرفتاری کے لئے آرہے ہیں۔ یہ سنکر بجائے اسکے کہ مقابلہ کرتے یا انکو پریشان کرنیکا سامان حسب معمول بہم پہنچاتے ایسی ہیبت انپر طاری ہوئی کہ قلعہ سے باہر ایک جھاڑی میں معہ ایک رفیق کہار جا چھپے تحصیلدار صاحب کے جاسوس مامورہ نے آپ کو بھی اسکی خبر دی آپ سب فوج کو چھوڑکر بجرات و دلیری تنہا تشریف

لے گئے اور حسب نشان وہی جاسوس جنگل میں اوس جگہ دفعتاً پہونچکر
ٹھاکر صاحب کو گرفتار کر لیا اور اپنے گھوڑے پر ڈالکر فوراً ہی واپس آئے
اس صلہ میں شاہ اودھ کی طرف سے آپ کو خلعت عطا ہوا۔ اور بہ سفارش
شاہ اودھ گورنمنٹ سے بھی خلعت پایا اسکا ذکر تاریخ داؤدیہ میں بھی ہے
ایک دفعہ آپ پر مقدمہ قتل قائم ہو گیا اور سشن سے سزا ہو گئی جسکا
اپیل ہائیکورٹ آگرہ میں کیا گیا۔ اوسوقت تحصیلدار صاحب موصوف نے
آپ کے پاس پیام بھیجا کہ تم نے حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ اور
حضرت سید نار رحمۃ اللہ علیہم کے مزار اقدس کو ٹھاکر دوارہ بنا رکھا ہے
یہ کسدن کام آوینگے میرے لئے دعا کرو کہ کسی طرح اس مقدمہ سے بریت
ہو۔ جب آپ کے پاس یہ پیام پہونچا آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی صاحب
سے عرض کرنا کہ جبتک آپ عقاید باطلہ سے توبہ کر کے مذہب اہلسنت
والجماعت اختیار نہ فرماوینگے میری دعا اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائیگا۔
میں مجبور ہوں۔ تحصیلدار صاحب نے یہ سنکر کہلا بھیجا کہ اگر میں بری
ہو جاؤنگا تو وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے عقاید سے توبہ کر کے آپکا مذہب
بخوشی قبول کر لونگا۔ تب آپ نے دعا فرمائی اور بہت قبل پیشی مقدمہ

تحصیلدار صاحب کو اطلاع دی کہ فلاں تاریخ آپ مقدمہ سے بری ہو جاوینگے
تحصیلدار صاحب نے سُنکر فرمایا کہ پیشینگوئی کی بسم اللہ ہی غلط ہے
اسلیئے کہ پیشی مقدمہ کی جو تاریخ مقرر ہے اوس سے ایک روز قبل کیسے بریت
ہو سکتی ہے مگر خدا کی شان ہے کہ جس جج ہائیکورٹ کے اجلاس میں یہ مقدمہ
تھا وہ تاریخ مقررہ پر کسی ضرورت سے آگرہ چھوڑنے کے لیئے مجبور ہوا چنانچہ
کئی روز قبل تاریخ پیشی مقدمہ ترمیم کر کے وکلاء فریقین کو باضابطہ اطلاع
دی اور حسب پیشین گوئی مقدمہ اُسی روز پیش ہوا۔ تحصیلدار صاحب کو
الزام قتل سے بری کر دیا گیا۔ چنانچہ تحصیلدار صاحب نے آپ کے
پاس فوراً ہی آکر آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور مذہب **اہلسنت
والجماعت** اختیار کیا۔ تحصیلدار صاحب کے صاحبزادہ سید وارث حسین
صاحب اور پوتے سید حمایت حسین صاحب رئیس و زمیندار الہ آباد ہیں
اور بحمد اللہ سب سنّی ہیں۔

آپ کے صاحبزادہ مولوی سید اکبر حسین صاحب نے سنہ ۱۸۸۹ء میں
امتحان وکالت دیا اوس زمانہ میں بھی آپ آگرہ میں حضرت سیدنا میر ابوالعلا رح
کے مزار اقدس پر معتکف تھے امتحان ہوتے ہی آپ نے جواباً اپنے خط

میں تحریر فرمایا کہ الحمد اللہ تم امتحان میں کامیاب ہوئے۔ دو مہینے بعد نتیجہ امتحان ظاہر ہوا جس میں حسب پیشین گوئی کامیابی تھی۔ حضرت حافظ علیہ الرحمۃ بالکل صحیح فرماتے ہیں:۔

روئے مقصود کہ شاہان جہاں می طلبند

مظہرش آئینۂ طلعت درویشانست

آپ کی کشف و کرامات بہت ہیں جن کی تفصیل کی گنجائش اس کتاب میں نہیں ہے آخر عمر میں آپ نے اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ لوگوں سے ملتے بھی کم تھے ہر لحظہ یاد الٰہی میں گذرتا تھا کوئی سانس آپ کی اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہوتی تھی۔

آپ نے دو اولاد ذکور سید اکبر حسین صاحب[1] و سید اکبر حسن صاحب[2] اور اور پانچ اولاد اناث فاطمہ باندی بی بی[1]۔ علی باندی بی بی[2]۔ محمد باندی بی بی[3] عباس باندی بی بی[4]۔ عزیز باندی بی بی[5] چھوڑیں۔

آپ ۹ر شعبان ۱۳۰۲[1]ھ مطابق ۱۴ر مئی ۱۸۸۵ء یوم جمعہ کو بوقت گیارہ بجے دن اس دار فانی سے رحلت فرما کر واصل ذات رب ہوئے۔

---

[1] ۱۳۰۲

مختصر حال خان بہادر لسان العصر مولوی سید اکبر حسین صاحب رضوی ابوالعلائی المتخلص بہ اکبر برد اللہ مضجعہ

آپ ۱۶ نومبر ۱۸۴۶ء کو عالم وجود میں آئے۔ ذکاوت اور جودت طبع خالق اکبر نے پیدایش ہی سے آپ میں ودیعت رکھا تھا۔ قسام ازل نے ذہانت و فطانت۔ شوخی۔ زندہ دلی کی تقسیم میں خاص فیاضی سے کام لیا تھا آثار ہوشمندی و جوہر دانائی زمانہ بچپن سے ہی آپ کے پیشانی میں جلوہ گر تھے۔

بالائے سرش زہوشمندی — میتافت ستارۂ بلندی

آپ کے والد بزرگوار نے عربی و فارسی کی تعلیم دلائی اور علم ریاضی سکھایا جس میں آپ کامل تھے اور تخمیناً پندرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ تحصیل علم انگریزی کا شوق آپ نے خود فرمایا اور بلحاظ ضرورت زمانہ رفتہ رفتہ انگریزی میں بھی اعلیٰ قابلیت حاصل کر لی تھی۔ آپ کو

کتب بینی کا شوق آخر عمر تک رہا۔

ایسٹ انڈین ریلوے کمپنی کی طرف سے جمنا کا پل الہ آباد میں جس زمانہ میں بن رہا تھا اوسوقت آپ کی عمر تخمیناً سولہ سال کی تھی۔ آپ بہ شوق ملازمت اوس صیغہ کے افسر اعلیٰ انگریز سے ملے۔ افسر مذکور آپ سے بات چیت کر کے بہت خوش ہوا اور صاحب فراست و کار آمد سمجھکر اپنی ماتحتی میں ملازم رکھ لیا۔ کچھ روز بعد آپ نے ترک ملازمت کر کے قانون دیکھنا شروع کیا اور ۱۸۶۷ء میں امتحان وکالت درجہ ادنی پاس کیا۔ ۱۸۶۹ء میں نائب تحصیلدار مقرر ہوے جس سے کچھ ہی دنوں بعد مستعفی ہو کر وکالت شروع کی اور امتحان وکالت ہائیکورٹ بھی پاس کر لیا۔ نامی وکلاء میں آپ کا شمار تھا۔ وکالت خوب چل رہی تھی کہ ۲۶ نومبر ۱۸۸۰ء کو قائم مقام منصف مقرر ہو کر ایک سال کے اندر اس عہدہ پر مستقل ہو گئے اور ترقی کر کے صدر اعلیٰ و جج خفیفہ کے عہدہ پر پہونچکر ۱۸۹۴ء میں سب سے پہلے شخص تھے جو پراونشل سروس سے باوجود اسکے کہ آپ کے اوپر اور صاحب بھی تھے سشن جج منتخب ہوئے اور ۱۲ مئی ۱۸۹۸ء کو بصلہ حسن خدمات گورنمنٹ نے آپ کو خان بہادر کا خطاب عطا فرمایا

سنہ ۱۹۰۳ء میں آپ نے پنشن لیکر قناعت وگوشہ نشینی اختیار فرمائی اور اصحاب معزز کے اصرار پر بھی ریاست ہائے ہندوستانی کے کسی عہدہ پر جانا پسند نہ فرمایا بلکہ **عشرت منزل** میں گوشہ نشین رہکر بعبادت الٰہی زندگی بسر کی ۔ آپ صوم وصلواۃ کے ہمیشہ سے بڑے پابند تھے ۔ ایک منزل روزانہ قرآن پاک کی تلاوت نہایت خشوع وخضوع سے بالاستقلال کیا کرتے تھے ۔ حضرت مولانا **شاہ محمد قاسم** رحمۃ اللہ علیہ دانا پوری سے ابتداء عمر میں شرف بیعت بھی آپ کو حاصل ہوا تھا۔

شعر وسخن کا مذاق فطرتاً آپ کی طبیعت میں زمانہ بچپن سے تھا ۔ بیس برس سے کم عمری کے اشعار اور اوس کے بعد سے آخر عمر تک کے سب **کلیات اکبر** میں موجود ہیں ۔ تین حصّے طبع ہو چکے ہیں ۔ دو حصّے باقی ہیں ۔ آپ کا کلام اوستادانہ ہے ۔ ظرافت ۔ زندہ دلی ۔ شوخی لطیفہ گوئی جذبات نگاری اور واقعات طرازی آپ کا حصہ ہے ۔ لطف زبان وسلاست بیان آپ کے کلام کی جان ہے ۔ بیان کی لطافت کے ساتھ ساتھ خیال کی بلندی بھی موجود ہے ۔ آپ کا شہرہ جج ہونیکی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ آپ کا ظریفانہ ۔ اخلاقی اور فلسفیانہ ۔ سیاسی وعارفانہ کلام آپ کی شہرت

ومقبولیت کا باعث ہوا اور ہندوستان کے ہر فرد کی زبان پر آپ کا نام زبان زد ہوا۔ لسان العصر کا ملک سے خطاب ملا۔

جناب مولوی عبدالماجد صاحب بی۔اے نے بالکل صحیح تحریر فرمایا ہے لسان العصر حضرت اکبر مغفور زمانہ حال کے اون چند بزرگوں میں تھے جنکا نظیر کہیں مدتوں میں جاکر پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی ذات شوخی وزندہ دلی اور حکمت وروحانیت کے متضاد اوصاف کا حیرت انگیز مجموعہ تھے۔ وہ ارتقاء ہستی کے اوس مرتبۂ بلند پر فائز تھے جہاں شاعری۔ فلسفہ وتصوف کے اختلافات وتناقضات رفع ہوکر باہم اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کی گفتگو حکمت وظرافت کی جامع ہوتی تھی اور آپ کی صحبت تصوف ومعرفت کی ایک درسگاہ تھی۔ روزمرّہ کے معمولی فقروں میں وہ وہ نکتے بیان کر جاتے تھے جو دوسروں کو غور وفکر کے بعد بھی نہ سوجھ سکتے۔ اور باتوں باتوں میں اون مسائل کی عقدہ کشائی کر جاتے جو سالہا سال کے مطالعہ سے نہ حل ہو سکتے۔ خوش نصیب تھے وہ افراد جنھیں آپ کی خدمت میں نیازمندی کا شرف حاصل تھا۔ جن افراد کی رسائی اوس چشمہ حیات تک نہو سکی اونھیں آج اپنی نارسائی ومحرومی پہ حسرت ہے اور جنکی ہو چکی تھی اونھیں

یہ حسرت ہے کہ اور زیادہ سیراب نہوے۔

آپ اپنے ہمعصر نامی شعرا کے حلقہ میں بھی باعظمت و ہر دلعزیز تھے حضرت صفی لکھنوی کے جذبۂ محبت و خلوص کے اشعار ذیل ملاحظہ ہوں جو برادرم مولوی سید رسول احمد صاحب نے بسبیل تذکرہ ابھی سنائے ہیں۔

اے الہ آباد اے جولاں گہ گنگ و جمن — تیرا دامن تین تربینی کا ہے اک انجمن
سیکھتی ہے قوم تجھسے میل وملت کا چلن — اتحاد باہمی سنگم سے تری موج زن

بذلہ سنجی کا جواہر خیز ایک معدن ہے تو

حضرت اکبر لسان العصر کا مسکن ہے تو

اس کتاب میں زیادہ گنجائش نہیں۔ آپ کے مفصل حالات و اوصاف لکھنے کے لئے ایک مستقل ضخیم کتاب کی ضرورت ہے جسکو آپ کے فرزند ارجمند سید عشرت حسین صاحب امید ہے کہ جلد پورا کرینگے۔

آپ پچھتر سال کی عمر میں دس بارہ روز مبتلاء مرض تپش و بخار رہکر ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء مطابق ۶ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو قریب شام عین اوس وقت کہ آپ کے حسب خواہش صاحب طریقت واقف حقیقت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ تلاوت قرآن پاک فرمارہے تھے

اور ذکر اسم ذات آپ کی زبان پر بھی جاری تھا اس دار فانی سے رخصت ہو کر راہی ملک بقا ہوئے۔ ہندوستان کے ہر گوشہ سے آپ کے انتقال پر ملال پر اظہار افسوس ہوا اور قطعات تاریخ وفات لکھی گئی منجملہ اونکے دو قطعہ تاریخ وفات ذیل میں عرض ہیں۔

از نتیجہ فکر جناب **گوہر** نائب خاندان کرناٹک مدراس

محرم کی چھٹی تھی جمعہ کا دن وقت سہ ساعت — حرم آباد جسے ہے اکبرِ شیریں زباں پہنچے
ہم اتنا جانتے ہیں چند دن تھے وہ بھی دنیا میں — خبر اسکی نہیں آئے کہاں سے اور کہاں پہنچے
رہے اکبر گلستانِ سخن کے عمر بھر گلچیں — ہزاروں گل چنے چنکر سوئے باغِ جناں پہنچے
نکالی شاعری میں اک نئی طرز پسندیدہ — کہاں تھے اول اول اور آخر میں کہاں پہنچے
ہوئے انکے جدید اشعار کے چرچے زمانے میں — اُٹھی تحسین کی آواز یہ تحفے جہاں پہنچے
کرم کران پہ یارب بہرِ احمدؐ جو شبِ اسریٰ — زمیں سے آسماں پہنچے مکاں سے لامکاں پہنچے
درود و فاتحہ کے پھول تیرے نذر کرتے ہیں — یہ ہدیہ آج انہیں اے خالقِ کون و مکاں پہنچے

سوالِ سال **گوہر** نے کیا دل نے کہا فوراً
محرم میں لسان العصر اکبر بھی جناں پہنچے

۱۳۴۰

(از نتیجۂ فکر جناب رعدؔ جونپوری

رفت از باغِ جہاں اکبر حسین ۔۔۔ در گلستانِ جناں داخل شدہ

مصرعِ سال وفاتش رعدؔ گفت

شاعرِ اکبر بحق واصل شدہ

۱۳۴۰ھ

آپ کی پہلی شادی خدیجہ بی بی بنت میر نجف علی صاحب مرحوم مغفور زمیندار و باشندہ موضع اسراواں ضلع الہ آباد سے ہوئی تھی جنکے بطن سے سید نذیر حسین و سید عابد حسین صاحب دو لڑکے پیدا ہوئے سید نذیر حسین صاحب صوفی ابو العلائی کا انتقال ۵ اپریل ۱۸۹۶ء کو عالم شباب ہو گیا اونکے صاحبزادہ سید عاشق حسین صاحب اسپرو منٹ ٹرسٹ میں ملازم ہیں۔ سید عابد حسین صاحب موجود ہیں مگر اوائل عمر سے مبتلاء امراض دماغی ہیں۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو خدیجہ بی بی نے انتقال کیا۔

آپ کی دوسری شادی برادری میں مولوی علی حسین کی صاحبزادی کبری بی بی سے ہوئی تھی جنکے بطن سے سید عشرت حسین صاحب ہیں جو بی۔ اے کیمبرج یونی ورسٹی ہیں اور آجکل کچہری کلکٹری [illegible]

ہیں ڈپٹی کلکٹر ہیں نیک مزاج اور بہت خلیق ہیں ضابطہ برادری کے
بھی پابند ہیں۔ اپنے پدر والاقدر کے انتقال فرمانے پر اپنے سوتیلے
بھائی سید عابد حسین صاحب کا حق شرعی ادا کرنیکی کوشش کی اور نقد
دیگر نزاع کی زحمت باہمی کو آیندہ کے لئے بسہولیت دور کر دیا۔
سید عشرت حسین صاحب کی شادی خان بہادر نواب شیخ احمد حسین صاحب
او۔بی۔ای۔ رئیس پریانواں کی صاحبزادی ولایت فاطمہ بی بی سے
۲۹ر مارچ ۱۸۹۹ء کو ہوئی۔ جنکے بطن سے ۲۷ر جنوری ۱۹۰۵ء کو
سید محمد عقیل اور ۷ر مارچ ۱۹۰۹ء کو مصحفی بی بی اور ۱۵ر جون ۱۹۱۲ء کو
اصغری بی بی اور ۱۳ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کو سید محمد مسلم صاحب اور ۱۵ر جنوری ۱۹۱۶ء
کو انعامی بی بی اور ۲۰ر مارچ ۱۹۲۱ء کو مظفر احسن پیدا ہوئے ہیں۔

مختصر حال سید اکبر حسن صاحب رضوی ابوالعلائی

آپ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ الف۔ اے
تک انگریزی تعلیم پائی تھی عربی۔ وفارسی میں بھی استعداد رکھتے تھے
علم ریاضی سے خاص دلچسپی تھی۔ نہایت ذہین وطباع تھے آپ کو

اپنے والد بزرگوار سے شرف بیعت حاصل تھا صوم وصلوٰۃ کے پابند اور درویش صفت آدمی تھے۔ آپکا برتاؤ عزیزوں دوستوں اور پروسیوں کے ساتھ نہایت خلوص ومحبت کا تھا۔ جس سے ہر طبقہ میں ہر دلعزیز تھے۔ دامے۔ درمے۔ سخنے۔ قدمے لوگوں کے شریک حال ہونا آپ کی اعلیٰ صفت تھی۔

ابتداً آپ پیشکار ہائیکورٹ مقرر ہوئے۔ سلسلۂ ملازمت میں قانون دیکھکر امتحان وکالت پاس کیا۔ اور منصف ہوگئے۔ جہاں سے ترقی کر کے محکمۂ رجسٹری کی انسپکٹری کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے۔

آپ اپنے والد بزرگوار کا عرس سالانہ بڑے دہوم سے بمقام کالاڈانڈا کیا کرتے تھے۔

تاریخی نام نکالنے میں آپ کو بڑی مہارت تھی جس زمانہ میں آپ سخت علیل تھے آپ کے دوست عبدالغنی صاحب جو آجکل سشن جج ہیں۔ آپ سے ملنے تشریف لائے جنکی شادی اسی سال ہوئی تھی۔

آپ نے بسلسلۂ گفتگو فرمایا اگر آپ کے اس سال لڑکا پیدا ہو تو اسکا نام نورغنی اور دوسرے سال ہو تو انورغنی اور تیسرے سال ہو تو نوارغنی رکھئے گا۔ اِس سے سن پیدائش نکلے گا۔

آپ بمرض کینسر کچھ عرصہ تک مبتلا رہکر عالم شباب میں اس دارفانی سے ۱۳ر اپریل سنہ ۱۹۲۷ء کو رحلت فرما ہوئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت مولانا سید نذیر احمد صاحب کے زیر ہدایت آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع آپ کے افسردہ دل اعزّہ و احباب کا تھا آپ کی یادگار آپ کی چار اولاد ہیں۔ اُس وقت سب سے بڑے صاحبزادہ سید محمدؐ عباس صاحب کی عمر نو۹ سال تھی۔

آپ نے جو کچھ سرمایہ چھوڑا اسقدر نہ تھا کہ صاحبزادوں کی اعلیٰ تعلیم ہوسکے سید محمدؐ عباس صاحب انٹرنس تک پڑھکر بعمر اٹھارہ سال گورنمنٹ ٹیلیگراف آفس میں بعہدہ ٹیلیگرافسٹ۔ مقرر ہوئے اور اپنی ذہانت اور قابلیت سے بہت جلد اس محکمہ کے جنرل اسکیل میں داخل ہوگئے۔

سید محمدؐ عباس صاحب کی ذہانت اور علم ریاضی کا مذاق اُنکا ورثہ پدری ہے آپ کی شادی شیخ ممتاز احمد صاحب کی صاحبزادی سے ۹ر نومبر سنہ ۱۹۱۵ء کو ہوئی جنکے بطن سے ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو سید محمدؐ جنکا تاریخی نام سید ظفر امام ہے اور ۱۹ر ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء کو سید احمد جنکا تاریخی نام مظفر حسن ہے اور ۱۱ر فروری سنہ ۱۹۲۲ء کو مشرف فاطمہ جنکا تاریخی نام

شرف فاطمہ بنت عباس ہے اور ۱۵ر فروری سنہ ۱۹۲۷ء کو سید محمود جنکا
تاریخی نام اختر عالم ہے پیدا ہوئے ہیں۔
چھوٹے صاحبزادہ سید محمد قاسم صاحب قادری کو حضرت مولانا حاجی
شاہ سید بہاؤالدین صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ سے
شرف بیعت حاصل ہے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور متقی و پرہیزگار ہیں۔
یہ موروثی ترکہ زمانہ بچپن ہی سے ملا ہے۔ مگر اس حالت کا آئندہ بھی
قائم رکھنا اونکا فعل اختیاری ہے۔
آپ کی دو صاحبزادیاں بھی ہیں۔ بڑی صاحبزادی سید رونق علی صاحب
کو بیاہی ہیں۔ جنکا حال قبل ازیں گذر چکا۔ دوسری صاحبزادی چھوٹی
بی بی کی شادی احمد علی خانصاحب کے ساتھ ہوئی جو دفتر سکرٹیٹ
میں ملازم ہیں جنسے آفتاب احمد خاں۔ اسد احمد خاں۔ مشتاق احمد خاں
تین لڑکے ہیں۔

حضرت مولانا سید تفضل حسین صاحب کے پانچوں لڑکیوں کا حال
مختصراً اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ ہاں۔ شیخ غلام امام صاحب کی

احمد علی خاں

چھوٹی صاحبزادی کا ذکر سہواً نہیں ہوا جنکا نام صغرابی بی تھا۔ ڈاکٹر سید امجد علی صاحب کو بیاہی تھیں۔ جنسے ابن علی۔ احمد علی دو لڑکے اور کنیز کبرا بی بی ایک لڑکی ہے صغرابی بی کا انتقال ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء کو بقضاء الٰہی ہوگیا۔ سب سے چھوٹا لڑکا احمد علی ہے جس کی عمر اس وقت تخمیناً نو سال ہے۔ گورنمنٹ اسکول الہ آباد میں امسال چوتھے درجہ میں داخل کرایا گیا ہے ذہین اور سعید معلوم ہوتا ہے۔ جسکا ذکر خصوصیت سے قابل اظہار ہے۔ ایک روز درجہ میں ماسٹر نہ آئے تھے۔ لڑکوں نے آپس میں باتیں شروع کیں۔ ایک نے کہا پڑھنے کے بعد میں ہیڈ ماسٹر ہونگا۔ دوسرا بولا میں کلکٹر ہونگا تیسرا بولا میں جج ہونگا غرض سب لڑکے اپنا اپنا خیال ملازمت ظاہر کرتے گئے۔ میاں احمد علی اپنے نمبر پر بولے میں تو فقیر ہونگا۔ اور اللہ کی عبادت خوب کرونگا۔ اس کم سن بچہ کا یہ خیال صرف بمقتضاے طبیعت ہے مگر موافق فرمان باریتعالیٰ ہے۔ اللہ غنی وانتم الفقراء۔

درجہ میں شوروغل سنکر ایک انگریز ٹیچر کیواڑ کے آڑ سے لگا ہوا سب سن رہا تھا آکر کہا کہ بیہودہ مت بکو اور سب کو سزاے بید دیکر

ایک ماسٹر نگراں مامور کر کے چلا گیا ۔علم کسی زبان کا بھی ہو برا نہیں لیکن آجکل کا طرز تعلیم صرف غلام بنانے کی تعلیم ہے ۔ اگر ایسا نہوتا تو احمد علی کا خیال اوستاد کے لئے قابل داد تھا ۔ مگر یہ اسکول کی تعلیم کا حال ہے ۔ اب تو خود والدین عموماً بچّوں کو ہوش سنبھالتے ہی موٹر کی سواری کا شیدائی بناتے ہیں اور محض کلکٹر و جج بنّے کا شوق دلاکر تعلیم میں سعی کرنے پر آمادہ کرتے ہیں ۔ جسکا نیتجہ آیندہ کلکٹری اور ججی ملے یا نہ ملے حرص و ہوا کا قیدی ہو جانا لازمی ہے ۔

کاش تعلیم دنیا کے ساتھ تعلیم دین بھی ضروری سمجھ لی جاوے تو اکثر خاندان میں باوجود ظاہری عروج دنیاوی کے جو پستی اور کشمکش نظر آتی ہے روحانی فیض و برکات سے بہت کچھ انوار و برکات کا ظہور ہو میں ہر مسلمان بچّوں کو عموماً اور احمد علی کو خصوصاً پابندی صوم وصلوٰۃ کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ ہر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر صرف گیارہ دفعہ یہ دعا ضرور پڑھ لیا کریں رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۔ اول و آخر پانچ پانچ بار درود شریف بھی ۔ جو بچّہ اسپر عمل کریگا اور ہمیشہ پابند رہیگا انشاء اللہ فلاح دارین اوسکو حاصل

ہوگی - یہ دعا معنی سمجھکر پڑھنا چاہیئے -

دنیاوی عروج کی سعی کے ساتھ روحانی ترقی کا خیال بھی نہایت ضروری ہے ورنہ بقول حضرت اکبر الہ آبادی علیہ الرحمۃ - ؎

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ ذکات ہے نہ حج ہے
توخوشی پھر اسکی کیا ہے کوئی جنٹ ہے کوئی جج ہے

حال مختصر قطب زماں محبوب یزداں شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ عبد الجلیل قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز

آپ کی ولادت باسعادت بماہ رمضان المبارک سنہ ۹۹۲ ھ بمقام موضع مینڈارہ ضلع الہ آباد ہوئے - کہا جاتا ہے کہ آپ مادرزاد ولی تھے - زمانہ شیرخوارگی میں بھی بماہ صیام تمام دن دودھ نہ پیتے تھے - کتاب اقتباس الانوار کے صفحہ ۲۹۹ میں جو بزبان فارسی ہے آپ کے حالات اس طرح لکھے ہیں -

حضرت شیخ عبد الجلیل الہ آبادی حضرت بندگی شیخ محمد صادق
قدس سرہٗ کے خلفاء اعظم سے تھے نیز حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلّم سے باطن میں بعیت سے مشرف ہوئے آپ کا
ابتدائی حال یہ ہے کہ ملک العلماء حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں بمقام دہلی تحصیل علوم ظاہری کر رہے
تھے قریب قریب فارغ التحصیل ہو گئے تھے کہ ایک رات بحالت خاص
خود کو وسیع نورانی صحرا میں پایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو ابلق گھوڑے
پر سوار دیکھا جب حضور اقدس کے قدمبوسی سے مشرف ہوئے ارشاد
ہوا کہ علم قیل و قال کچھ کام نہ دیگا اور صورت حضرت شیخ محمد صادق
قدس سرہٗ دیکھا کر فرمایا کہ گنگوہ میں یہ شخص میرے اُمّت کے بڑے
اولیاء اللہ میں سے ہے۔ جاؤ اور بعیت سے مشرف ہو۔ علم قال کو
چھوڑ دو اور علم حال میں مشغول ہو۔ جب حضرت عبد الجلیل قدس سرہٗ
کو اوس حالت سے افاقہ ہوا دہلی سے گنگوہ تشریف لائے۔ اور حلقہ
مریدان حضرت محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ میں داخل ہو کر ریاضات و
مجاہدات شاقہ حضرت کی خدمت میں رہکر کی۔ تھوڑی مدت بعد فتح

حقیقی حاصل ہوئی۔ حضرت نے آپ کو اپنی خلافت سے مشرف فرماکر جانب الہ آباد رخصت فرمایا۔ جب آپ تشریف لائے اور سکونت اختیار فرمائی ایک عالم آپ کی طرف رجوع ہوکر ارشاد و ہدایت کے مرتبہ پر پہونچا۔ آپ بڑے صاحب کشف وکرامات تھے اور بے شمار خرق عادات آپ سے ظہور میں آئے۔ **منقول ہے** ایک شخص آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ تمام عالم میں پھرا ہوں لیکن میں نے کسی صاحب کمال کو نہ پایا سوائے جھوٹوں کے کہ دوکان کھولے بیٹھے ہیں اور ٹھگی کرتے ہیں۔ اس وقت شیخ عبدالجلیل قدس سرہٗ مرتبہ اطلاق میں غرق تھے اوسی حالت میں آنکھ کھول کر فرمایا۔ اگر اب تک نہیں دیکھا اور اندھا نہیں ہے تو اب دیکھ وہ فوراً اندھا ہوگیا۔ اپنی یہ حالت دیکھکر حضرت کے پاؤں پر گر پڑا اور اوس بداعتقادی سے توبہ کرکے آپ کا مرید ہوگیا۔ اور یہ بھی **منقول ہے** کہ جب حضرت شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ نے اپنے پیر مرشد سے خرقہ خلافت اور دونوں عالم کی نعمت حاصل کرکے الہ آباد آکر اپنا مسکن بنایا تھوڑی مدت بعد یہاں بہت بڑا سیلاب آیا جس میں اکثر اہل شہر ڈوب گئے اور بہت لوگوں نے بھاگ کر

اپنی جان بچائی یہانتک کہ سیلاب نے آپ کا گھر بھی گھیر لیا بلکہ سیلاب
کا پانی حضرت کے صحن مکان میں بھی آگیا لیکن آپ نے گھر سے قدم باہر
نہ رکھا ہر چند حاکم وقت نے کشتی بھیجی اور عرض کیا کہ اسپر سوار ہوکر معہ
متعلقین وسامان خانہ داری جناب باہر تشریف لاویں آپ نے
منظور نہ فرمایا اور کہلا بھیجا اگر اللہ تعالی کو محافظت منظور ہے
تو اس جگہ بھی سلامت رکھیگا اور اگر موت ہی آگئی ہے تو یہہ
کشتیاں نہیں بچا سکتیں کہتے ہیں کہ پانی گھر کے اندر آپ کی چارپائی
تک پہونچتے ہی گھٹنا شروع ہوگیا اور دو ایک روز میں سیلاب
بالکل جاتا رہا۔ کوئی ضرر آپ کے اسباب مکان و متعلقین کو نہیں
پہونچا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایک چور آپ کے گھر میں آیا۔
اوس وقت آپ ایک گوشہ میں مشغول بعبادت تھے آپ کی ولایت
کی ہیبت سے وہ چور گھر میں داخل ہوکر اندھا ہوگیا اور چلایا کہ
اس جگہ کوئی کامل ہے جسکی نگاہ قہر سے میری بینائی دفعتاً
جاتی رہی اب میں عہد کرتا ہوں کہ دوبارہ میری آنکھ میں روشنی
آجاے تو پھر میں چوری نکرونگا بلکہ بقیہ عمر اللہ کی عبادت میں

گذارونگا آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو سچی توبہ کرتا ہے تو بینا ہو جانا چاہیئے۔ اسپر فوراً آنکھوں میں روشنی آگئی اور وہ چلا گیا۔ علی الصباح معہ اہل و عیال حاضر خدمت اقدس ہو کر مرید ہوا اور تا زیست شغل باطن میں مصروف رہا۔ شاہ عبد الجلیلؒ کی ولایت کا اوس زمانہ میں بڑا شہرہ تھا۔ آپ نے اذکار و اشغال میں اچھا رسالہ لکھا ہے اور عشق و ذوق میں قصیدے بزبان عربی تحریر فرمائے ہیں۔ جنسے آپ کا کمال ظاہر و ہویدا ہے۔

جب آپ کی آخر عمر ہوئی تو امانت پیران چشت قدس اللہ اسرارہم اپنے فرزند عزیز غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سپرد کر کے اس دار فانی سے رحلت فرما ہوے۔ معلوم ہوا کہ تصوف و دیگر علوم میں تقریباً ایکسو پچاس ۱۵۰ رسایل و دیوانجات آپ کی تصانیف سے ہیں مگر امتداد زمانہ سے بہت کتابیں گم ہوگئیں جو ہیں ناتمام ہیں جنکے اوراق منتشر ہو کر ضایع ہو گئے۔ مثنوی اسرار العاشقین کی ایک جلد مکمل آپ کے خاندان میں قاضی سید عبد العلیم صاحب کے پاس تھی جسے آپ نے مطبع نظامی کانپور میں طبع کرا کے اہل ذوق پر

بڑا اکرام فرمایا۔

آپ حضرت شاہ جلال الدین بخاری رح کی اولاد سے ہیں اور حضرت شاہ حسام الحق اولیا مانک پوری رح کے نواسے ہیں۔ سنہ ۱۱۱۴ھ میں آپ اس دار فانی سے رحلت فرماکر واصل ذات احد ۱۱۱۴ھ ہوئے آپ کا روضہ مبارک بمحلہ چک الہ آباد مرجع خلایق و فیض بخش خلق اللہ ہے۔ آپ کا عرس سالانہ ۸ر شعبان کو ہوا کرتا ہے۔ عمارت روضہ اقدس کی شان تعمیر سے باہتمام شاہی اسکا تعمیر ہونا عیاں ہے۔ یہ محلہ چک دراصل چک حضرت شاہ عبدالجلیل تھا جو شاہان مغلیہ کی طرف سے بطور نذر مع بہت سے مواضعات معافی کے عطا ہوا تھا۔ آپ کی اولاد کو اب بھی برٹش گورنمنٹ سے نقد معافی ملتی ہے۔

عرس دو روز ہوتا ہے ۷ر شعبان کو منجانب شاہ محمد خلیل وغیرہ اور ۸ر شعبان کو منجانب شاہ سید اکبر حسین

آپ کے خاندان سے تعلق رشتہ داریاں جو مجھے یاد ہیں یہ ہیں۔ کہ زینب بی بی میرے دادا سید اصغر علی صاحب کی حقیقی بہن حضرت شاہ مراد علی صاحب رح سجادہ نشین کے صاحبزادہ حضرت شاہ کریم الدین قدس سرہ کو بیاہی تھیں جنسے شاہ محمد عطاء صاحب پیدا ہوئے۔

شاہ محمد عطاء صاحب مغفور کی شادی میری حقیقی پھوپھی زاد بہن
آرزو بی بی سے ہوئی جنسے شاہ محمد یوسف صاحب پیدا ہوے۔ شاہ
محمد یوسف مغفور میرے بھانجہ کی شادی میری چچا زاد بہن حسین باندی
بی بی سے ہوئے جنسے شاہ محمد خلیل ہیں جن کی نسبت میرے خالہ
زاد بھائی شیخ نظیر احمد صاحب مرحوم کی چھوٹی لڑکی سے طے ہوئی ہے
نسب نامہ شاہ محمد خلیل ذیل میں درج ہے۔

شاہ محمد خلیل بن حکیم سید شاہ محمد یوسف بن سید شاہ محمد عطاء
بن سید شاہ کریم الدین بن سید شاہ مراد علی بن سید شاہ مسعود بن سید شاہ
محمد عطاء بن سید شاہ غلام محی الدین بن قطب الاقطاب سیدنا شاہ
محمد عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی بن سید قاضی صدر الدین بن
قاضی سید سراج الدین بن قاضی سید محمد یوسف بن قاضی سید سلطان
منڈاروی بن قاضی سید ملک محمد بن قاضی سید علی احمد سعید بن قاضی سید عبد المجید
بن قاضی سید فیض اللہ بن قاضی سید برہان اللہ نور پوری بن قاضی
سید حسام الدین کوٹی بن سید حیدر الدین معروف بہ راجو قتال بن
سید احمد کبیر بن مخدوم سید جلال الدین بخاری بن سید علی بخاری بن

صحیح کوہتی ہے

سید جعفر بخاری بن سید محمود بن سید احمد مقتول بن سید عبداللہ بن سید محمد ہادی بن حضرت سیدنا جعفر ثانی بن حضرت سیدنا امام نقی بن بن حضرت سیدنا امام تقی بن سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت سیدنا امام جعفر صادق بن حضرت سیدنا امام محمد باقر بن سیدنا حضرت امام زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین بن حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا و حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبیرہ رحمت العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

شاہ محمد یوسف صاحب مغفور کم عمر تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔ شاہ محمد عطا صاحب مغفور نے اپنی دوسری شادی شیخ بنیاد علی صاحب ساکن موضع مھنگالوں کی صاحبزادی سے کی جنکے بطن سے شاہ محمد صدیق صاحب اور شاہ محمد وکیل صاحب ہیں۔ شاہ محمد خلیل بہت کمسن تھے کہ شاہ محمد یوسف صاحب کا انتقال ہوا۔ اس لیے شاہ محمد صدیق صاحب اونکے چھوٹے بھائی بجائے شاہ محمد یوسف صاحب منجانب عدالت سجادہ نشین مقرر ہوئے ہیں۔ سب میں باہم اتفاق و اتحاد ہے۔

شاہ محمد خلیل کو دونوں بھائی مثل اپنے اولاد کے سمجھتے ہیں۔
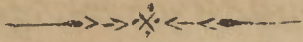
شاہ سید اکبر حسین صاحب خلف شاہ سید تہور حسین صاحب مغفور سادات بارہاسے ہیں۔ آپ کے مورث باشندہ موضع جلال الدین پور پرگنہ سکندرہ ہیں آپ کی پر نانی ننّی بی بی زوجہ سید وزیر علی صاحب حضرت شاہ مراد علی قدس سرہٗ کی صاحبزادی تھیں۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ ظہیر النساء بی بی حضرت ممدوحؒ کی نواسی ہیں۔
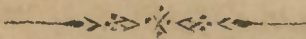
اب میں اس کتاب کو ختم کرتا ہوں اور بموجب فرمان باریتعالےٰ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ختم کتاب پر چند نصیحت بطور وصیت اپنے عزیزوں دوستوں اور مسلمان بھائیوں سے مؤدبانہ ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

پند

(۱) ہر مسلمان کو احکام شرع سے واقفیت پیدا کرنا اور اسکا پابند رہنا چاہیے
(۲) صوم وصلوٰۃ کی پابندی ہر مسلمان اپنا جزو زندگی سمجھے۔

ننّی بی بی آپ کی پرنانی نہیں بلکہ آپکی پردادی تھیں۔ شاہ محمد حسین بن شاہ ہدایت علی بن شاہ مودود بن شاہ مسعود آپ کے نانا تھے جن کی شادی علیما بی بی دختر شاہ مراد علیؒ کے ساتھ ہوئی تھی جن کی دختر نیک اختر ظہیر النسا بی بی شاہ سید اکبر حسین صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں۔

(۳) باپ ماں جبتک خود پابند صوم وصلواۃ نہ ہونگے اولاد پر اثر نہیں پڑسکتا
(۴) ضروری مذہبی تعلیم ہر بچّہ کے لئے نہایت ضروری ہے۔
(۵) تعلیم کے ساتھ تربیت یعنی احکام شرعی کا پابند اور عادی کرانا چاہئے ورنہ محض تعلیم بیکار ہے۔
(۶) کئی اولاد ہوں تو ایک کو عالم اور حافظ قرآن پاک ضرور کرانا چاہئے۔
(۷) تعلیم انگریزی فی زمانہ ضروری ہے لیکن مذہبی تعلیم پر مقدم قرار دینا غلطی کی ہے۔
(۸) بچّوں کو ہر قسم کی ورزش اور فن سپہ گری ضرور سکھانا چاہئے کہ یہہ شعار بزرگان سلف ہے۔
(۹) وہ کتابیں جو مخرب اخلاق ہوں بچّوں اور عورتوں کو ہرگز نہ پڑھنے دینا چاہئے۔ بڑوں کو بھی اسکا دیکھنا کم سے کم تضیع اوقات ضرور ہے۔
(۱۰) بچّوں کو بُری صحبت سے بچانے کی نگہداشت نہایت ضروری ہے۔
(۱۱) یہ بہادری نہیں ہے کہ غصہ میں جسکو جو جی چاہے کہہ ڈالو۔
(۱۲) تحمل و بردباری بہادری ہے۔
(۱۳) غصہ میں مصلحت اور عقل پر غالب رہنا بہادری ہے۔
(۱۴) بڑوں کا احترام کرنا اور چھوٹوں اور عزیزوں سے بنرمی پیش آنا اصل شرافت ہے اور انکے قصور سے درگذر کرنا اچھی عادت۔
(۱۵) بڑوں کی لغزش پر چھوٹوں کی نکتہ چینی خطا ہے۔
(۱۶) صرف اخلاق ظاہری اچھی عادت نہیں۔

(۱۷) جس سے ملو دل سے ملو۔ جس کے خیر اندیش ہو دل سے ہو۔
(۱۸) جو بات اپنے لئے جائز نہ رکھو وہ دوسروں کے ساتھ برتنا نازیبا ہے۔
(۱۹) کسیکو غریب اور حالت عسرت میں دیکھکر حقیر نہ سمجھو۔
(۲۰) صاحب اختیار ہو کر عزیز اور شناسا کے ساتھ جہانتک ممکن ہو سلوک کرنیکی کوشش کرو۔
(۲۱) پڑوسیوں کے بھی بڑے حقوق ہیں سب سے برادرانہ میل جول رکھو آرام پاؤ گے۔
(۲۲) جو مذہبی پیشوا ہو ان ہمیشہ ان کی قدر و منزلت دل سے کیا کرو۔
(۲۳) دوسروں کی بُرائی نہ دیکھو اپنے عیوب تلاش کرنیکی کوشش کرو۔ اور جسمانی میل کچیل دور کرنیکی طرح باطنی برائیاں بھی دور کرنے میں سعی کرتے رہو۔
(۲۴) روزانہ سوتے وقت غور کیا کرو جو بُرائیاں اوس روز سرزد ہوئی ہوں آئندہ اُس سے بچنے کا عزم بالجزم کرلیا کرو ایسی عادت رکھنے سے برائیاں کم ہو جائینگی۔
(۲۵) غذا ہمیشہ اچھی کھانا چاہیئے مگر اپنی آمدنی کے اندازہ سے۔
(۲۶) کھانا اس لئے ہے کہ آدمی زندہ رہے۔
(۲۷) زندگی محض کھانے کے لئے نہیں ہے۔
(۲۸) اپنا خرچ آمدنی سے زیادہ ہرگز مت رکھو۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا ارشاد خداوندی پر نگاہ رکھو۔
(۲۹) جو خرچ محض نمائش کے لئے کیا جاوے یا جس کام میں حیثیت سے زیادہ خرچ کیا جاوے وہ سب لا تسرفوا میں داخل ہے۔

(۳۰) مہمان کی خاطر اور عزت کیا کرو۔
(۳۱) غریب کی عزت بھی امیر کی طرح کرنی چاہیئے۔
(۳۲) بوڑھوں ۔ضعیفوں ۔کمزوروں اور بیماروں کی خدمتگزاری سعادت دارین کا سبب ہوتا ہے۔
(۳۳) قرض لیکر خرچ کرنے کی عادت ہرگز نہ ڈالو معصیت ہے ۔
(۳۴) گھر کا انتظام عورت اور مرد دونوں کے سلیقہ پر منحصر ہے ۔
(۳۵) باپ ماں کی اطاعت اولاد پر فرض ہے ۔
(۳۶) ساس اور سسر بھی مثل ماں باپ کے واجب التعظیم ہیں ۔
(۳۷) آمدنی کا بہت اچھا مصرف وہ ہے جو مستحقین کی جائز ضروریات پر خرچ کیا جائے۔
(۳۸) کسیکو اُس کی قسمت سے زیادہ نہیں ملتا۔
(۳۹) محض قسمت پر تکیہ کرکے تدبیر نہ کرنا بھی عقل کے خلاف ہے بالخصوص دنیادار کے لئے ۔
(۴۰) مرد کا کام کمانا اور مستحقیں کی خدمت کرنا ہے۔
(۴۱) عورت کا کام کفایت شعاری سے خرچ کرنا اور انتظام خانہ داری کا سلیقہ۔
(۴۲) شریف مرد و عورت فحش کلمات زبان سے نہیں نکالتے ۔
(۴۳) حتی الوسع غیر کف میں شادی بیاہ نہ کرو۔قدیم رشتہ داری کے تعلقات کمزور ہوتے ہیں۔

(۴۴) ہر خاندان میں لایق لڑکے اور لڑکیاں ہوسکتی ہیں اگر ذی مقدور حضرات غریب عزیز کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام بہ توجہ خاص کریں۔

(۴۵) مہر عورت کا اپنی حیثیت سے زیادہ ہرگز نہ مقرر کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی ادائیگی واجب ہے اگر ادائیگی مہر کی نیت نہو تو نکاح باطل ہے

(۴۶) علماء کا فتویٰ ہے کہ سب مہر اگر ادا نہو سکے تو اسکا کچھ جزو قبل خلوت صحیحہ کے ادا کرنا چاہیئے اور بقیہ مہر کے ادائیگی کی کوشش کرتا رہے۔

(۴۷) اگر ایک مشت مہر ادا نہیں کرسکتا تو باقساط اس طرح ادا کرے کہ ہر مہینہ بہ نیت ادائیگی مہر عورت کے نام سے کچھ جمع کرتا رہے اس طرح آمدنی کا ایک جزو پس انداز بھی ہوتا رہیگا جو خاص ضرورتوں پر دونوں کے کام آسکتا ہے۔

(۴۸) بدوں صحیح رضامندی عورت کے مرد رقم مہر اپنے تصرف میں نہیں لاسکتا۔

(۴۹) شوہر کا بڑا درجہ ہے یہانتک کہ نوافل کا ترک کردینا اس کے بلانے پر جائز رکھا گیا ہے۔

(۵۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کا سجدہ کرنا روا ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہرونکو سجدہ کریں۔

(۵۱) خوش نصیب ہیں وہ عورتیں کہ جو حاضر و غائب اپنے شوہر کی سچی فرمانبردار ہیں کہ دین و دنیا کی راحت اسی میں ہے۔

(۵۲) بدبخت ہیں وہ عورتیں جو اپنے شوہر کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

(۵۳) عورتوں کی یہ شکایت کہ اسلام میں ہمارے حقوق نہیں ہیں یا کم ہیں غلط ہے۔ جو مرد ایسا سمجھتے ہیں یہ اُن کی بھی ناواقفیت کی دلیل ہے۔

(۵۴) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی بی بی کے ساتھ اچھا اخلاق رکھو۔ ان کے قصوروں سے درگذر کیا کرو۔

(۵۵) ان کو تکلیف مت پہنچاؤ وہ کام اُنسے نہ لو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔

(۵۶) خداوند رحیم وکریم کا ارشاد ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی ان کے ساتھ نیکی سے زندگی بسر کرو۔

(۵۷) جس نے عورت کی بدخلقی پر صبر کیا، اللہ تعالیٰ اسکو ایسا ثواب عظیم عطا فرمائینگے جیسا کہ ایوب علیہ السلام کو تکلیف کے صبر کرنے پر عطا فرمایا۔

(۵۸) حُسنِ خلق یہ نہیں ہے کہ ان کو تکلیف ہی نہ پہونچاؤ بلکہ غصّہ کے وقت بھی برداشت کرو اور درگذر کرو۔

(۵۹) ایمان میں کامل وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ زیادہ تر مہربان اور خوش خلق ہے۔

(۶۰) تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بی بی کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنی بیبیوں کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔ یہ فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(۶۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت نرم دل تھے۔ کبھی کبھی بیبیوں سے امور خانہ داری میں خلاف مزاج حضور واقعات پیش آجاتے مگر آپ ہمیشہ درگذر فرمایا کرتے تھے۔ اُن کی خوشی

کے لئے کبھی کبھی حضور انکے ساتھ کھیل کود اور دوڑ دھوپ میں بھی شرکت فرماتے تھے یہ عمل آپکا صرف تعلیم امت کے واسطے تھا۔

(۶۲) شرع شریف میں مرد کا مرتبہ اور عورت کی رعایت دونوں کے لئے اخلاقی سبق ہیں تاکہ بمقتضاء بشریت ایک سے کوئی غلطی ہو تو دوسرا اوسکا مرتبہ یا رعایت پیش نظر رکھکر در گذر کرے۔

(۶۳) زن وشو میں اتفاقیہ ملال پیش آجاے تو چوبیس ۲۴ گھنٹہ سے زیادہ نہ رہنا چاہئے بلکہ دونوں کو ملاپ کے طرف جلد رغبت کرنا چاہئے۔

(۶۴) انسان کی آواز غصہ میں بھی ہمیشہ پست و نرم ہونا چاہئے۔

(۶۵) عورت کا چیخ کر اظہار غصہ کرنا نحوست ہے اوسی کے لئے۔

(۶۶) زن وشو کا باہم پیار و محبت عملاً و قولاً عین پیروی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے۔

(۶۷) ایک کی کہی ایسی بات دوسرے سے کہنی جس سے اوسکو رنج و غصہ پیدا ہونیکا گمان ہو چغلخوری ہے۔ غیر کہی بات بنا کر کہنی اتہام ہے۔

(۶۸) ایسی بات کہنی جس سے زن وشو میں نفاق کا اندیشہ ہو کمینہ پن ہے۔

(۶۹) زن وشو یا کسی دو مسلمان میں نفاق ہو تو میل کرانے کے لئے بقدر ضرورت جھوٹ بولنا جایز ہے۔

(۷۰) اگر اندیشہ باہمی ملال کا ہو تو ایک کی کہی سچی بات بھی دوسرے سے کہنی کم سے کم خیر اندیشی کے خلاف ضرور ہے ؎

میاں دو کس آتش افروختن　　　　نہ عقل است و خود در میاں سوختن

(۷۱) بزرگان دین کے حالات زندگی کا مطالعہ انکی پیروی و تقلید کی نیت کرکے کرنا چاہیئے نہ محض تفریح طبع کے لیے۔

(۷۲) جو چیز تمہارے کار آمد یا آرام کی ہو اسکو حفاظت سے رکھنا چاہیئے۔

(۷۳) نوکر جب ایک کام کر رہا ہو دوسرے کام کا حکم دینا بددلی پیدا کرتا ہے۔

(۷۴) خدمتگاروں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو تا زیست غلام رہینگے۔

(۷۵) وہی عقلمند ہے جو اچھی بات باوجود واقفیت دل سے سُنے اور اُسپر عمل کرنیکی کوشش کرے۔

(۷۶) اچھی بات سب جانتے ہیں لیکن اسپر عمل نہ کرنا نہ جاننے کے برابر ہے۔

قطعات تاریخ کتاب ذکر المعارف

از نتیجہ فکر شاعر بیعدیل حضرت مولانا سید محمد اسمٰعیل صاحب حنار رضوی بہچھراموی الفرخ آبادی

۶۰ خوش آں فضل یزداں بہ ذکر المعارف ۸
۲۰ کتابے کہ ہر لفظ او ہست بابے ۱۰
۲ بود ابر نیسانِ وحدت سوادش ۳۰
۸ حروفش سفوفے پے فیض دلہا ۱
۴۰ مضامینش مخبر ز شانِ بزرگے ۱۰
۲ بہ شیخ الکبیر و بہ شیخ العجم ہم ۴۰
۶۷۲ ۱۴۴

۴۰ رواں بحر عرفاں بہ ذکر المعارف
۶۰ سوئے اہل عرفاں بہ ذکر المعارف
۵۰ نقاطش دُر افشاں بہ ذکر المعارف
۶۰ سطورش رگ جاں بہ ذکر المعارف
۲۰ کہ مذکور ہست آں بہ ذکر المعارف
۴۰ ملقب شدست آں بہ ذکر المعا[رف]
۴۳۰

۴۰ مُحبِّ اللّٰہش نام و حق بود کامش ۳۰۰	۳۰ لبش شکر افشاں بہ ذکر المعارف
۴۰ مرا نیز ہست آں ز پیران اعظم ۴۰	۴۰ منم نیز قرباں بہ ذکر المعارف
۸۰ فطوبے کہ شوکت حسین از اخانم ۴۰	۶۰ سبق بر وز اخواں بہ ذکر المعارف
۱ الٰہی بدہ اجرِ ایں کار خیرش ۳۰۰	۲ بود انچہ ارزاں بہ ذکر المعارف
۷ زہر یک سر مصرعم سمت آور ۲۰۰	۶۰ سنِ فصلیش خواں بہ ذکر المعارف
۵۰۰ ذبیح از پئے صنم عیسی و ہجری ۱۰	۲۰ کشادم شکر داں بہ ذکر المعارف
۶۶۸ + ۶۷۲ ۸۹۰ + ۴۴۱	۲۱۲ + ۴۳۰ ۵۸۲ + ۱۳۴۲ ہجری
۱۳۴۰ = ۱۳۳۱ =	۶۴۲ = سنہ ۱۹۲۴ء

حضرت ذبیحؔ نے اس میں یہ صنعت رکھی ہے کہ ہر چوبیسؔ مصرعوں کے حرف اول کے اعداد اگر جوڑے جائیں تو ۱۳۴۰ + ۶۴۲) ۱۹۸۲ سمت بکرمی ہوتا ہے اور اگر اعداد حرف آخر ہر مصرعہ اولے جوڑیں تو ۱۳۳۱ سنہ فصلی نکلتا ہے اور شکر داں بہ ذکر المعارف کے اعداد (۱۳۴۲ھ + ۵۸۲) جوڑے جائیں تو ۱۹۲۴ء نکلتا ہے۔

از نتیجۂ فکر جناب مولانا محمد علی صاحب نامیؔ - بی - اے پروفیسر

ریڈر سنٹرل میور کالج الٰہ آباد

بہارِ حمدِ خدائے سبحان زمینِ دل میں ہے یہ گل فشاں	کہ ہر سطر ہے رہِ گلستاں ہر اک ورق ہے نگارِ خواں
زمیں ثنا کی ہے نعت سبزہ نگاہِ دل میں عجب ہے جلوہ	ہے منقبت کا یہی یہ کرشمہ روش روش ہے بہارِ رضواں
چمن چمن میں گل و سمن میں لبِ دہن میں ہر اک سخن میں	ہر ایک تن میں ہر اک بدن میں ہوائے عرفاں ہے عطر افشاں
نئی گلستاں نیا ہے گلشن ہر ایک گل ایک شمعِ روشن	برنگِ بلبل زبانِ سوسن بھی برگِ گل پر ہے ثنا خواں
ہے اِس گلستاں کا جو کہ یوں ہے دین و دنیا کا نصیحت	وہ شاہِ والا ولیِ اکبر محمد داورِ شہیر دوراں

شمیمِ عطرِ گلِ شریعت نسیمِ نازِ رخِ طریقت
محبِّ اللہ ولیِ اللہ وہ فانی فی اللہ و باقی باللہ
رہِ ولایت میں وہ مقدم ہر اک کرامت میں وہ مکرم
وہ شیخِ ہند و عرب عجم ہے کہ کل فضائل میں محترم ہے
تم اُسکی شرحِ فصوص دیکھو فتوح کو بالخصوص دیکھو
مثالِ اُسکا محال پایا جو قال اُسکا وہ حال پایا
یہ چار بابوں میں مشتمل ہے ہر ایک خوبی میں بے بدل ہے
جو ہیں مصنّف کے حال اوّل عیاں ہیں اُنسے صفاتِ اکمل
جو بابِ ثانی میں خوب و خوشتر ہے جانشینوں کا ذکرِ اطہر
وہ ہر دوگانہ سوالِ ہائل ۔ ہے جنکا دل اُسکو وہ سائل
وہ شاہ صاحب کا خطِ والا بنامِ سیدِ کبیرِ اعلیٰ
تھی جن مسائل میں سخت مشکل جواب اُنکے بشرحِ کامل
شلت مثلاً یہ ایک نکتہ ہے علم افضل کہ حال افضل؟
وہ سیّدوں میں ہیں جو مقدس جنابِ شوکت حسین میں اقدس
غرض ہے یہ وہ کتابِ عرفاں کہ اِسکو پائینگے اہلِ ادیاں

نہالِ عرفاں کا ظلِ رحمت رہِ حقیقت کا خضرِ ذیشاں
وہ لا و اِلا کی شرح واللہ ولائے مولیٰ کا مہرِ تاباں
جو عالموں میں محیطِ اعظم تو اولیا میں ہے ابرِ نیساں
علومِ ظاہر میں محتشم ہے علومِ باطن میں عینِ عیاں
حدیث و فقہ و نصوص دیکھو ہر اک میں دیکھو تم اُسکا تبیاں
ثبوتِ فضل و کمال پایا یہ ہمنے اُسکی کتابِ عرفاں
کھلا حقائق کا اک کنول ہے کہ ہے دقائق کا ایک بستاں
کہ ذاتِ اقدس ہے اُنکی افضل صفاتِ اعلیٰ قبولِ سبحاں
تو بابِ سوئم میں سب سے بہتر بیاں ہوئے ہیں دلیل و برہاں
ہیں پانچ ہی جو دلائل وہ ہیں مطالعہ کے خوب شایاں
وہ شیخ عبد الجلیلِ بالا کو شاہ صاحب کا خاص فرماں
ہر ایک مکتوب میں ہیں شامل بالعقل و نقل و حدیث و قرآں
مقام و حالت کا فرق اور حل غرض ہیں بجید رموزِ عرفاں
اُنہیں کے دم سے ہوا مکمّل یہ گنجِ عرفاں کا پاک ایواں
کنوزِ باطن کا خاصِ ایواں رموزِ مخفی کا گنجِ پنہاں

ہوا جو نامی کو فکر پیدا تو سالِ طبعِ کتابِ والا
کہا یہ ہاتف نے خوب القاء ۔ کتابِ عرفاں و شمعِ ایقاں

۱۳۴۲ھ

ازنتیجہ فکر ناخداے سخن تاج الشعرا حضرت نوح ناروی الہ آبادی

جانشین حضرت داغ دہلوی

کیا لکھے نوح لکھ نہیں سکتا
تھیں جو راز و نیاز کی باتیں
اب اٹھائیں گے لطف پیر و جواں
محب اللہ کے فضائل ہیں

وصف شوکت حسین نیک شعار
ہو گیا ان کا خلق پر اظہار
فیض پائیں گے اب صغار و کبار
ایک عمدہ کتاب کی تیتار

نام ذکر المعارف اس کا ہے
اور سن ۔ ذکر معدن انوار
سنہ ۱۳۴۲ھ

ازنتیجہ طبع وقاد رشک نظیری وصائب منشی سید نظیر علی صاحب فرخ آبادی

متخلص بہ تائب خلف الرشید استاد نامور جناب سید محمد طاہر علی صاحب طاہر

میر شوکت حسین این نسخہ
انتخابات از کتب کردہ
تائب این آمدہ صداے سروش
گلشن حضرت محب اللہ
۱۹۲۴ء
نسخہ فیض ہاے روح افزا
۱۹۲۴ء

داد زیب قلم بسعی تمام
چار باب است اندران ارقام
پے تاریخہا بماہ صیام
گلستان حقیقت الاسلام
۱۳۴۲ھ
دفتر دور صوفیاء کرام
۱۳۴۲ھ

ازنتیجہ فکر جناب سید ولایت حسین صاحب جوہر وکیل ورئیس الہ آباد

قطب رہ شریعت آثار دیں پناہی
برزخ مہ طریقت مانع رہ مناہی

حضرت محب اللہ شیخ کبیر جن کی
لیکن لکھی ہوئی تھیں سب فارسی زباں میں
شوکت حسین صاحب نے ترجمہ کیا ہے

روشن کرامتیں ہیں از مہر تا بہ ماہی
اُردو لکھے پڑھوں پر تھی سخت جانکاہی
جو چھپکے اب ہے شائع با احتشام شاہی

سرمست جام وحدت سے سال طبع پوچھا
فرمایا لکھدو جوہر خمخانۂ الٰہی
۱۳۴۲ھ نبوی

دیگر

دفتر حضرتِ محب اللہ
غور سے دیکھکر اسے پڑھیے
گلِ باغِ ریاضِ مصطفوی
دیدۂ دل کا یہ تقاضا ہے
چھپ رہا ہے وہ اب بفضل الہ
سال تاریخ پوچھا ہاتف سے

دین و دنیا کا ہے چراغ یہی
دے گا اللہ کا سراغ یہی
ہے بلا شک وہ باغ باغ یہی
لایقِ سیر ہے وہ باغ یہی
سچ کہوں ہے بہار باغ یہی
بولا ہنسکر وہ خوشدماغ یہی

فی البدیہہ یہ لکھدے اے جوہر
راہ جنت کا ہے چراغ یہی
۱۹۲۴ع

از نتیجہ فکر جناب حکیم عبد الحمید صاحب رئیس الہ آباد

یہ شوکت نے حالاتِ شیخ اچھے لکھے
حمید اسکے چھپنے کی تاریخ لکھدو

وہ ہیں مستحقِ قدر دانی کے پورے
سوانح ہیں یہ شیخ ثانی کے پورے
۱۹۲۴ع

دیگر

ہے یہ حیاتِ پاک اُنہیں شیخِ کبیر کی — جنکا ہے نام فقر و تصوف میں تابناک
مصراعِ سالِ طبع لکھا میں نے یہ حمیدؔ — شیخِ کبیرِ وہر کے حالات ہیں یہ پاک

۱۹۲۴ء

دیگر

خوب شوکت نے حیاتِ شیخ ثانی یہ لکھی — تھے وہ دنیائے تصوف میں عجب فردِ فرید
فکر میں تاریخ کے بیٹھا تھا ہاتف نے کہا — صاف باطن شیخِ ثانی کے سوانح ہیں حمیدؔ

۱۹۲۴ء

دیگر ہجری

لو حیاتِ شیخ ثانی چھپ گئی — فیض و راحت اِس سے پائینگے قلوب
لکھدو سن از روئے انصاف اے حمیدؔ — پاک ہستی کے سوانح ہیں یہ خوب

۱۳۴۲ھ

از نتیجہ فکر جناب مولانا سید اسحاق علی صاحب لکچرار الہ آباد یونیورسٹی

نمونہ فیض رب کا یہ کتاب روح پرور ہے — کہ ہے شاہِ محب اللہ شیخ ہند کا فیضاں
بہارِ علم و عرفاں کی نئی یہ گلفشانی ہے — کہ ازہارِ تصوف کا یہ اک گلزار ہے خنداں
خصوصاً شاہ صاحب کے مکاتیب ثلاثہ سے — عیاں ہے اُنکی شانِ علم و ظاہر شوکت برہاں
اُن اٹھارہ سوالِ مشکلِ دارا شکوہ ہی سے — ہے واضح وسعت تحقیق و روشن قوت تبیاں
وہ اسرار و حقائق شاہ صاحب نے کئی واضح — کہ جو سینوں کے گنجینوں میں مثل گنج تھے پنہاں
جو انوار اولہ نے مٹایا ظلمت دل کو — ہوا اسحاق یہ روشن چراغ لابد ایماں

۱۳۴۲ھ

از نتیجہ فکر جناب سید جعفر حسین صاحب جعفر زمیندار موضع سونرہا ضلع الہ آباد

خوب شوکت نے لکھا ہے یہ کتاب لاجواب — دیکھنے والونکا دل ہوتا ہے جس سے باغ باغ
فکر میں تاریخ کے بیٹھا تو ہاتف نے کہا — ہے محب اللہ جعفر۔ دین احمد کا چراغ

۱۳۴۲ھ

ذکر العارف کے ملنے کا

پتہ

مولوی حکیم ماسٹر محمد رضا خاں صاحب مہتمم تحفظِ آمدنی

افغانی ٹولہ نمبر ۱۶۳ بہادر گنج الہ آباد

التماس

کوئی صاحب بلا اجازت مؤلف یہ کتاب طبع نہ فرمائیں ورنہ ضرور
نقصان اٹھائیں گے

جس کتاب پر مُہرِ خانقاہ شریف اور مُہرِ مؤلف کتاب ہذا نہ ہو
مسروقہ سمجھ کر شائقین اس کی خریداری سے اجتناب فرمائیں

حقیر فقیر سید شوکت حسین

مُہرِ مؤلف　　　　مُہرِ خانقاہ شریف